SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Wednesday, June 16, 2004

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at eight minutes past ten in the morning with Mr. Chairman (Mr. Mohammedmian Soomro) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اعوذ باالله من الشطين الرجيم

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

لقد جآء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رءوف رّحیم۔ فان تولوا فقل حسبی الله لا اله الا هو علیه توکلت وهو ربّ العرش العظیم۔

ترجمہ:(لوگو) تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک پیغمبر آئے ہیں۔ تمہاری تکلیف ان کو گراں معلوم ہوتی ہے اور تمہاری بھلائی کے بہت خواہشمند ہیں اور مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والے (اور) مہربان ہیں۔ پھر اگر یہ لوگ پھر جائیں (اور نہ مانیں) تو کہہ دو کہ خدا مجھے کفایت کرتا ہے اس کے

سوا کوئی معبود نہیں۔ اسی پر میرا بھروسا ہے اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے۔ (سورۃ التوبہ آخری آیت)۔

جناب چیئرمین : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - We will take up the leave applications.

LEAVE OF ABSENCE

جناب امان اللہ کنرانی نے ذاتی وجوہات کی بناء پر مورخہ 15 اور 16 جون کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین : محترمہ روشن خورشید بھروچہ ناگزیر وجوہات کی بناء پر مورخہ 15 جون کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں۔ اس لئے انہوں نے اس تاریخ کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین : ڈاکٹر کوثر فردوس ذاتی مصروفیات کی بناء پر مورخہ 12 جون کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں۔ اس لئے انہوں اس تاریخ کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین : میجر (ریٹائرڈ) طاہر اقبال نے اطلاع دی ہے کہ وہ اپنے بھائی کی شدید علالت کی بناء پر مورخہ 16 تا 18 جون اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں گے۔

We will continue discussion on the budget

پروفیسر خورشید احمد۔اوہ sorry پروفیسر غفور احمد۔my apology

FURTHER DISCUSSION ON BUDGET 2004-05

سینیٹر پروفیسر غفور احمد : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! آپ کا شکریہ۔ قومی بجٹ انتہائی اہم دستاویز ہے'۔ اس کا اثر ملک کے ہر ہر فرد پر اور ہر ایک ادارے پر

پڑتا ہے ۔ دیکھنے کی بات یہ ہے کہ اقتصادی اور معاشی پالیسیاں مرتب کرنے والے کون لوگ ہیں؟ کیا ان کا تعلق ایسے گروہ سے ہے جو عوام کے دکھ ' درد اور مسائل سے واقف ہیں اور ان کو حل کرنے کا ایک جذبہ بھی رکھتے ہیں یا ان کا تعلق ایک ایسے گروہ سے ہے کہ جو انتہائی پرتعیش زندگی بسر کر رہے ہیں، جن کا کوئی تعلق ملک کے عام آدمی کے ساتھ نہیں، جن میں سے بہت سے لوگوں کے باہر کے ممالک میں bank account ہیں اور بہت لوگوں کو اس بات کا فخر بھی حاصل ہے کہ وہ American green card رکھتے ہیں۔ جناب چیئرمین! میرا خیال یہ ہے کہ ہماری بجٹ سازی میں ایک بہت بڑی تعداد ایسے افراد کی ہے جن کا تعلق اس دوسرے گروہ سے ہے۔ جناب وزیر خزانہ شوکت عزیز صاحب ملک کے وہ واحد وزیر خزانہ ہیں جنہیں اس بات کا اعزاز حاصل ہوا ہے کہ اس سال پانچویں مرتبہ انہوں نے قومی بجٹ پارلیمنٹ میں پیش کیا ہے۔ میں اس بات کو لائق تحسین سمجھتا ہوں کہ دشواری کے باوجود انہوں نے اپنی بجٹ تقریر اور میزانیہ اردو میں پیش کیا' یہ بات لائق تحسین ہے لیکن میں یہ بات ضرور کہوں گا کہ حکومت دستور کے Article 251 کو مسلسل نظر انداز کر رہی ہے' دستور کا Article یہ کہتا ہے کہ اردو مملکت کی سرکاری زبان ہوگی' انگریزی کی تعلیم بھی لازمی ہو گی۔ صوبائی حکومتوں کو یہ اختیار حاصل ہو گا کہ وہ صوبائی زبانوں کو فروغ دیں اور انہیں استعمال کریں لیکن ایسا نہیں کیا جارہا ہے۔ آج تک ہماری سرکاری زبان انگریزی ہے اور شاید انگریزی ہی رہے گی۔ جناب چیئرمین! بجٹ کے اصل مقاصد کیا ہوتے ہیں؟ بجٹ کے مقاصد یہ ہیں کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق اقتصادی اور معاشی معاملات طے کئے جائیں اور سود سے نجات حاصل کی جائے تاکہ عام آدمی تک اس کا فائدہ پہنچ سکے۔

دوسری اہم ترین بات یہ ہے کہ ملک میں امن و امان کو قائم کیا جائے۔ جناب چیئرمین! یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ آج امن و امان کی صورتحال جتنی خراب ہے شاید اس سے پہلے کبھی بھی نہیں تھی۔ کراچی جیسے شہر میں کورکمانڈر کے Convoy پر حملہ کیا گیا اور کہا گیا کہ کچھ لوگوں کو گرفتار کیا گیا ہے' وہ پولیس remand میں ہیں۔ میں مطالبہ کرتا ہوں کہ عدالت میں جلد از جلد ان کے خلاف مقدمات لائے جائیں تا کہ ہمیں معلوم ہو کہ کون لوگ گرفتار کئے گئے ہیں اور ان کا کہاں سے تعلق ہے۔

تیسری بات جناب چیئرمین، یہ ہے کہ دولت اور وسائل کی منصفانہ تقسیم کی جائے لیکن آج کوئی شخص اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ یہ تقسیم اس وقت ظالمانہ ہے۔ ملک کی ایک بہت بڑی آبادی نان شبینہ کے لئے محتاج ہے اور ایک تھوڑا سا طبقہ کہ جس کے پاس دولت کے انبار ہیں، وہ دولت کو ضائع کر رہے ہیں۔ بجٹ کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ وہ ظلم کی تلافی کرے۔

چوتھی چیز یہ ہے کہ عدل و انصاف فراہم کیا جائے۔ خود چیف جسٹس آف پاکستان نے یہ کہا ہے کہ ہزار ہا مقدمات سپریم کورٹ میں زیر التواء ہیں۔ نچلی عدالت کا تو کچھ کہنا ہی نہیں ہے، نچلی عدالت میں تو انصاف ملتا نہیں بکتا ہے اور سپریم کورٹ اور ہائیکورٹ جانے کی کس میں سکت ہے۔ اس لئے لوگ عدل و انصاف سے محروم ہیں۔ روزگار کے ذرائع پیدا کئے جائیں لیکن مجھے افسوس ہے کہ موجودہ حکومت نے اپنے وعدے کو پورا کرنے کی بجائے روزگار والے لوگوں کو نوکریوں سے نکالا ہے اور لوگ شدید مسائل سے دوچار ہیں۔ بالخصوص تعلیم یافتہ نوجوان اس وقت بیروزگاری کا شکار ہیں اور یہ ملک میں بدامنی اور اضطراب کی بہت بڑی وجہ ہے۔

جناب چیئرمین! بجٹ میں کوئی ایسے اقدامات نہیں کئے گئے ہیں کہ ان مقاصد کو حاصل کیا جا سکے اور وہ خرابیاں دور کی جا سکیں۔ میں آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ آج پاکستان بننے کے ستاون سال کے بعد بھی ملک کا عام آدمی کس حال میں زندگی بسر کر رہا ہے۔ جناب چیئرمین! وزارت صحت کے مطابق انہوں نے کہا ہے کہ ایک خاندان جو چھ افراد پر مشتمل ہو اس کے بنیادی اخراجات پورے کرنے کے لئے کم از کم =/12000 روپے درکار ہیں اور ان =/12000 روپے میں تعلیم، صحت اور تقریبات شامل نہیں ہیں۔ آپ بتائیے ہمارے ملک میں کتنے لوگ ہیں جن کی آمدنی =/12000 روپے ماہانہ ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ 40 فیصد عوام کی یومیہ آمدنی ایک ڈالر سے کم ہے۔ آپ خود اندازہ لگائیے کہ وہ اپنی بنیادی ضروریات زندگی کس طریقے سے پورا کر سکتے ہیں۔ 25 فیصد افراد فاقہ کشی کی سرحد پر ہیں، لوگ خودکشی کر رہے ہیں اور جناب چیئرمین! یہ بات باعث تشویش ہے کہ ایک طرف ملک میں فاقہ کشی اور خودکشیاں ہوں اور دوسری جانب تقاریب کے بعد محفل موسیقی کا انعقاد کیا جائے۔

چودہ کروڑ عوام کی آبادی میں صرف چار کروڑ عوام ایسے ہے جنہیں رہائش کی معقول سہولت مہیا ہے۔ اس کمی کو دور کرنے کے لئے یہ بات لازمی ہے کہ کم قیمت مکانات کی تعمیر

کرنے کی حوصلہ افزائی کی جائے اور بالخصوص سریے اور سیمنٹ کی قیمتوں میں کمی کی جائے۔

جناب چیئرمین! صحت کے شعبے میں صرف ملک کی 5 فیصد آبادی کو مفت علاج کی سہولت حاصل ہے۔ عام آدمی کا معاملہ یہ ہے کہ ڈیڑھ ہزار افراد پر ایک ڈاکٹر ہے۔ تین ہزار افراد کے لئے ایک نرس ہے، ڈیڑھ ہزار افرد کے لئے ہسپتال میں ایک بستر ہے۔ آبادی کا بہت بڑا حصہ صاف پانی پینے سے بھی محروم ہے۔ جناب چیئرمین! آپ نے اپنے صوبے حیدرآباد میں دیکھا کہ گزشتہ دنوں زہر آلود پانی پینے سے 40 سے زیادہ افراد موت کے گھاٹ اتر گئے۔ ان میں 80 % معصوم بچے تھے، اس کا ذمہ دار کون ہے؟ اور آج بھی وہاں کے بسنے والوں کو پینے کا پانی میسر نہیں ہے ۔ اس کے باوجود جب ہم دیکھتے ہیں کہ بجٹ میں صحت کے لئے کیا رکھا گیا ہے تو بجٹ میں اس میں 3.2 billion Rupees مختص کئے گئے ہیں، ظاہر بات ہے کہ یہ بالکل ناکافی ہیں۔

تعلیم کا حصول قرآن و سنت کی روشنی میں ہمارا فرض ہے ۔ مسلمانوں کو تاکید کی گئی ہے کہ وہ ہرصورت میں علم حاصل کریں لیکن نصف صدی گزر جانے کے باوجود ہم دنیا کے 190 ممالک سے تعلیم کے میدان میں پیچھے ہیں، وہ ہم سے آگے ہیں۔ خواتین اور دیہی علاقوں میں بسنے والے لوگ اس نعمت سے تقریباً کلیتاً محروم ہیں ۔ ستم تو یہ ہے کہ ملک میں مختلف طریقہ ہائے نظام تعلیم رائج ہیں ۔ سرکاری تعلیمی ادارے ہیں ، پرائیویٹ تعلیمی ادارے ہیں ، O level اور A level ہیں اور اس طریقے سے یہ قوم منقسم ہو رہی ہے ۔ حکمرانوں کی جانب سے یہ بات کہی گئی کہ یکساں نظام تعلیم رائج کیا جائے گا لیکن یہ خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوتا اور تعلیم کے لئے صرف 12.2 billion روپے مختص کئے گئے ہیں ۔ ہمیں قدرت نے بے پناہ وسائل دیئے ہیں ، دولت دی ہے۔ ہمارے شہری اللہ کے فضل سے اہل ہیں، دنیا کے لوگوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں لیکن ہماری مشکلات، مسائل اور مصائب کی اصل وجہ یہ ہے کہ یہاں بدامنی ہے اور دولت کی ظالمانہ تقسیم ہے ۔ بجٹ میں ان خرابیوں کو دور کرنے کے لئے مجھے کوئی موئثر اقدامات نظر نہیں آتے ۔ میں جناب چیئرمین! حالات کی اصلاح کے لئے آپ کی خدمت میں چند تجاویز پیش کرنے کی جسارت کروں گا۔

پہلی بات یہ ہے کہ حکومت tax base میں اضافہ کرے ۔ 145 million کی آبادی میں

ٹیکس کے گوشوارے داخل کرنے والوں کی تعداد دس، بارہ لاکھ ہے جن میں سے چار لاکھ افراد وہ ہیں جن کی تنخواہوں سے ٹیکس کاٹ لیا جاتا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ بڑی آسانی سے اس تعداد کو پچاس لاکھ تک بڑھایا جا سکتا ہے جو کل آبادی کا صرف تین فیصد ہوگا لیکن حکومت ٹیکسوں کا بوجھ غریب آدمیوں پر بڑھاتی جائے اور وہ لوگ جو ٹیکس دینے کے اہل ہیں ان کو چھوٹ دے دیتی ہے۔

جناب چیئرمین! دوسری بات یہ ہے کہ ٹیکسوں کے نظام میں بالواسطہ ٹیکسوں کے حصول پر انحصار ختم کیا جائے۔ اس وقت صورتحال یہ ہے کہ indirect tax جو حکومت کے میزانیے میں دیا گیا ہے اس میں 472 billion روپے indirect taxes سے ملیں گے اور direct taxes سے صرف 82 billion ملیں گے یعنی 654 billion روپے میں سے 70 % tax وہ ہیں جو indirect taxes سے وصول ہوں گے۔ جناب چیئرمین! ظاہر بات ہے کہ indirect taxes کا تمام تر بوجھ غریب عوام پر پڑتا ہے، وہ اس بوجھ کو سہارتے ہیں اور وہ لوگ جو ٹیکس دینے کے اہل ہیں وہ اس سے بچ جاتے ہیں ۔ میرا خیال ہے دنیا میں کہیں بھی ایسا نہیں ہے کہ indirect and direct taxes میں % 70, 30 کا تناسب ہو ۔ اس بجٹ میں اس کی اصلاح کی کوئی کوشش نہیں کی گئی۔

پھر جناب چیئرمین! جاریہ اخراجات میں کمی کرنا بہت ضروری ہے ، انہیں دستیاب وسائل کے اندر لایا جائے۔ میزانیے کے مطابق ہمارے کل دستیاب وسائل 842 billion روپے ہیں ، ہمیشہ سے یہ بات کہی جاتی ہے کہ جتنی چادر ہے اتنے پیر پھیلاؤ، جو ہمارے وسائل ہیں اتنے خرچ کرو، ہمارے وسائل ہیں 842 billion روپے جبکہ ہمارا خرچ 903 billion روپے ہے ۔ میری گزارش یہ ہے کہ جاریہ اخراجات میں کمی کی جائے۔ اگر یہ کمی دس فیصد بھی کر دی جائے تو ہمارے بجٹ کا خسارہ جو ساٹھ بلین روپے ہے وہ نہ صرف ختم ہو جائے گا بلکہ ہمارا بجٹ دس بلین surplus ہو جائے گا اور جاریہ اخراجات میں دس فیصد کمی ایک معمولی بات ہے ۔ یہ اخراجات ہماری ضروریات پر نہیں بلکہ لوگوں کی تعیشات کے اوپر غیرمنصفانہ طریقے سے صرف کئے جارہے ہیں ۔

جناب چیئرمین! میں اگلی بات جو کہوں گا وہ بڑا حساس موضوع ہے ۔ ہمارے

treasury benches کے لوگ اس پر بیخ پا ہو جاتے ہیں - میں عرض کرتا ہوں کہ دفاعی افواج ہمارے لئے بھی اتنی ہی عزیز اور محترم اور ضروری ہیں جتنی کسی اور شخص کے لئے ہوسکتی ہیں۔ ہم اپنی افواج کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ سکتے ہیں لیکن میں آپ سے عرض کروں کہ ذرا آپ دیکھئے کہ اس سال کے بجٹ میں 160 billion روپے رکھے گئے تھے - ان پر نظر ثانی کر کے انہیں 181 billion کر دیا گیا اور اب حالیہ بجٹ میں اس کا تخمینہ 194 billion لگایا گیا ہے۔ تیس بلین روپے کا اضافہ کیا گیا ہے۔

جناب چیئرمین! میری درخواست ہے کہ افواج پاکستان بھی غریب عوام کے مسائل کا اندازہ لگائیں، ان کو سوچیں۔ یہ اپنے اخراجات کم کریں اور میرا خیال ہے کہ ان اخراجات کو اسی سطح پر لایا جائے جو رواں سال کے بجٹ میں کیا گیا تھا اور آسانی کے ساتھ یہ کام کیا جاسکتا ہے۔ جناب چیئرمین! میں یہ بات بھی عرض کروں گا کہ اگر ہم یہ بات کہتے ہیں تو ملک اور فوج کے مفاد میں کہتے ہیں کہ فوج کا کام ملک کا دفاع کرنا ہے۔ فوج کا کام یہ نہیں ہے کہ وہ ایک تجارتی اور ایک صنعتی ادارہ بن جائے۔ وہ فارم چلائے اور ڈیری فارم چلائے اور وہ ہوائی جہاز چلائے اور business کرے اور یہ کہ وہ اپنے عوام کے خلاف action لینے پر مجبور ہو یا کی جائے۔ یہ چیزیں ہیں جو فوج اور عوام کے درمیان دوری پیدا کرتی ہیں۔ مجھے توقع ہیں کہ افواج پاکستان اس پر غور کریں گی اور اپنے بجٹ میں رضا کارانہ طور پر دس فیصد کی کمی کر دیں گی۔

جناب چیئرمین! جنرل سیلز ٹیکس جب نافذ کیا گیا تھا، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ پورے ملک میں احتجاج ہوا تھا، ملک گیر ہڑتالیں ہوئی تھیں۔ اس میں مظاہرے ہوئے تھے۔ اس میں ریلیاں نکالی گئیں تھیں، فائرنگ ہوئی تھیں، لاٹھی چارج ہوا تھا، shelling ہوئی تھی اور آج بھی صورت حال یہی ہے کہ جنرل سیلز ٹیکس کا تمام تر بوجھ ایک غریب آدمی پر پڑتا ہے۔ اس لئے آپ کی وساطت سے میری حکومت سے گزارش ہے کہ وہ جنرل سیلز ٹیکس کو اگر لگانا ہی چاہتے ہیں تو کم از کم اس کی شرح کو 15 فیصد سے کم کرکے دس فیصد کر دیا جائے۔

جناب چیئرمین! زراعت کے بارے میں مجھ سے قبل محترم اسحاق ڈار صاحب اور پروفیسر خورشید صاحب نے بہت تفصیل سے باتیں بیان کی ہیں۔ میرا خیال ہے میں اس میں کوئی اضافہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں لیکن میں چند گزارشات پیش کرنا چاہتا ہوں۔پہلی بات یہ ہے

کہ پانی کی ایک ایک بوند ہمارے لئے ضروری ہے اور اس کا بچانا ضروری ہے۔ آج صورت حال یہ ہے کہ جتنا پانی پاکستان میں ضائع ہو رہا ہے وہ کالا باغ ڈیم کی storage capacity سے چار گنا زیادہ ہے جو پانی ہم ہر سال ضائع کر دیتے ہیں۔ سب سے پہلے آپ کو اس پانی کے ضیاع کو روکنے کی ضرورت ہے تاکہ یہ زراعت کے لئے اور دوسرے کاموں کے لئے استعمال کیا جا سکے۔ دوسری بات یہ ہے کہ زرعی آلات پرمشینری پر اور تمام اقسام کی کھاد پر اور input پر custom duty and sales tax معاف کیا جائے لیکن زراعت وہ شعبہ ہے جو revenue بھی دیتا ہے اور جو لوگوں کو روزگار بھی دیتا ہے۔ اسی طریقے سے ,poultry and live stock fish farming ان کو بھی ترقی دی جائے۔ اس سے لوگوں کی آمدنی کے بہت بڑے ذرائع بن سکتے ہیں اور فی کس آمدنی میں اضافہ ہو گا تو ملک کی کارکردگی میں اضافہ ہو گا۔

زرعی ترقیاتی بنک جناب چیئرمین، 9 فیصد سود charge کرتا ہے۔ یہ زرعی ترقیاتی بنک ہے یا زرعی بربادی بنک ہے۔ یہ 9 فیصد سود عام حالات میں تین گنا ہے۔ بجائے اس کے لوگوں کو غیر سودی قرضے دیئے جائیں۔ جناب چیئرمین! میری گزارش ہے کہ export processing zone قائم کئے جائیں جس طرح صنعت کے لئے ہے۔ اگر ایسا ہو گا تو ہماری زراعت بہت ترقی کر سکتی ہے اور پھر میں یہ عرض کرنے کی جسارت بھی کروں گا کہ وہ زرعی زمینیں جو سابق فوجیوں کو بغیر کسی استحقاق کے دی گئی ہیں اور جو خود کاشت نہیں کر رہے ہیں، وہ زمینیں ان سے واپس لے کر بے زمین ہاریوں میں تقسیم کی جائیں۔ یہ زمینیں ان کا حق ہے۔ یہ ان کو نہ دینا شدید ناانصافی ہے۔

پھر میرا خیال یہ ہے کہ corporate farming کے مسئلے پر نظر ثانی کی جائے۔ مجھے اشتباہ یہ ہے کہ ان فارموں کے ذریعے سے کم زمین رکھنے والے لوگ بے زمین ہاری بن جائیں گے اور زراعت کے شعبے کو شدید ترین نقصان پہنچے گا۔

جناب چیئرمین! نجکاری کے عمل کو شفاف بنایا جائے ۔ اب حبیب بنک کی جس طرح نجکاری کی گئی ہے وہ سب آپ کے سامنے ہے ۔ سینیٹ کے ایوان میں کہا گیا کہ حبیب بنک کی نجکاری سے پہلے پارلیمنٹ کو اعتماد میں لیا جائے گا لیکن بالا بالا اسے نجکاری میں دے دیا گیا اور جو قیمت لی گئی ہے وہ اس کی املاک کی بھی ایک تہائی ہے۔ یہ بہت بڑا ظلم ہے، یہ بہت بڑا

سکینڈل ہے۔ آئندہ اس سے بچا جائے اور میں عرض کروں گا کہ جو حساس اور قومی اہمیت کے ادارے ہیں ان کے حصص کے فروخت سے پہلے بھی پارلیمنٹ کو اعتماد لیا جائے کہ کون لوگ ان کو خریدیں گے اور یہ حصص کیوں فروخت کئے جارہے ہیں؟

پھر جناب چیئرمین! پٹرولیم کی مصنوعات کی قیمتوں کو حسب سابق بجٹ میں لایا جائے۔ یہ اختیار جو تیل کی کمپنیوں کو دیا گیا ہے یہ شدید ناانصافی ہے۔ وہ ہر پندرہ روز بعد تیل کی قیمتوں پر نظرثانی کرتے ہیں۔ ابھی تو پارلیمنٹ کا اجلاس ہو رہا ہے۔ کل انہوں نے کہا کہ ہم کوئی قیمت نہیں بڑھائیں گے۔ آپ کا اجلاس ختم ہوگا تو تیل کی قیمتیں پھر بڑھا دیں گے۔ اس لئے میری گزارش ہے کہ اس کو بجٹ میں لایا جائے اور غربت کو دور کرنے کے لئے پٹرول، ڈیزل، مٹی کا تیل اور گیس، سی این جی کی قیمتوں میں کمی کی جائے اور بجلی کی قیمت میں جو کمی کی گئی ہے وہ بہت ناکافی ہے اس پر نظرثانی کی جائے۔

جناب چیئرمین! سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں پندرہ فیصد اضافہ کیا گیا ہے۔ افراط زر کو دیکھتے ہوئے اور گرانی کو دیکھتے ہوئے یہ بہت کم ہے اس کو بھی بڑھایا جائے اور نظرثانی کی جائے۔ قابل ٹیکس آمدنی کی حد اس وقت ایک لاکھ کی گئی ہے، بہت اچھا ہے۔ لیکن میری گزارش یہ ہے کہ اس حد کو بڑھا کر ڈیڑھ لاکھ کیا جائے اور کاروں پر کسٹم ڈیوٹی جو کم کی گئی ہے اسے واپس لیا جائے۔

بجلی کے بلوں میں ٹی وی کا لائسنس ----

جناب چیئرمین: وقت کا خیال رکھیں۔

سینیٹر پروفیسر غفور احمد: میں ختم کر رہا ہوں۔ جو فیس تجویز کی گئی ہے وہ ختم کی جائے کیونکہ پاکستان ٹی وی کو لوگ اب دیکھتے بھی کم ہیں۔ بہت سے دوسرے channels ہیں لہذا اس کو واپس لیا جائے۔

پھر میری گزارش یہ ہے کہ حصص کی خرید و فروخت پر جو کیپیٹل ویلیو ٹیکس لگایا گیا ہے یہ واپس لیا جائے۔ ایک دن میں جناب چیئرمین، کراچی stock exchange میں چودہ ارب روپے کا نقصان ہوا ہے۔ وہاں لوگوں نے احتجاج کیا اور توڑ پھوڑ کی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ

قبل اس کے کہ حالات قابو سے باہر ہو جائیں یہ ٹیکس واپس لیا جائے۔ سب سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ حکومت غیرسودی معیشت کو پروان چڑھانے کے لئے سنجیدہ اقدامات کرے۔ قابل تقسیم وسائل کے فارمولے کو اتفاق رائے سے طے کیا جائے اور میری آخری گزارش یہ ہے کہ حکومت یہ حتمی طور پر طے کرے کہ پارلیمنٹ سے باہر کوئی نیا ٹیکس نہیں لگایا جائے گا۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: چوہدری محمد انور بھنڈر۔

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر: جناب چیئرمین! موجودہ سال کے بجٹ پر اپنی معروضات پیش کرتے ہوئے میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ ایک پسماندہ ملک کا بجٹ بنانا' ایک مقروض ملک کا بجٹ بنانا' موجودہ حالات کے مطابق جب ہر طرف دہشتگردی کا دور دورہ ہو' جب پاکستان مختلف ممالک جو اس کے دشمن ہیں ان میں گھرا ہوا ہو ' مسائل بے شمار ہوں' وسائل بہت کم ہوں ' تو میں سمجھتا ہوں کہ بجٹ بنانا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ پھر اس کے بعد بجٹ کو تمام عوام کی خواہشات کے مطابق بنانا' تمام پارٹیوں کے خیالات کے مطابق بنانا بھی کوئی آسان کام نہیں ہے۔جہاں وسائل محدود ہوں' مسائل بے شمار ہوں' وہاں وسائل کی کمی کی وجہ سے بہت سی ایسی چیزیں ہیں جو کہ اگر بجٹ میں حکومت لانا بھی چاہے' اگر وزیر خزانہ لانا بھی چاہے تو نہیں لا سکتا۔ یہ تمام limitations اپنی جگہ موجود ہیں۔ ہمارے مالی وسائل بھی اپنی جگہ موجود ہیں۔ ان حالات میں موجودہ بجٹ اس پس منظر میں اگر دیکھا جائے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس بجٹ میں بتایا گیا ہے کہ economy growth rate جو ہے وہ 6.4% ہو گیا ہے اور جبکہ 5.3% expected یا target تھا۔ لیکن 6.4 کی شرح achieve ہو گئی ہے جو کہ آٹھ سال کے دوران achieve نہیں ہو سکی۔

جناب والا! یہ کوئی آسان بات نہ تھی ۔ اس کے علاوہ مینوفیکچرنگ سیکٹر میں 17.1% اضافہ ہوا ہے ۔ services sector کی growth 5.2% ہوئی ہے۔ debt servicing جو ہماری بجٹ کا 50% لے جاتی تھی وہ اب 27% پر آ گئی ہے۔ یہ بھی بہت بڑی achievement ہے اور یہ کہنا آسان ہے لیکن کرنا مشکل ہے۔ کرنا عمل سے ہوتا ہے 'اپنی حکمت عملی سے ہوتا ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ جو خزانے پر بہت بڑا بوجھ تھا اس کو اگر کم کیا گیا ہے یہ بھی ایک

بہت بڑی کامیابی ہے۔

جناب والا! اس کے علاوہ میں یہ عرض کروں کہ جو target revenue کے تھے وہ بھی بڑھے ہیں 510 million ہو گئے ہیں export جو ہے اس میں 13% increase ہوئی ہے جبکہ ہمارا target 8% تھا۔ Foreign Exchange کے reserves جناب آپ کو معلوم ہے' اس سارے ایوان کو معلوم ہے وزیرخزانہ نے بارہا اپنی meetings میں یہ کہا ہے کہ 12.5 million ہو گئے ہیں۔

جناب والا! ایک وہ وقت تھا کہ جب پندرہ پندرہ روز کے لئے ' دس دس روز کے لئے ہمارے foreign exchange reserves ہوتے تھے لیکن آج یہ reserves 12.5 billion ہو چکے ہیں۔ یہ ایک نہایت ہی خوش آئند بات ہے اور پاکستان کی economy کے لئے ایک بڑا اچھا اور نیک شگون ہے۔

جناب والا! جہاں تک foreign investments کا تعلق ہے یہ بھی 1 million dollar تک پہنچ چکی ہے جو کہ پچھلے آٹھ سال کے عرصے میں نہیں تھی۔ اس کے علاوہ یہ سب سے بڑی بات ہے کہ IMF کا اثر ختم ہوا۔ ہر تقریر میں یا ہر وقت یہ ہوتا تھا کہ ہم IMF کے چنگل میں جکڑے ہوئے ہیں' ہم IMF سے نہیں نکل سکتے ' ہم IMF سے کیسے نکلیں گے لیکن یہ خوشخبری بھی جناب وزیرخزانہ نے دی ہے کہ ہم IMF کے چنگل سے نکل چکے ہیں ' رہا ہو چکے ہیں اور اب ہماری dependence IMF پر نہیں ہو گی۔

جناب والا! اس کے علاوہ foreign debt بھی ہمارا 2 billion dollar کم ہوا ہے اور یہ بات بھی ہمارے لئے بہت ہی خوش آئند ہے ۔جناب !یہ وہ تمام پہلو ہیں جو کہ اس بجٹ میں reflect کئے گئے ہیں جو وزیرخزانہ کی تقریر میں موجود ہیں اور یہ چیزیں ایسی نہیں ہیں جو کوئی ڈھکی چھپی ہوں ۔ یہ چیزیں اظہر من الشمس ہیں اور یہ documents سے بھی واضح ہیں ۔ ان اعداد و شمار کے پیش نظر ان تمام عوامل کے ہوتے ہوئے میں یہ عرض کروں گا کہ ایسا بجٹ بنانا آسان نہیں تھا اور یہ جو بجٹ آئندہ سال کے لئے دیا گیا ہے موجودہ حالات میں ' موجودہ وسائل میں ' موجودہ مشکلات میں ایک اچھا بجٹ ہے اور اس کے لئے میں یہ سمجھتا ہوں کہ وزیرخزانہ اور موجودہ حکومت مبارکباد کی مستحق ہے ۔

جناب والا! یہ جوساری positive developments ہوئی ہیں ان کے علاوہ میں چند تجاویز پیش کرنا چاہتا ہوں کہ بجٹ ایک ایسی چیز ہے جس میں اگر آپ اپنی تجاویز گنوانے لگیں یا یہ ایوان یا یہ ممبران تجاویز کرنے لگیں تو میرا خیال ہے کئی مہینے چاہئیں ۔ بجٹ ایک بڑی وسیع اور محیط دستاویز ہے اس کے متعلق ہر وزارت کے متعلق ہر معاملات کے متعلق ، پاکستان کے عوام کی زندگی کے متعلق ، ان کے مسائل کے حل اور نشاندہی کے متعلق ہمیں بات کرنا ہے ، ہمیں حکمت عملی وضع کرنی ہے اس لئے یہ ایک بہت ہی اہم دستاویز ہے اور تمام ملک کے لئے اور ساری قوم کے لئے بڑی اہمیت کی حامل ہے ۔

جناب والا! میں یہ محسوس کرتا ہوں بحیثیت ایک legislator کے یا بحیثیت اس ایوان کے ممبر کے کہ بجٹ بنانے میں اس ادارے کا وہ اختیار آئین کے تحت وہ نہیں ہے جو نیشنل اسمبلی کا ہے ۔ مجھے یہ احساس ہے کہ وہ اختیارات یا اس کی workingمیں نیشنل اسمبلی کو بھی وہ اختیارات نہیں ہیں یا ہمارا طریقہ کار وہ نہیں ہے جس میں یہ کہا جاسکے کہ قومی اسمبلی پوری طرح اس بجٹ بنانے میں reflectedہے اور ان کے views reflected ہیں ۔

جناب والا جب بجٹ بنتا ہے تو آپ کو تو معلوم ہے کہ یہ exercises جنوری میں شروع ہوتی ہیں اور یہ executive side میں شروع ہوتی ہیں۔ منسٹریوں میں شروع ہوتی ہیں۔ ministries اپنا بجٹ بناتی ہیں۔ سرکاری ملازمین اس کے متعلق غور کرتے ہیں۔ بجٹ بن جاتا ہے، وزیر خزانہ اس بجٹ کو جب تیار کر لیتے ہیں، یہ کیبنٹ میں آ جاتا ہے اس میں جناب والا کوئی دو رائے نہیں ہیں کہ وہاں بھی ہمارے نمائندے بیٹھے ہوئے ہیں۔ کونسل آف منسٹر اس بجٹ کو دیکھتی ہے اور پاس کرتی ہے لیکن بحیثیت مجموعی ایک اسمبلی یا جو امنڈمنٹ اب آئی ہے اسکے مطابق بھی سینیٹ میں public representatives کا وہ دخل نہیں ہے جو ہونا چاہیے۔ اس کے لئے میری تجویز ہے کہ جہاں تک اس کی out line کا تعلق ہے، بجٹ کی out line جنوری میں جب یہ exercise شروع کرتے ہیں تو نیشنل اسمبلی میں ایک سپیشل سیشن کیا جائے جس کو pre-budget session کہا جائے اور اس میں ممبران سے یہ تجاویز لی جائیں کہ پچھلے بجٹ میں کیا نقائص تھے۔ آئندہ آنے والے بجٹ میں ہمیں کیا improvement کرنی چاہیے اور اس کی بنیاد پر اگلا بجٹ بنے۔

جناب والا! بیوروکریسی کے دیئے ہوئے بجٹ میں ہمارے لئے مشکلات ہیں، ابھی سے نہیں پچھلی حکومتوں میں بھی یہی طریقہ کار تھا کہ اس کا ایک آنہ بھی ادھر سے ادھر نہیں ہو سکتا، ایک پیسہ بھی ادھر سے ادھر نہیں ہو سکتا اگر ہوگا تو بجٹ تبدیل ہوگا۔ بجٹ تبدیل کر کے نیا بجٹ بنانا بہت مشکل کام ہے اس لئے اسی پر بحث ہو کر، اس پر چل کر، وہی فنانس بل پاس ہو جاتا ہے۔ اس میں جناب والا! عوامی دخل یا عوامی رائے یا اس میں ان نمائندگان کا، یا نیشنل اسمبلی میں بیٹھے ہوئے نمائندگان کا وہ دخل نہیں ہے جو دخل ہونا چاہیے۔ میں اس بات کا حامی ہوں کہ cent per cent دخل نیشنل اسمبلی کا ہونا چاہیے۔ وہاں کی جو عوامی رائے آئے اس کی بنیاد پر جو خدوخال وہ دیں، جیسے وہ کہیں اس کے مطابق بجٹ کو تیار کیا جائے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ نیشنل اسمبلی کوئی بجٹ بنا سکتی ہے لیکن نیشنل اسمبلی directions دے سکتی ہے۔ نیشنل اسمبلی line دے سکتی ہے۔ نیشنل اسمبلی یہ بتا سکتی ہے کہ ہمارا بجٹ کیسا ہونا چاہیے۔ اس کے لئے pre-budget سیشن ہوں۔ اس دفعہ ہمارے وزیرخزانہ نے بجٹ کے متعلق ہم سے، فنانس کمیٹی سے کوئی تھوڑی سی گفتگو کی تھی لیکن اس میں بھی بہت سی reservations تھیں۔ اس میں بھی بہت سی چیزیں ایسی تھیں جو بجٹ سے پہلے disclose نہیں کر سکتے تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ اچھا قدم تھا کہ انہوں نے consult کیا لیکن صرف فنانس کمیٹی نیشنل اسمبلی اور سینیٹ سے یہ کام نہیں چلے گا۔ میں یہ چاہوں گا کہ یہ pre-budget session وہاں پر بھی ہو اور یہاں بھی ہو۔ کہیں سے بھی کوئی اچھی بات اگر مل جائے، کہیں سے بھی کوئی اچھی بات آجائے تو گو ہمارا دخل بجٹ بنانے میں یا پاس کرنے میں نہیں ہے لیکن ہم تجاویز تو دے سکتے ہیں کہ اس دفعہ ایجوکیشن کے لئے آپ کی یہ کمزوری تھی، health کے لئے آپ کی یہ کمزوری تھی آئندہ debt service کے لئے آپ اس میں زیادہ رقم مختص کریں۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ pre-budget sessions ہونے چاہئیں اور اس pre-budget session کے جو بھی فیصلے دیئے جائیں اس کے مطابق بجٹ کی تشکیل کی جائے۔

دوسری بات جناب والا میں یہ کرنا چاہوں گا کہ فنانس بل کو اگر آپ آج بھی دیکھیں تو اڑھائی سو کے قریب amendments ہیں۔ ہم فنانس کمیٹی میں یہ بات وزیر خزانہ کے نوٹس میں لائے تھے کہ پچھلے سال کے بجٹ میں 11 statute amend ہوئے تھے ایک فنانس

بل سے 11 statute amend ہوئے تھے۔ یہ بات نہیں ہونی چاہیے صرف وہ دفعات آپ amend کریں جن کا تعلق مالیت سے ہو، جو منی بل بنتے ہیں، جن سے ٹیکس regulate ہوتے ہیں ان کو صرف فنانس بل میں شامل کیا جائے۔ اب ہوتا یہ ہے کہ سی بی آر اپنے اختیارات لینے کے لئے، کسٹم والے بھی اپنے اختیارات لینے کے لئے تمام قسم کے procedural laws اس میں ڈال دیتے ہیں اور وہ اتنے لمبے ہو جاتے ہیں کہ پچھلی دفعہ 11 statute اب جناب 11 statute میں آپ 700 amendments کر دیں گے اور اتنا بڑا حجم ہے اس کا۔ کیا ایک دن میں نیشنل اسمبلی وہ فنانس بل پاس کر سکتی ہے؛ نیشنل اسمبلی کا کوئی ممبر ان ساری amendments کو پڑھ کر، ان کا مطالعہ کرکے، custom act کی پرانی دفعات دیکھ کر، نئی دفعات دیکھ کر، amendments دیکھ کر ہی اس میں کوئی amendment تجویز کر سکتا ہے۔ جناب والا! ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ موجودہ طریق کار کے مطابق یہ ایک بڑا مختصر سا خاکہ بن جاتا ہے اور اس میں چند چیزیں ہی discuss ہوتی ہیں، باقی اسی طرح سے پاس ہو جاتی ہیں۔ میں یہ عرض کروں گا کہ اس میں ایک تو یہ کوشش کی جائے کہ کم سے کم بل لائے جائیں اور اس دفعہ حکومت نے یہ کوشش کی ہے اور وزیر خزانہ نے صرف پانچ statutes اس بجٹ میں amend کئے ہیں۔ وہ پانچ statutes جو amernd ہوئے ہیں، ان میں Custom Act، Income Tax Act, Sales Tax, Finance Act, 1988 میں ترامیم کی گئی ہیں اور کوشش کی گئی ہے کہ اس میں کم سے کم ترامیم ہوں۔

جناب والا! میں آپ سے یہ عرض کروں کہ 1986 میں 11 statute amend ہوئے تھے، 1987 میں 11 ہوئے تھے، 1988 میں 18 ہوئے تھے، 1990 میں 11 ہوئے تھے، 1991 میں 8 ہوئے تھے، 1992 میں 13 ہوئے تھے، 1993 میں 7 ہوئے تھے اور 1994 میں 11 ہوئے تھے، 1995 میں 10 ہوئے تھے، 1997 میں 9 ہوئے تھے، 1998 میں 6 ہوئے تھے، 1999 میں 26 ہوئے تھے، 2000 میں 6 ہوئے تھے، 2002 میں 7 ہوئے تھے اور 2003 میں 11 ہوئے تھے۔ یہ اعداد و شمار اس لئے پیش کر رہا ہوں کہ یہ جو ریت چل نکلی ہے کہ گیارہ گیارہ بل ایک statute میں amend ہوں، یہ ریت ختم ہونی چاہیے اور وہی clauses آپ لے آئیں جو کہ صرف tax کو relate کرتی ہیں اور باقی جو procedural laws ہیں، وہ بھی National Assembly

سے as a Money Bill پاس کروائیے اور ان پر سیر حاصل بحث کروائیے۔ یہ نہیں ہے کہ consideration of the Finance Bill ایک دن کے لئے آخری تاریخ 30 جون کو ہوگی ۔ یہ process شروع ہوا اور پندرہ دن میں ختم ہوا۔ آخری دن میں Finance Bill پیش ہوا اور Finance Bill میں 250 amendments ایک دن میں consider بھی کرلی گئیں اور پاس بھی ہوگئیں اور وہ کمیٹی کو بھی نہیں جائیں گی ، وہاں بھی نہیں دیکھی جائیں گی۔ جناب والا! یہ کیسے ممکن ہے کہ ساری amendments ہاؤس میں آ جائیں۔ National Assembly 340 ممبران کا ہاؤس ہے کیا وہ ایک دن میں اتنی amendments take up کر سکتا ہے۔ اس لئے minimum amendments ہوں اور کم سے کم statutes کو Finance Bill میں شامل کیا جائے۔

جناب والا! اس کے بعد میری تجویز یہ ہے کہ جہاں تک موجودہ system کا تعلق ہے، یہ ایک خوش آئند بات ہے کہ اس میں سینیٹ کو associate کیا گیا ہے اور سینیٹ سے recommendations مانگی گئی ہیں لیکن سینیٹ کی recommendations کے بارے میں ہمیں یہ گلہ ضرور ہے کہ ان کا وہ احترام نہیں ہے جو احترام ہونا چاہیے ۔ سینیٹ کی recommendations کو بھی غور سے اور پوری توجہ سے دیکھا جائے ۔ جناب والا! ہم بھی آج کمیٹی میں بیٹھیں گے، recommendations پر غور کریں گے اور پھر انہیں اس ہاؤس میں پیش کریں گے، پھر ان amendments کو وہاں بھیجیں گے۔ لیکن اگر ہماری تمام amendments کو بیک جنبش قلم ، ایک motion کے ساتھ یا ایک ہی فقرے میں rule out کر دیا جائے تو یہ مناسب نہیں ہوگا کہ upper House کی recommendations کو اس طرح summarily reject کیا جائے۔ upper House کی recommendations کو thoroughly دیکھا جائے، study کیا جائے اور کم ازکم وہاں ایک دن اس بات کے لئے مختص ہو کہ دیکھا جائے کہ سینیٹ کی recommendations کیا ہیں، کیسی ہیں، ان میں کون سی منظور کرنی ہے اور کون سی منظور نہیں کرنی ہے۔

جناب والا! اب میں agriculture کے متعلق عرض کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ اس دفعہ opposition کی طرف سے کہا گیا کہ agriculture کے متعلق زیادہ funds

مہیا کئے جائیں۔ ہماری agriculture کی growth 2.6% ہے جو بہت below the target ہے اور ہماری economy کے لئے بھی یہ کوئی خوش آئند بات نہیں ہے۔ مجھے بعض اوقات یہ خیال کرکے یا دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ اگر east پنجاب نے سارے ہندوستان کے لئے گندم پیدا کر دی اور ان کو خودکفیل بنا دیا تو ہمارے ہاں کیا عوامل ہیں کہ ہم اب بھی گندم ایک million tons کے قریب import کر رہے ہیں۔ یہ ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ اس کے لئے اصل بات تو یہ ہے کہ agriculture کی طرف سابقہ ادوار میں پوری توجہ نہیں دی گئی۔ اگر آپ 5 Year Plan کو دیکھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ 5 Year Plan میں کہیں بھی agriculture کے لئے مناسب اور موزوں allocation نہیں تھی۔ مختلف حکومتوں کی جانب سے پیش کئے گئے بجٹ میں دیکھا جائے تو مناسب اور موزوں رقوم مختص نہیں کی گئی تھیں۔ ریسرچ کے بارے میں دیکھا جائے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ research کے لئے رقوم تو مختص کر دی جاتی ہیں لیکن ان کی contribution ہمارے ہاں وہ نہیں ہے جو کہ دوسرے ممالک میں ہے۔ ہمارے ساتھ والے مشرقی پنجاب میں varieties زیادہ آ جاتی ہیں لیکن ہمارے ہاں وہ varities introduce نہیں ہوتیں اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ agriculture پر زیادہ توجہ دی جائے لیکن ہم دوسرے sectors کو زیادہ ترجیح دے رہے ہیں، ہاؤسنگ کو دے رہے ہیں، communications کو دے رہے ہیں، ریلوے کو دے رہے ہیں۔ جناب والا! یہ آپ کا GDP improve نہیں کریں گی۔ یہ productive خرچے نہیں ہیں۔ Productive خرچہ agriculture کے لیے ہے۔ اگر آپ productive خرچہ کریں گے تو کل آپ کو اس کا dividend ملے گا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ان پر خرچ نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ بھی لوگوں کی سہولت کے لیے ضروری ہیں لیکن priority اور زیادہ خرچہ agriculture کی طرف آنا چاہیئے یہ آپ کا GDP improve کرے گا، آپ کے resources improve کرے گا، یہ آپ کے foreign debts liquidate کرنے میں امداد دے گا۔ اس لیے زراعت پر زیادہ توجہ دی جائے اور اس کو جناب والا! زیادہ مؤثر اور زیادہ مفید بنایا جائے۔ جناب والا! ہماری پوزیشن یہ ہے ----

جناب چیئرمین: وقت کا خیال رکھیئے۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: یہ تو بہت اہم تقریر ہے۔

جناب چیئرمین: میرا فرض ہے کہنا' آگے آپ کی مرضی۔

سینیٹر چوہدری محمد انور بھنڈر: میں کوشش کروں گا۔ جناب والا! کاٹن کے متعلق جو agriculture میں شامل ہے۔ ۲۰۰۰-۱۹۹۹ء میں ہم کاٹن میں ۱۱۲۴۰ پر تھے۔ ۲۰۰۱-۲۰۰۰ء میں ہماری پیداوار minus 4.5% پر آ گئی۔ پھر ۲۰۰۲-۲۰۰۱ء میں 10618 رہ گئی' minus 1.1% پر آ گئے کاٹن میں بھی کمی ہوئی۔ اسی طرح rice میں 5156 ہزار ٹن تھے۔ یہ ہم 2002-2003 میں 4478 پر آ گئے۔ اس کی بھی پیداوار کم ہو گئی wheat بھی کم ہو گئی۔ Yield بھی ہماری کم ہے کیا وجوہات ہیں؟ جناب کیا وہ عوامل ہیں کہ ہماری production بھی کم' ہماری yield per acre بھی کم ' اور پھر ہم کہتے ہیں کہ agriculture sector جو ہے اس پر 2.6% دیا ہے۔ہماری 2.6 ہو اور yield بھی ہماری کم ہوتی جائے تو جناب اگر زرعی ملک ہوتے ہوئے پاکستان وہ زراعت میں ترقی نہیں کرے گا اور اس کی concentration نہیں ہوگی تو میں سمجھتا ہوں کہ ہماری economy develop نہیں ہوسکتی اور ہماری تمام تر توجہ agriculture کی طرف ہونی چاہیئے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ agriculture subsidy کو بڑا oppose کیا جاتا ہے۔ سارے ممالک subsidy دیتے ہیں۔ WTO کا بڑا اہم مسئلہ ہے کہ subsidy دی جائے یا نہ دی جائے۔ وہ اپنی agriculture کو subsidise کرکے دوسرے ممالک کو food مہیا کرتے ہیں لیکن ہم کہتے ہیں کہ subsidy نہ دیں خواہ ہمیں باہر سے import کرنا پڑے۔ جناب والا! مجھے اس منطق کی سمجھ نہیں کہ subsidy نہ دیں' باہر سے import کرلیں اور ادھر وہ subsidy دیں اور ہمیں export کریں اس منطق کو کم از کم دیکھا جائے کہ یہ کیوں ہے اور یہ نہیں ہونا چاہیئے۔ جناب ہم export کریں۔ ایک وقت تھا کہ ہم export کرتے تھے۔ شاید ایک آدھ سال آیا تھا لیکن ہمیں مستقل طور پر wheat اور food products کو زیادہ export کرنا چاہیئے۔

جناب والا! points بہت ہیں۔ زرعی ترقیاتی بنک کا جو mark up ہے وہ 4% پر ضرور آنا چاہیئے۔ اگر دوسرے بنک دے سکتے ہیں تو یہ بنک کیوں نہیں دے سکتا۔ یہ تو صرف agriculturist کے لیے ہے اور agriculturist کے لیے تو relief ملنا چاہیئے۔ subsidy دینا

پڑتی ہے تو دی جائے لیکن اگر دوسرے بنک 4% پر آ گئے ہیں تو یہ Agricultural Development Bank 4% پر کیوں نہ آئے۔ جناب! اسی طرح water sector ہے۔ Water sector کے لیے بہت کچھ رکھا گیا ہے اور improve کرنے کے متعلق کہا گیا ہے لیکن جناب والا یہ پھر بھی کم ہے۔ میں یہ عرض کروں گا کہ ڈیم بنیں، ضرور ڈیم بنیں، چھوٹے ڈیم بھی بنیں، پانی کی فراہمی بھی ہو، agriculture کی ترقی تب ہوگی جب ڈیم بنیں گے۔ اس لیے ان ڈیموں کو ضرور بننا چاہیے۔

جناب میرا اگلا point ہے foreign debts کے بارے میں اور جناب نے دیکھا ہے کہ ہماری economy کئی سال سے------ ، بلکہ اب دو ارب ڈالر ہم نے واپس کیا ہے لیکن ہم نے 98-1997 میں principal اور interest جو ہے وہ 1623.198 دیا تھا لیکن 2002-2003 میں 793.91 اور 621 یہ principal interest ہے۔ یہ payment میں کمی آئی ہے۔ ہماری payment جو 1997-1998 میں تھی وہ نہیں رہی ہے۔ ہونا یہ چاہیے کہ ہر سال میں debt repayment کے لئے، اب debt repayment کے لئے کوئی grant نہیں ہے۔ debt repayment کا اس بجٹ میں کوئی پروگرام نہیں ہے۔ یہ بتایا نہیں گیا ہے کہ یہ debt repayment کب تک ہو جائے گی؟ کیسے ہو جائے گی؟

جناب والا! میں عرض کروں گا کہ privatization کا روپیہ سارا debt repayment میں جانا تھا لیکن سابقہ حکومتوں نے بھی نہیں بھیجا اور وہ ادہر ادہر چلا گیا۔ اس لئے ہماری debt repayment بہت سست ہے۔ اب جناب، میں مقروض ہوں۔ میرے حساب کے مطابق اس وقت تقریباً 16 ہزار کا ہر شہری مقروض ہے۔ جناب والا! اگر یہ حالات ہوں تو ہم نے اس کو کیسے repay کرنا ہے۔ اچھی بات ہے کہ موجودہ حکومت نے ۲ ارب سے اس بوجھ کو کم کیا ہے لیکن ہمیں ایک strategy بنانا ہے۔ ہم اپنی ساری فالتو زمینوں کو بیچیں، خواہ یہ ریلوے کی ہوں یا کسی اور کی ہیں۔ ایک fund create کریں اور اس میں چندے بھی لیں۔ اس میں privatization کا پیسہ بھی ڈالیں۔ ان تمام unproductive assets کو بھی اس میں ڈالیں۔ ان تمام چیزوں کو شامل کرکے یہ debt repay کریں۔ جناب والا! اگر ہم نے یہ کام کر لیا اور اگر کسی وزیر اعظم نے یہ کام کر لیا تو ۵ یا ۶ سال میں ہمارا قرضہ ادا ہو سکتا

ہے۔ ہمیں یہ کوشش کرنی ہے، ہماری پلاننگ یہ ہونی چاہیے کہ ہمیں کسی صورت foreign debt سے نجات ملے۔ اگر ہمیں foreign debt سے نجات نہ ملی اور آنے والی نسلیں اسی طرح debt کے تحت چلتی رہیں تو پاکستان کی economy کبھی بھی flourish نہیں ہو سکتی۔ کیا ہی اچھا ہو کہ یہ قرضہ ختم ہو جائے۔

جناب والا! قرض لینے کے وقت سینیٹ کا کیا دخل ہے اور کیا دخل ہے نیشنل اسمبلی کا جو بھی وزیر اعظم آیا یا جو بھی وزیر خزانہ آیا انہوں نے negotiate کر کے قرضہ لے لیا۔ اپنے بجٹ کو balance کر لیا یا ادائیگیاں کر لیں۔ کہاں ہے عوامی نمائندگی اور اس کا کیا دخل ہے عوامی نمائندگی سے کیا کسی نے کبھی پوچھا ہے کہ ہم نے یہ قرضہ لینا ہے؟ سوائے اس بات کے کہ اگلے بجٹ میں یہ آجائے کہ آپ کا قرضہ اتنا بڑھ گیا ہے۔ وزیر اعظم اور وزیر خزانہ چلے جاتے ہیں لیکن یہ قرضے قائم رہتے ہیں۔ یہ عوام نے ادا کرنے ہیں۔ آنے والی حکومتوں اور عوام نے ادا کرنے ہیں۔ اس لئے ان کا ایک system اور strategy ہونی چاہیے اور اس مقصد کے لئے نیشنل اسمبلی اور سینیٹ کو بھی confidence میں لینا چاہیے۔ میری یہ تجویز ہے کہ کم از کم سینیٹ کی فنانس کمیٹی کو confidence میں لے کر یہ transactions کرنی چاہئیں۔ ہمارے یہ قرضے ایک آدمی یا دو آدمیوں کی صوابدید پر نہیں بڑھنے چاہییں۔

جناب والا! مجھے وقت کی پابندی کا خیال ہے۔ میرا وقت ختم ہو سکتا ہے۔ ہمیں money generate کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ productive خرچے کرنے چاہئیں اور unproductive خرچے بہت کم کرنے چاہئیں۔ جناب والا! میں ایک تجویز اور پیش کرنا چاہتا ہوں۔ کافی دیر سے یہ تجویز تو میرے ذہن میں آتی رہی لیکن پھر بھی یہ میں پچھلے بجٹ یا اس سے کبھی پہلے بجٹ میں بھی پیش نہیں کر سکا کہ پینشن کا بجٹ پر بہت بوجھ ہے اور یہ بوجھ ہمیشہ اور ہر حکومت کے لئے رہا ہے۔ جس میں یہ تجاویز بھی دی گئیں کہ اس کو بڑھایا جائے۔ میں اس کی مخالفت کے لئے عرض نہیں کر رہا ہوں لیکن جناب والا! میں یہ عرض کروں کہ جو ملازمین اس وقت موجود ہیں ان کو تو آپ touch نہیں کر سکتے کیونکہ وہ ایک understanding کے تحت آئے تھے کہ ہم نے ۶۰ سال تک سروس کرنی ہے اس کے بعد ہماری یہ پینشن ہو گی۔ اب جناب والا! پینشن کا کیا ہوتا ہے؟ اگر کوئی آدمی فوت ہو جاتا ہے تو پھر اس کی بیوہ کو، پھر

اس کی بیوہ نے فوت ہونا ہے، پھر اس کے چھوٹے بچوں کو ملتی ہے۔ اس کے فوت ہونے کے بھی ۶۰ سال بعد چلتی رہتی ہے۔ جناب والا! یہ خزانے پر بوجھ ہے۔ آپ اب contract کر رہے ہیں آپ ۲ یا ۳ سال کا contract دے رہے ہیں لیکن اس contract کو بھی ختم کیجیئے۔ بے شک regular appoint کیجیئے لیکن یکم جولائی 2004 سے تمام سرکاری ملازمین کو non pensionable post بنائیے۔ سرکاری ملازمت میں آنے کے لئے لوگ بہت تیار ہیں اور ہم پر بڑا pressure ہے، اس بات کا کہ ہمیں ملازمت دلوائیں۔ اگر آج یہ کہا جائے کہ سرکاری ملازمت میں آجاؤ اور تنخواہ نہ لو تو پھر بھی بہت سے لوگ تیار ہو جائیں گے کہ ہمیں سرکاری ملازمت چاہیے۔ اگر اس کو non-pensionable بنایا تو ,sir اگلے 20 سال تک حکومت کا یہ بوجھ یا ہمارے بجٹ پر بوجھ کم ہو سکتا ہے، اس تجویز پر بھی غور کر لیا جائے۔ ,Sir عام آدمی، ایک وکیل ہے، ایک دکاندار ہے، ایک ڈاکٹر ہے، ,sir وہ بھی 60 سال کا ہوتا ہے، اس کے بعد government نے اس کو کوئی facility نہیں دی، اس کے بعد government نے کوئی security نہیں دی کہ ہم آپ کے لئے یہ pension مقرر کرتے ہیں یا تو سب کی pension مقرر کر دیجیئے، سب کی 60 سال کے بعد ,senior citizen ہر ایک کو pension ملے۔ ٹھیک ہے ,sir پھر خزانے کا بوجھ کہاں سے کہاں جائے گا، یہ آپ کر نہیں سکتے۔ جناب! اس لئے میں یہ عرض کروں کہ یہ discrimination ہے اس لئے کہہ رہا ہوں کہ 60 سال کے بہت سے لوگ ہوتے ہیں جو عام آدمی بھی ہوتے ہیں، اس لئے اس بات پر بھی غور کر لیا جائے تاکہ بجٹ کے بوجھ کو کم کیا جائے۔ اس کو non-pensionable بنانے میں پچھلوں کا نہیں کہہ رہا، آپ پچھلوں کو pension دیں گے جب تک ان کے contracts ہیں، وہ honour ہوں گے لیکن آئندہ کے لئے آنے والے کو یہ معلوم ہو کہ 1st of July سے جو آ رہا ہو، pensionable نہیں ہے تو پھر اس کے لئے کوئی حرج نہیں ہوگا، جی چاہتا ہے تو آئے، جی چاہتا ہے تو نہ آئے۔ یہ کوئی discrimination ایک وکیل کے لئے، ایک ڈاکٹر کے لئے اور ایک service man کے لئے نہ ہو کہ service man اپنی موت تک ساری facilities enjoy کرے اور دوسرا آدمی جو پاکستان کا citizen ہے، اس کو کوئی facility حاصل نہ ہو۔

جناب والا! آخر میں، میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے میری گزارشات کو مجھے پیش

کرنے کا موقع فراہم کیا۔ جناب والا! میں آخر میں سب سے اور سب political parties سے appeal کرنا چاہتا ہوں کہ اختلاف رائے موجود ہے، موجود ہونا چاہیے، نشاندہی ہونی چاہیے اور ہمیں یہاں پر بہت سی اچھی تجاویز بھی ملتی ہیں، اچھی discussion بھی ہوتی ہے، بڑی valuable باتیں بھی ہوتی ہیں اور ہم ان کی قدر کرتے ہیں لیکن sir, معاملہ پاکستان کو بنانے، پاکستان کو چلانے، پاکستان کی بقاء اور عوام کی بہتری کا ہے۔ sir, اگر ہم نے مل جل کر کام نہ کیا تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ مقصد حل نہیں ہو سکے گا اور اس شعر پر ختم کرتا ہوں۔

نہ یہ بن سکے گی ملت، نہ ہی چمکے گا ستارہ
جب مل کے ہم نے اس کو نہ سنبھالا نہ سنوارا

Thank you sir.

Mr. Chairman: Mr. Asfand Yar Wali.

سینیٹر اسفند یار ولی: شکریہ جناب چیئرمین! سب سے پہلے میں آپ کی توجہ اس طرف مبذول کراؤں کہ کوئی 24-23 ہمارے وفاقی وزراء ہیں، ایک ہی وزیر بابر غوری صاحب یہاں بیٹھے ہیں، باقی یہ کم از کم آ تو گئے ہیں، یہ بھی ہم پر احسان ہے کہ ایک ہی بابر غوری 24 میں سے آئے۔ Sir, آپ سے اتنی request ہے اور Leader of the House کی request بھی ٹھیک ہے، دونوں sessions چل رہے ہیں لیکن ان 24 میں سے تین چار وزیر یہاں آئیں تو ہم government کے مشکور ہوں گے۔

سینیٹر وسیم سجاد: غوری صاحب 10 کے برابر ہیں تو ان کو 10 سمجھا جائے۔

سینیٹر اسفند یار ولی: جناب چیئرمین! یہ بات نہیں ہے کیونکہ وہ senator ہیں، senator کی حیثیت سے بیٹھے ہوئے ہیں اور یہ ایک اور دس کی بات ہمیں بعد میں سمجھا دیں کہ کس context میں انہوں نے بات کی ہے۔

جناب چیئرمین! آج تمام ان لوگوں کے لئے جو حقیقت میں اس ملک کو خوشحال وفاق دیکھنا چاہتے ہیں جو حقیقت میں اس ملک کو in letter and spirit ایک federation دیکھنا چاہتے ہیں، جناب چیئرمین! افسوس کا مقام ہے کہ آج ایک مرتبہ پھر ہم یہاں Senate میں اور

National Assembly میں ایک ایسے بجٹ پر discussion کرنے جا رہے ہیں جو NFC Award کے بغیر ہوا۔ اس کے آگے affects آئیں گے۔ شاید آپ کی نظروں سے گزرا ہو کہ آج صبح News اخبار پڑھ کر میں تو بالکل کانپ گیا کہ 18 تاریخ کو ہمارے صوبے میں بجٹ سیشن بلایا گیا ہے اور صوبائی حکومت seriously یہ consider کر رہی ہے کہ اپوزیشن کو اعتماد میں لے اور وہ بجٹ سیشن postpone کر رہے ہیں which I feel it is unprecedented in the history of this country اور اگر خدانخواستہ ہماری صوبائی حکومت اس پر مجبور ہوتی ہے کہ وہ اپنا budget session ختم کر دیتی ہے تو اس کے جو مضمرات ہوں گے

I would like people sitting on that side of the aisle, I would like you and I would like people of Pakistan to bring over it.

اگر آپ جنرل مشرف صاحب کے 7 points بھی اٹھائیں کہ جی sense of alienation ہے چھوٹے صوبوں میں ، چھوٹے صوبوں میں احساس محرومی ہے۔ ہم harmony چاہتے ہیں۔ جناب چیئرمین! یہ harmony ہے، کیا harmony اس طریقے سے آتی ہے کہ یہاں بیٹھ کر you start dictating to Quetta, you start dictating to Karachi, you start dictating to Peshawar and you start dictating to Lahore. کتنی مرتبہ ہمیں کہا گیا کہ جی بس کل آ رہا ہے، NFC Award پرسوں آ رہا ہے NFC Award ' کل آ رہا ہے ' پرسوں آ رہا ہے' اسے آتے آتے دیر لگ گئی، ہم تو نظارہ دیکھتے رہے کہ کہاں سے دھول اٹھے گی اور NFC Award آتا ہو گا' .NFC Award did not turn up جناب چیئرمین! آج بہت تصویریں چھپیں کہ واپڈا کا چیف پشاور گیا اور ہمارے چیف منسٹر صاحب کو ایک چیک دیا ہے کہ یہ اتنا پیسہ ہے۔ ایک بات جو مجھ جیسے عام political worker کو چبھتی ہے وہ یہ ہے کہ سپریم کورٹ کے decisions جو ہم کو suite کرتے ہیں، ان کو تو ہم honour کرتے ہیں اور اگر سپریم کورٹ یہ فیصلہ دیتی ہے کہ جنرل پرویز مشرف تین سال کے لئے ہو تو ہم کہتے ہیں بس اب کسی نے کوئی بات نہیں کہنی ، حرف آخر ہے سپریم کورٹ نے کہہ دیا۔ اگر سپریم کورٹ کہتی ہے کہ جنرل مشرف کو آئین میں ترمیم کی اجازت ہے تو کہا جاتا ہے چپ' سپریم کورٹ کا فیصلہ آ گیا ہے' حرف آخر ہے' جنرل پرویز مشرف صاحب کے پاس اختیار ہے۔

میرے خیال میں میرے پیچھے جو علماء اکرام بیٹھے ہیں یہ کم از کم میری اس بات کی گواہی دیں گے کہ یہ میرا اختیار نہیں کہ میں نے قرآن شریف کی کون سی آیت کو ماننا ہے اور کونسی کو نہیں ماننا، میں نے ماننا ہے تو قرآن کے پورے تیس کے تیس پارے مانتے ہیں۔ آج ہم پر رعب تو ڈالا جاتا ہے کہ واپڈا نے پیسے دیئے۔ جناب چیئرمین ! اس وقت سپریم کورٹ کا ایک decision آیا جس وقت ہمارے ساتھ یہ کھیل کیا گیا کہ آئین سے کس طرح باہر نکلیں، فیصلہ جب net profits پر آیا تو مرکز نے یہ سلسلہ شروع کیا کہ بجائے اس کے کہ basic price of electricity increase ہو ۔ یہ additional surchage اور پتا نہیں کتنے قسم کے surcharge میرے صوبے میں لگے کہ یہ Senators بیٹھے ہیں پھر لوگ سرتاج عزیز صاحب کو سرچارج عزیز صاحب کہنے لگے اور پھر سرتاج عزیز صاب نے یہ فیصلہ کیا کہ

surcharge and additional surcharge will not be taken into consideration when the net profits for the province are being calculated, we, the provincial government then went to the Supreme Court. The Supreme Court gave us a decision that additional surcharge and surcharge will be taken as a part of the basic price of electricity, it will be taken into consideration when net profits for the province are being calculated.

جناب چیئرمین ! آج تک سپریم کورٹ کے اس فیصلے پر عمل کرنے کی ہمت ہماری حکومتوں کو نہیں ہوئی اور میں آپ کو ساتھ ساتھ یہ بھی بتاتا چلوں کہ اگر آپ surchargeand additional surcharge کو سپریم کورٹ کے فیصلے کے مطابق آج calculate کرتے ہو تو WAPDA owes my province above 17 billion rupees. میرے صوبے کی جو مالی حالت ہے وہ آپ کو پتا ہے۔ اگر ہماری مالی حالت خراب نہ ہوتی تو آج ہماری صوبائی حکومت اس پر مجبور نہ ہوتی کہ وہ بیٹھ کر یہ سوچے کہ آیا ہم نے بجٹ اجلاس کرنا بھی ہے کہ نہیں۔

شہباز شریف کے بارے میں سپریم کورٹ کا decision آیا اس کو اٹھا کر

it was put into a waste paper basket, why? Mr. Chairman, I want to make it absolutely clear on the floor of the House, if they have the right to

decide on which decision of the Supreme Court they are going to accept and which they are not going to accept then we, sitting on this side of the aisle have every right to decide which decision of the Supreme Court we will accept and which we will not.

جناب چیئرمین! ہر مرتبہ اٹھ کر ہم چلاتے رہتے ہیں

tobacco is the only crop, the only agricultural crop on which excise duty has been levied by the Federal Government. I produce 95 % of the tobacco of Pakistan. Sir, last year

ابھی تو season چل رہا ہے اس کی calculations تو کہیں اکتوبر، نومبر میں ہوں گی ، پچھلے
سال تمباکو کی excise duty پر وفاقی حکومت کو 38 ارب روپے ملے which was more than
my total provincial budget تو اگر ہم یہ کہتے ہیں کہ باقی کسی زرعی crop پر excise
duty نہیں تو پھر اگر میری ایک زرعی crop ہے اس پر excise duty کیوں ہے؟ Why
cannot the income of my agricultural crop go to my province? پھر کبھی لوگ
ہمیں ایک طعنہ دیتے ہیں ، کبھی دوسرا طعنہ دیتے ہیں۔ ہم آج پھر demand کرتے ہیں there
are two ways یا تو کاٹن پر بھی central excise duty لگاؤ ۔ and let that go into the
divisible pool.rice پر بھی لگاؤ central excise duty, let that go to the divisible
pool, wheat پر لگاؤ let that go to the divisible pool پھر میرے تمباکو پر بھی لگاؤ let
that go to the divisible pool اور اس میں سے ہر ایک صوبے کو اپنا حصہ ملے لیکن اگر
باقی صوبے اپنی agricultural products کی income خود لے رہے ہیں میری income
آپ اٹھا کر divisible pool میں ڈال رہے ہیں ، یہ میرا خیال ہے ہمارے ساتھ زیادتی ہے ۔
ساتھ ساتھ میں یہ بھی point out کر دوں I hope someone here will take note of it.

(interruption)

Mr. Chairman: Please don't interrupt. Let him speak.

سینیٹر اسفند یار ولی۔ کتنے budgets آئے، جب سے یہ حکومت آئی ایک بندہ اٹھ کر since 1999, MI کے بعد میرے پورے صوبے میں ایک mega project کوئی مجھے اٹھا کر بتا دے، am I not a part of Pakistan? Do I not belong to this country? Why? اور پھر جب ہم گلہ کرتے ہیں تو لوگوں کو برا لگتا ہے۔ جناب چیئرمین! اس ملک میں problem یہ ہے۔ کل کافی دوست NAB کے بارے میں بات کر رہے تھے کہ NAB سے پیسے کھاؤ، NAB کے پیسے کھاؤ، NAB کے پیسے کھاؤ۔ NAB جو کچھ deliver کر رہا ہے حکومت کو اتنا ہم میں سے کون deliver کرسکتا ہے جو ہم جا کے NAB کے پیسے کاٹیں۔ Sir, I feel the time has gone. اس دن وسیم سجاد صاحب with all due respect to him because his younger brother was my class fellow and I have all the respect for his elder brother, انہوں نے ایک بات کہی، بڑے ادب سے میں انہیں request کروں گا کہ let us differenciate between legalities and moralities. Legalities اپنی جگہ moralities اپنی جگہ، our problem is that since inception we have given a damn and I am sorry to use that word that we have been given a damn for moralities. ہم صرف legalities میں پڑے ہوئے ہیں کہ جی rules دیکھو اس میں opposition کے پاس چیئرمینی نہیں ہے۔ یہ نہیں ہے rules میں، ایک روایت تھی اس ہاؤس میں morally, then you should have followed that. یہ بھی کہتے ہیں، روایت اچھی اس لئے تھی کہ آپ کی سیٹ پر وہی وسیم سجاد صاحب بیٹھا کرتے تھے and he was the one who played his role and tried to accommodate the opposition into the process and that is the only way you can accommodate it. He will bear me out. We were a part of last government. We were sitting on the government benches.

ہمارے ممبرز Standing Committees کے Chairperson بنے۔ میرا خیال ہے ہمارے قاضی انور صاحب Privilege Committee کے چیئرمین تھے، we resigned from

government and came into the opposition. Qazi Anwar still remained the

Chairman of the Standing Committee on Privileges تو ایک ایسی روایت تھی

جناب چیئرمین ! ایک اچھی روایت تھی اور پھر coming on to moralities and legalities,

how did we form the present government. Legally تو یہ آپ نے ٹھیک کیا کہ

patriots کا نام دے کر ایک political party کو آپ نے توڑا۔ Morally was that

correct? کیا morally یہ صحیح تھا کہ ان لوگوں کو لا کے cabinet میں بٹھاؤ جن پر آج بھی

NAB میں مقدمے چل رہے ہیں۔ کہا جاتا ہے آپ بجٹ پر بات کریں۔

This is all the political situation in the country is, what is going to be whether you can implement this budget or not because if you do not have political stability, you cannot go forward and let me once again emphasize for political stability, you need politically stable people. You cannot have, under any circumstances, political stability if your people start campaign from on place to another. You need politically stable people so that you can have political stability.

اب legalities اور moralities, میں اپنے ان ساتھیوں سے بڑے ادب سے عرض

کروں گا کہ جب وسیم سجاد صاحب elect ہو رہے تھے Leader of the House تو کیا ان کو

جتنے ممبر support کر رہے تھے کیا یہ ایک ہی symbol پر آئے تھے؟ یہاں محمد علی درانی

صاحب مجھے نظر آ رہے ہیں'

he did not contest on that same symbol, Babar Ghauri did not contest on that symbol because, he, Wasim sahib enjoyed the support of the majority of the members of the House, therefore, he became the Leader of the House irrespective of whether they had contested on one symbol, two symbols, three symbols or four symbols.

میں یہیں پر اپنی بات ختم کر دوں کہ وہ جو کہتے ہیں whatever is the good for the

goose is good for the gander. That is all right on that point.

ایک بڑا اہم مسئلہ جو ہمیں آن پڑا ہے کہ اگر آپ میرے صوبے کے borders پر آئیں تو پنجاب کے ساتھ تو میں D.I.Khan میں connected ہوں' خیرآباد میں ' میں connected ہوں ' خوشحال گڑھ میں ' میں connected ہوں ۔ ریل سے بھی روڈ سے بھی ۔ ایک بدقسمتی ہماری جناب چیئرمین! بلوچستان سے میں ریل سے link نہیں ہو سکتا ۔ آج for your information sir, کوئٹہ پشاور کے لئے پی آئی اے ہفتے میں صرف ایک flight چلا رہی ہے ۔ the only road is the Jundolaro road اس کی آج کل جو حالت ہے اسے کوئی استعمال کر نہیں سکتا ۔ اس میں میرا خیال ہے کوئی کفر کی بات نہیں ہوگی اگر ہم یہ مطالبہ کریں کہ پشاور ، کوئٹہ ' اگر کراچی پشاور روزانہ فلائیٹ ہوسکتی ہے

even on every alternative day that route could be easily made Peshawar, Quetta, Karachi and Karachi, Quetta, Peshawar and come to us

اور ایک we have requested through the Standing Committee, the Minister for God's sake, Zhob to D.I. Khan road یہ روڈ ہمیں دے دیں ۔ آج فاٹا میں اگر ایک problem ہے ۔ فاٹا کے لوگ یہاں بیٹھے ہیں ۔ یہاں میرے صوبے کے لوگ بھی بیٹھے ہیں ۔ ایک عجیب مسئلہ انہوں نے فاٹا کے ساتھ کیا ہے ۔ اگر ایک ایجنسی سے دوسری ایجنسی میں آپ نے جانا ہے تو there is no road connecting one agency to another مہمند ایجنسی والوں نے جناب اگر خیبر ایجنسی جانا ہے ۔ they have got to come to Peshawar and then go back to the Khyber کیا تباہی ہوگی جناب! اگر فاٹا سے ایک سڑک شروع ہوکر directly through FATA وہ جا کر وزیرستان پہنچے ۔ why not تو یہ بلوچستان اور میرے صوبے سے لنک' اگر میں اپنے صوبے کا نام لوں پختونخواہ تو لوگ غصے ہوتے ہیں حالانکہ تم پیار میں ایک دوسرے کو بہت کچھ کہہ لیتے ہو ۔ ہم اگر اپنے صوبے کو پختونخواہ کہیں I think we are within our rights

جناب چیئرمین، خان صاحب! وقت کا ذرا خیال رکھیں ۔ وقت کا خیال رکھیں ۔

سینیٹر اسفند یار ولی: ٹھیک ہے جناب - بس دو ہی main points ہیں - کل پھر ان کی ایک کالاباغ اور بھاشا ڈیمز and I am happy that Nisar Memon Sahib is here پر statement آئی - جناب! سال ۱۹۸۶ء میں جب ضیاء الحق صاحب کی حکومت تھی اور میرے صوبے میں جنرل فضل حق گورنر تھے - اس وقت سے پختونخواہ ' سندھ اور بلوچستان' تینوں نے متفقہ قراردادیں پاس کرنی شروع کیں کہ کالاباغ ڈیم نہ بناؤ - ۸۶ء سے لے کر آج تک آپ اندازہ لگالیں کتنا عرصہ گزر گیا جناب چیئرمین! کل نثار میمن صاحب کی اخبار میں سٹیٹمنٹ آئی کہ

Kalabagh will give you 6.1 million acres feet of water, Bhasha will giveyou 7.3 million acres feet of water. Kalabagh 3600 Megawatt of electricity, Bhasha will give you 4500 Megawatts of electricity.

اب ۸۶ء سے ہم چلا چلا کر کہہ رہے ہیں کہ اس ملک کو اگر پانی کا مسئلہ ہے تو جاکر بھاشا بنا دو - کیوں کالا باغ ڈیم کو اتنے وقت انا کا مسئلہ بنائے رکھا ہے ؟ Who is responsible for it.

If they had listened in 1986, Bhasha would have been completed by the year 2000 آج بھی میں کہتا ہوں کہ خدا کے لئے کالاباغ کو ego کا مسئلہ نہ بناؤ - بڑے اٹھ کر ہمیں یہاں resolutions پر لیکچرز دیئے جاتے ہیں - اس ملک کے تین صوبے this is the House that represents the provinces of Pakistan, the federating units of Pakistan تین صوبے اس ملک کے ایسے ہیں جن کی قرار دادیں کالاباغ ڈیم کے خلاف unanimous قرار دادیں پڑی ہیں - For God's sake what is the message that you are giving to the people.

جناب! آخری نکتہ میں and with your indulgence پانچ منٹ اگر آپ دے سکیں - جس دن Finance Bill پیش ہو رہا تھا اس دن بھی دو بڑے عجیب سے واقعات یہاں ہوئے - میری نظر میں شاید عجیب لگے ہوں - problem یہ ہے نہ وزیرداخلہ یہاں ہے اور نہ ہی مذہبی امور والا ہے - جب وزیرستان پر بحث چلی صفدر عباسی صاحب اور ہمارے وزیر موصوف مذہبی امور کے --،جب انہوں نے ادھر سے یہ کہا کہ کل بھی جو کچھ ہم کر رہے تھے ٹھیک کر رہے تھے

آج بھی جو کچھ کر رہے ہیں ہم ٹھیک کر رہے ہیں - I wish you were here, I would have answered him الفاظ کی ریل پیل تو وزیرداخلہ نے بڑی اچھی کی - آپ کی وساطت سے میں یہ کہوں گا کہ آج اس ملک میں law and order کی کیا حالت ہے - آج تو شیخ رشید صاحب کا بیان آیا کہ کراچی میں بھی جو اس دن کور کمانڈر پر حملہ ہوا ہے یہ لوگ بھی وزیرستان سے آئے ہیں - یہ ہر ایک اخبار میں ہے

Mr. Chairman sir, the problem is that information is never shared. What we are doing with the people of Pakistan, information is never even shared on the floor of this House.

یہاں اس دن اٹھ کے وزیرداخلہ صاحب نے بڑی ڈھٹائی سے کہا کہ وہاں جرگہ ہے وہاں لشکر ہے - ان کا اپنا Secretary Security فاٹا کے لئے ہے Brig (Retd) Mehmood Shah. He is incharge of Security FATA. آج سے دس دن پہلے PTV World پر News Night میں آیا - وہ کہتا ہے کہ پہلے آپریشن میں کچھ لوگ ہم نے گرفتار کئے، کچھ لوگ جو ہم نے جرگہ سے ڈیمانڈ کی تھی اس نے ہمیں hand over کئے - باوجود اس کے now this is what I would like to under line کہ ان میں ایسے لوگ تھے کہ joint investigation team نے ان کو black list قرار دیا لیکن اس کے باوجود ان لوگوں کو ہم نے رہا کیا-

جناب والا! ہماری وہاں جو اپنی customs ہیں اس سے تو آپ واقف ہیں- جرگے والے آدمی کو پکڑ کر حکومت کے حوالے کر دیتے ہیں - اب وہاں تو جرگے نے سب کچھ مول لیا - جو کچھ ہونا ہے وہ تو ہوگا - حکومت والے دوسرے دن even after they have been declared black list they release. اور میں آج بھی challenge کرتا ہوں - آئیے آج وزیرداخلہ اٹھ کر کہہ دے کہ ان بندوں میں کوئی غیرملکی تھا؟ جناب! یہ ایک عجیب مسئلہ ہے جو میری سمجھ میں نہیں آ رہا - اخبار ہم اٹھاتے ہیں تو پناہ دینے والے گرفتار ہو رہے ہیں - پناہ لینے والا کوئی اب تک گرفتار نہیں ہوا - یہ کوئی ہمیں سمجھائے یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ اب آپ کے گھر پر میں پناہ لوں - پولیس آتی ہے آپ کو تو پکڑ لیتی ہے میں نکلا ہوا ہوتا ہوں -

How and why? Those are the questions raised, I would like to put them to

you. That's all. Mr. Chairman. Thank you very much.

(اس موقع پر ڈیسک بجائے گئے)

جناب چیئرمین: جی نثار میمن صاحب۔

سینیٹر نثار احمد میمن: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بہت بہت شکریہ جناب چیئرمین! آپ نے مجھے ملک کے اس اہم موضوع پر بولنے کا موقع دیا اور اس وقت جب کہ بڑی باتیں ہو چکی ہیں، کئی باتیں ہوچکی ہیں مگر کئی سوالات بھی اٹھائے جاچکے ہیں کچھ دانستہ کچھ میرے خیال میں صرف سیاسی وجوہات کی بنا پر۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس معزز ایوان میں ہم چاہیں گے کہ ہر اس سوال پر جو کہ اٹھایا گیا ہے ہم اپنی رائے کا اظہار کریں کیونکہ یہی بات ہے جو کہ جمہوریت کا انداز ہے۔

جناب چیئرمین! مجھے اس بات کی خوشی ہو رہی ہے کہ آج یہ بجٹ ایک elected جمہوری حکومت نے دوسری مرتبہ اس ایوان میں پیش کیا ہے۔ خوشی اس بات کی ہے کہ یہ اعزاز اس حکومت کو حاصل ہے کہ جس نے Finance Bill کو آئین میں ترمیم کرکے سینیٹ میں پیش کیا ہے اور آج ہم اس ایوان میں اس پر بات چیت کر رہے ہیں۔ مجھے معلوم ہے کئی باتیں بجٹ کے متعلق نہیں ہوئی ہیں مگر پھر بھی کم از کم بات ہو رہی ہے اور میں اس کی مبارکباد دینا چاہتا ہوں سب کو، آپ کو، ہمیں اور اس حکومت کو اور خاص طور پر صدر محترم کو جنہوں نے آئین میں تبدیلی کی اور جس سے پارلیمنٹ کی بالادستی ہوگئی ہے۔ اب نظام کام کر رہا ہے۔ اب کوئی شخصی حکومت نہیں ہے۔ شخصیات سے اب بالاتر ہو کر ہم بات کر رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے دوست یہاں پر موجود ہیں۔ رضا ربانی صاحب شاید موجود نہیں ہیں۔ میں ان کو بتانا چاہتا ہوں کہ خدا کے واسطے اس پارلیمنٹ کی توہین نہ کریں۔ آپ اپنی توہین نہ کریں، ہم سب کی توہین نہ کریں جب آپ یہ کہتے ہیں کہ یہ پارلیمنٹ لنگڑی لولی ہے۔ میں اس بات پر بیٹھ کر بحث کرنے کے لئے تیار ہوں۔ کیا یہ دیکھ نہیں رہے ہیں کہ آئین کے تحت ہم بجٹ پر بات کر رہے ہیں۔ پارلیمنٹ کی کونسی بالادستی نہیں ہے کہ اسے لنگڑی لولی کہا گیا ہے۔ خدا کے واسطے اس طرح کے خیالات کا اظہار نہ کریں کیونکہ اس سے ملک کو نقصان پہنچے گا۔

اس سے کسی سیاسی پارٹی کو فائدہ نہیں ہو گا۔

میں سمجھتا ہوں کہ سینیٹ میں جو بحث ہو رہی ہے' اب میں یہ دیکھتا ہوں کہ یہ فائل آچکی ہے اس سے زیادہ پارلیمنٹ کی اور سینیٹ کی بالا دستی کیا ہوسکتی ہے کہ ہم سب نے کل یہ دیکھا کہ resolutions move ہوئے اور تین لیڈروں نے کہا اور ہر طرف سے یہ آواز آئی there was no, no. اس کا مقصد یہ ہے کہ ہم جمہوری روایات قائم کرنا چاہتے ہیں۔ ہم آپ کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتے ہیں کہ اب آپ یہاں پر بھی بیٹھ رہے ہیں۔ پچھلے سال کی طرح نہیں۔ اب آپ سٹینڈنگ کمیٹیوں میں بھی آ رہے ہیں' اپنے سوالات بھی دے رہے ہیں تو انشاء اللہ تعالیٰ یہ جمہوریت ملک کو مستحکم کرے گی' ملک کو مضبوط کرے گی۔ لہذا آتے آتے یہ نہ کہیں کہ حالات ٹھیک نہیں ہیں۔ حالات کیا ٹھیک نہیں ہیں؟ آئیے اس کا ذرا جائزہ لیتے ہیں۔

جب ہم بجٹ کی بات کرتے ہیں تو یہ اقتصادی عمل جو چلا ہے اس پر ہم نے دیکھا ہے کہ ترقی بھی ہوئی ہے۔ تسلسل بھی ہے۔ اس حکومت نے تسلسل جاری رکھا ہے۔ میں آپ کو آج ایک بہت چھوٹی سی مثال دینا چاہوں گا' جب میں economics کے پروفیسر سے بات کر رہا تھا' جب میں اقتصادیات کا طالب علم تھا تو وہاں پر ایک چھوٹی سی چیز پتا چلی جو کہ میں آپ کو بتانا چاہوں گا۔ یہ کہا گیا کہ جب بھی اقتصادی عمل شروع ہوتا ہے اور اس میں جب بھی کوئی ایکشن لیتے ہیں تو وقت درکار ہوتا ہے۔ یہ سکوٹر نہیں ہے کہ آپ نے فیصلہ کیا کہ ٹرن کرنا ہے تو ٹرن ہو جائے گا۔ یہ پانی کے ایک سمندر کی طرح ہے۔ بحری جہاز کی طرح ہے' فیصلہ کرتے ہیں تو اس کو موڑنے میں وقت لگتا ہے۔ اقتصادیات کا عمل چار پانچ سال سے چل رہا ہے۔ اب اس کے نتائج آنا شروع ہو گئے ہیں۔ میں ان کا بھی ذکر کروں گا کیونکہ کچھ ایسی باتیں بھی کہی گئی ہیں کہ نتائج آئے نہیں ہیں۔ بہت سارے نتائج آگئے ہیں۔ میں آپ سے سوالات پوچھتا ہوں کہ بتائیے! دو سال میں خاص طور پر اس بجٹ کے دوران' 2003-04 میں ہم کن حالات سے گزرے ہیں اور پھر میں بتاؤں گا کہ ان حالات کے باوجود ہم نے ترقی کی ہے اور حالات کیا تھے؟ دہشت گردی اس ملک میں چل رہی ہے' آج بھی چل رہی ہے۔ آج آپ دیکھیں کہ پارلیمنٹ کا جس طرح سے تحفظ کیا جا رہا ہے۔ اس سے کیا ظاہر ہوتا ہے کہ ملک میں ابھی دہشت گردی ہے اور اس کو ختم کرنا ہے۔ آئیے اس کو مل کر ختم کریں گے انشا اللہ

تعالیٰ۔

اس کے بعد ہم نے یہ بھی دیکھا کہ سیاسی عمل بھی جاری رہا۔ سیاسی stability اب اس نوعیت پر پہنچ چکی ہے کہ آئین میں جو بھی تبدیلیاں آنی تھیں وہ آچکی ہیں آئین تبدیل ہو چکا ہے۔ آپ کے ہاؤس سے ہوا ہے، دونوں معزز ایوانوں سے ہوا ہے۔ یہ کوئی آسان کام نہیں تھا۔ ہم نے دیکھا ہے کہ نہ صرف سیاسی بلکہ آئینی تبدیلیاں آئیں۔ پھر ہم نے یہ بھی دیکھا کہ پاکستان پر پڑوسی ممالک نے الزام لگائے کہ نیوکلیئر یہاں سے جا رہا ہے اور بہت بڑا عالمی بحران پیدا ہو گیا تھا۔ کیا اس بحران پر قابو نہیں پایا گیا؟ اس حکومت نے سارے ایوان میں بات کر کے اس پر قابو پا لیا ہے۔ یہ ساری چیزیں میں یاد دلانا چاہتا ہوں جو کہ پچھلے cycle میں ہوئی ہیں۔میں یہ بھی بتانا چاہوں گا کہ آپ نے دیکھا کہ سارک کی کانفرنس بھی ہوتی ہے، انڈیا کے ساتھ تعلقات بھی بہتر ہوتے ہیں مگر کیا یہ ساری چیزیں ملک کی ترقی میں آتی ہیں یا نہیں؟ میں سوال پوچھتا ہوں، کل سے میں سن رہا ہوں، میں بڑا حیران ہو رہا تھا کیونکہ میں سیاست میں نیا آیا ہوں۔ میں اس ایوان میں پہلی دفعہ آیا ہوں۔ میں سمجھتا تھا کہ یہاں آکر حقائق پر بات ہوتی ہے مگر یہاں تو صرف سیاست پربات ہوتی ہے تاہم کئی دوستوں نے حقائق بھی بیان کئے ہیں۔ میں ان کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ میرا سوال یہ ہے کہ آج GDP بڑھی ہے یا نہیں؟ چاہے آپ اسے 6.4 نہ کہیں اور یہ کہیں کہ صرف base change ہوا ہے۔تاہم GDP تو پھر بھی بڑھی ہے۔ 6.4 نہیں تو چلیں آپ ایک ، آدھ point کم کر لیں مگر بڑھی ضرور ہے۔ کیا foreign investment آئی ہے یا نہیں ؛ آٹھ سال میں پہلی دفعہ پاکستان میں 1billion dollars آئے ہیں۔ کیا ہمارے پاکستانیوں نے remittances 3.6 million dollars نہیں بھیجیں؛ بھیجی ہیں۔ کیا defence کی capability بڑھی ہے یا نہیں؟ یاد رکھیئے اقتصادیات کے جو بھی شاگرد ہیں، انہوں نے دیکھا ہوگا کہ کوئی ملک تب ترقی کرتا ہے جب وہاں پر سیاسی اور دفاعی stability ہوتی ہے۔ کیا ہمارے دفاعی انتظامات مؤثر نہیں تھے؟ بالکل تھے اور ہم نے ان کو اورمضبوط کیا ہے۔ آپ نے خود دیکھا کہ Missiles Nuclear Program کو آگے لے جایا جا رہاہے۔ کیا ہمیں خارجہ پالیسی میں کامیابی نہیں ہوئی؟ اگر ہمیں کامیابی نہ ہوتی تو آج U.N کی Security

Council کا صدر ہمارا نمائندہ نہ ہوتا۔ اگر ہماری خارجہ پالیسی کامیاب نہ ہوتی تو ہمارے وزیرصحت جو اس وقت ہاؤس سے باہر جا رہے ہیں' وہ W.H.O کے President نہ ہوتے۔ کیا O.I.C میں ہمارے صدر محترم اور ہمارے وزیر خارجہ نے مؤثر کردار ادا کیا ہے یا نہیں کیا؟ ضرور کیا ہے۔ میں پھراس بات پر آتا ہوں کہ کیا dollar کی قیمت جو کبھی 65 روپے اور کبھی 75 روپے رہی ہے کیا اب اس کی قیمت 57,58 روپے پر رکی رہی ہے یا نہیں؟ اس کا مقصد کیا ہوتا ہے۔ آئیے اس پر بھی بات کرتے ہیں مگر خدا کے واسطے یہ دیکھیں کہ ان سارے سوالات کے جوابات نفی میں نہیں ہیں بلکہ ان کے جوابات positive ہیں۔ "ہاں" ' روپیہ stable ہوا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ انہوں نے dollar کی بجائے euro میں حساب رکھا ہوا تھا۔ یہ ذرا بتائیے کہ آپ کے قرضے کس currency میں ہیں' کیا یہ euro میں ہیں؟ نہیں یہ dollar میں ہیں۔ اس لئے آپ euro میں کیا رکھیں گے۔ آپ اپنے روپے اور dollar کا حساب رکھتے ہیں اور یہ انتظام کیا گیا ہے۔ کیا exports بڑھی ہیں یا نہیں؟ 12.5 billion dollar exports بڑھی ہے' یہ 13 فیصد آگے جاتی ہے۔ اس کا مقصد کیا ہوا؟ اس کا مقصد یہ ہے کہ ہماری industry کام کر رہی ہے۔ جب industry کام کرتی ہے تو مزدور کام کرتا ہے۔ کیوں آج کسان کی بات نہیں کی جا رہی ہے؟ میں یہاں کسان کی بات کروں گا کیونکہ میں نے بھی کسانوں کو محنت کرتے دیکھا ہے۔ تاہم مزدوروں کی بات بھی خدا کے واسطے کریں۔ کہاں گئے وہ لوگ جو مزدور کے نام پر اپنی پارٹیاں بناتے تھے ۔ آج ان میں سے ایک نے بھی مزدور کے بارے میں بات نہیں کی ہے۔ یہ وہی مزدور ہیں جنہوں نے پاکستان کی exports کو بڑھایا ہے۔ یہ وہی مزدور ہیں جنہوں نے پاکستان کے لئے کام کیا ہے۔ میں چھوٹے تاجروں اور چھوٹے سرمایہ داروں کی بات کر رہا ہوں۔ میں بڑے سرمایہ کاروں کے بارے میں بھی بات کروں گا۔ یہ وہی بڑے ہیں جو آپ نے پالے تھے اور اب الحمدللہ ان کو آگے system لے جائے گا۔ کیا stock exchange میں 2000 سے 5500 تک points نہیں بڑھے؟ یہ بڑھے ہیں۔ یہ بالکل واضح حقیقت ہے۔ کیا privatization ہوئی ہے یا نہیں جس کے تحت آپ کو 33 billion rupees ملے ہیں۔ وزیر موصوف یہاں نہیں ہیں ورنہ میں ان کو بھی خراج تحسین پیش کرتا کیونکہ یہ سب انہوں نے کیا ہے۔

جناب والا! میں investment کے بارے میں عرض کرتا ہوں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ یہاں کچھ investment کے افسران موجود ہیں۔ کیا investment بڑھی ہے یا نہیں؟ بالکل یہ بڑھی ہے۔18% of GDP جو ہے وہ investment بڑھی ہے۔ اگر کچھ لوگ اچھا کام کر رہے ہیں تو تعریف کرنے کی بجائے انہیں کہا جا رہا ہے کہ آپ نے کچھ نہیں کیا۔ اس ملک میں ہم کب تک negative رہیں گے کیونکہ جب ایک spiral ہوتا ہے اور جب positive spiral ہوتا ہے تو وہ اسے اوپر لے جاتا ہے اور جب negative ہوتا ہے تو نیچے لے جاتا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ میں کچھ باتیں دہرا رہا ہوں تاہم یہ ساری باتیں کرنے کا مقصد یہ ہے کہ میں اپنے سب دوستوں کو positive spiral میں لے جانا چاہ رہا ہوں تا کہ پاکستان کی ترقی ہو۔

جناب والا! کیا ہم نے قرضے واپس کئے ہیں یا نہیں؟ 1.6 billion صرف ADP وغیرہ کو دیئے ہیں۔ باقی کی تفصیل بھی میرے پاس لکھی ہوئی ہے۔ میں ان کے بارے میں کچھ نہیں کہوں گا۔ کیا debt service 50% سے 27% تک ہوئی ہے یا نہیں؟ کیا ہمارا surplus current account, 1.6 billion ہے یا نہیں؟ تو پھر یہ کہنا کہ اقتصادی ترقی نہیں ہوئی ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ پھر بڑا ناجائز ہے اور بالکل غلط اور condemnable بات ہے اور یہ غلط رجحان ہے ' اس سے ملک کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ ہاں! میں جانتا ہوں کہ کسی بھی ملک میں اقتصادی ترقی ہوتی ہے تو اس کے challenges ہوتے ہیں۔ پہلی دفعہ ایسا ہوا ہے کہ بجٹ کے دوران آپ کے وزیر خزانہ نے challenges کا ذکر کیا ہے۔ اس لئے کہ حقائق کو سامنے رکھا جا رہا ہے۔ یہ وہ ملک نہیں ہے' یہ وہ حکومت نہیں ہے جس میں چیزوں کو چھپایا جائے اور لوگوں کو نہ بتایا جائے۔ پھر اس کے بعد ایک وقت ایسا آتا ہے کہ لوگوں کو shock ملتا ہے۔ بجٹ پر بہت باتیں ہوئی ہیں۔ ہوسکتی ہیں لیکن میں صرف summarize کرنا چاہتا تھا کہ حالات اچھے ہیں ملک ترقی کر رہا ہے۔ آئیے اب چند بنیادی چیزوں کو دیکھیں کچھ اقتصادی نظام ہوتے ہیں۔ ایک نظام سرمایہ دارانہ نظام capitalism ہوتا ہے اور دوسرا socialism ہوتا ہے۔ ہمارے دوست ڈاکٹر عبداللہ ریاڑ بیٹھے ہیں انہوں نے کہا کہ 'crony capitalism' مبارک ہو اسی ملک میں آپ رہتے ہیں۔ اب بھی وہیں سے آتے ہیں crony capitalism سے فائدہ بھی لیتے ہیں پھر ان کو crony capitalism بھی کہتے ہیں مگر یہ حقائق' کی بات کر رہے تھے میں بھی انہی حقائق

کی بات کررہا ہوں ایک capitalism نظام ہوتا ہے ایک socialism نظام ہوتا ہے۔ تو آئیے! ذرا تاریخ کا جائزہ لیں کہ اقتصادی نظام یہ انگلینڈ میں تھا جہاں سے Marxism, socialism پیدا ہوا اور پھر اس نے ایک ملک میں جا کر ایک حکومت Russiaمیں بنائی تھی تو اسیcapitalism نظام سے' socialism نظام بنا اور اس کے بعد ہم نے دیکھا کہ اس نظام نے دم توڑ دیا' اتنا دم توڑ دیا کہ ایک super power ایک چھوٹی سی power بن گئی۔ پاور ہے یا نہیں ہم نہیں کہہ سکتے۔

اس کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ چین جہاں اب سوشلسٹ نظام ہے' مگر اس پر میں الگ سے بولوں گا وہاں کیا اقتصادی نظام ہے تو یہ کہنا کہ crony capitalism' یہ ایک نظام ہے۔ آپ نے اپنایا ہے ۔ ۵۶ سالوں سے ہم ان ایوانوں میں نہیں بیٹھے تھے آپ کے لیڈر بیٹھے تھے انہوں نے کیا ' آپ کے لیڈران نے کیا کیا ؟ جب ۶۰ کی دہائی میں ایک رجحان چلا تھا کہ nationalization ہوگی توہم وہاں پر ۷۴ء میں آتے ہیں' late آتے ہیں اور پھر اس رجحان میں جاتے ہیں' late ہو گئے اور اس کے بعد کچھ فائدہ ہوا کچھ نقصانات ہوئے۔ ان نقصانات کو ساری دنیا ٹھیک کر رہی ہے ۔ ایک اقتصادی نظام ہوتا ہے' corrective measures ہوتے ہیں۔ اب یہ ہے کہ nationalization کی بجائے privatization کا عمل شروع ہوا۔ پاکستان میں اس کو بھی آتے آتے دیر لگی مگر یہ اعزاز میرظفر اللہ خان جمالی کی حکومت کو جاتا ہے اور یہ صدر صاحب کی راہنمائی میں جاتا ہے کہ اب اس نظام میں رہتے ہوئے جو کہ capital form آپ کا ہے یا laissez faire کا ہے یا free enterprize کا ہے negative ہونا چاہتے ہیں crony capitalism کہہ دیں' positive ہونا چاہتے ہیں تو laissez faire کہہ دیجئے مگر نظام وہی ہے۔ اب تیزی سے اس پر عمل در آمد ہو رہا ہے۔

آئیے! اب چین کی بات کرتے ہیں ۔چین کا اقتصادی نظام کن وجوہات کی بنا پر اتنا مضبوط ہے۔ چین ہمارا دوست ہے ہم نے ماڈل بنایا ہے۔ دنیا اس کو دیکھ رہی ہے ایک انفرادی قوت تھی Manpower اور دوسرا ان کے پاس قدرتی وسائل تھے۔ مگر وہاں جو چیز نہیں تھی وہ سرمایہ تھا ۔ ہم نے بھی بڑی سرمایہ داروں کے خلاف تقریریں کیں' اب بھی کرنے کو تیار ہیں اگر وہ exploit کرتا ہے تو ہم اس کے خلاف ہیں۔ سرمایہ دار کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ exploit

کرے مگر آپ ایک نظام بناتے ہیں اس میں رہ کر taxes pay کر کے morality رکھ کر ملک کے مفاد میں کام کرتا ہے تو وہ سرمایہ لگانے والا سرمایہ دار ہو جاتا ہے اگر وہ نہیں کرتا ہے تو وہ سرمایہ دار ----- ہے جس کو ہم یوں کہیں گے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس سارے کام کے لیے چین نے کیا کام کیا۔ چین کے پاس قوت تھی، ان کے پاس قدرتی وسائل تھے اور یہ دونوں چیزیں الحمد للہ پاکستان میں بھی ہیں ۔ ان کے پاس سرمایہ نہیں تھا تو چین نے کیا کیا؛ چین میں ہم نے دیکھا ہے ۔ آپ میں سے کئی حضرات گئے ہوں گے ۔ آپ نے پڑھا بھی ہوگا کہ چین میں اب Western capital, American capital or Asian capital سب وہاں جانا چاہتے ہیں کیونکہ وہاں پر مواقع ہیں اور وہ capital وہاں پر جانے کے بعد انہوں نے کیا کیا ۔ انہوں نے جو کچھ کیا کوئی جنگیں نہیں لڑی تھیں۔ آج ہم فخر کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ انڈیا جب ایک سال تک ہمارے بارڈر پر بیٹھا تھا 2002 میں تو ہم نے جنگ کو روکا ، ہم نے اپنے آپ کو مضبوط کرکے روکا ، منتیں کرکے نہیں روکا۔ مضبوطی سے روکا۔ اس لیے کہ ہم اقتصادی ترقی کی طرف جا رہے تھے اور یہ سب جانتے ہیں ہندوستان بھی جانتا ہے کہ اب جنگوں کا وقت نہیں ہے ۔ اب اقتصادی جنگ کا وقت آ گیا ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ چین نے جب اتنی ترقی کی ہے تو وہ اس سرمائے کو لائے۔ آج آپ چاہتے ہیں کہ سرمائے کو نہ لائیں ۔ تو لائیے آپ سرمایہ لائیے کہاں ہے وہ سرمایہ جو بنکوں میں نہیں رکھا جاتا ہے ۔ کیوں اتنے پیسے ضائع ہوتے ہیں ۔ یہ کیا ہے کہ ہم افغان trade کے نام پر smuggling کرتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ یہ غلط ہو رہا ہے اور جب نہیں ہوتا تو ہم کہتے ہیں کہ کھول دو۔ یہ ساری چیزیں سوچنے کا وقت آ گیا ہے اور یہ بڑی مضحکہ خیز بات ہے کہ جن لوگوں نے جاگیرداروں کا ساتھ دیا۔ جن کو nationalize کیا تھا مجھے خوشی ہو رہی ہے کہ جس حبیب کو کل جس حکومت نے nationalize کیا تھا آج ان کے نمائندے کہہ رہے تھے کہ وہاں پر کچھ نہیں ہے۔ کیا آدم جی کی MCB کو اس حکومت نے nationalize کیا تھا؛ جن کے نمائندے کہہ رہے تھے انہوں نے nationalize کیا تھا۔ آج کہہ رہے ہیں کہ آدم جی------ اچھی بات ہے ہمدردی ہو گئی ہے۔ وجوہات ان کو زیادہ معلوم ہوں گی۔ مگر سوال یہ ہے کہ اگر کوئی بھی acquire کرتا ہے تو law of the land ہے۔ اگر کوئی انشورنس کمپنی کو لے کر بہت بڑی طاقت بن جاتا ہے تو قانون موجود ہے۔ یہ قانون کے تحت

ہونا چاہیے۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں اگر قانون بنانا چاہتے ہیں۔ مگر ملک کی اقتصادی ترقی کے لئے قانون بنائیں تو حکومت ان سرمایہ داروں کو مراعات دے گی۔ دے رہے ہیں اور دینی چاہیے۔ مگر ہم لوٹ نہیں رہے ہیں کہ باہر جاکر ذاتی اکاؤنٹ بنائیں۔ نہیں، ہم ملک کے اکاؤنٹ بڑھا رہے ہیں۔

میں نے آپ سے ذکر کیا۔ کہا جاتا ہے کہ ہم نے بنکوں کو ۷۰ فیصد باہر قبضے میں دے دیا تو بھئی آکر دیکھیں۔ پانچ بڑے بنک تھے۔ National Bank of Pakistan, کیا ہم نے دے دیا، اب بھی موجود ہے۔ دوسرے پر آئیے MCB کونسے باہر کے ملکوں کو دے دیا۔ یہی آپ کے آدم جی تھے۔ آپ کے ایک president تھے کہ آج ملک میں آ نہیں سکتے۔ کیوں نہیں آ سکتے؟ اس لئے کچھ حالات انہوں نے ایسے کئے تھے کہ جس میں بنکنگ نظام کو disturb کیا جا رہا ہے۔ اگر وہ صحیح ہوتے تو آج آ جاتے۔ پڑھے لکھے ہیں اور ہمارے دوستوں میں سے ہیں۔ مگر نقصان جب پہنچایا تو وہ اس سے خارج ہو گئے اور پھر منشا چیئرمین واپس آکر کنٹرول سنبھال لیتا ہے۔ یہ ان کا ذاتی معاملہ ہے۔ ہمارا نہیں ہے مگر MCB پاکستان کا سرمایہ ہے۔ اگر منشا صاحب کی شہریت باہر کی ہے تو مجھے نہیں معلوم ہے۔ اگر وہ بھی ہے تو وہ ایک listed company ہے اس میں کئی ڈائریکٹرز ہوتے ہیں مگر یہ بھی پاکستان کا ہی ہے۔ بیرونی پیسہ نہیں ہے۔ الائیڈ بنک کس کو گیا تھا؟ پاکستان میں ہی گیا تھا۔ حبیب بنک، ہم دیکھتے ہیں کہ آغا خان صاحب کو گیا ہے۔ آغا خان نے یہاں پر کتنا سرمایہ لگایا ہے؟ کیا ان کو ہم باہر کا کہیں گے؟ کیا وہ پاکستان کے بنکوں کو بند کرکے کوئی نیا بنک بنا رہے ہیں، نہیں۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اس کے بعد جو نئے لائسنس دیئے گئے تھے۔ Irregularities کے باوجود بنک بن گئے تھے اور ایسے بنک بنے تھے کہ جہاں پر بنک آف امریکہ کو یونین بنک acquire کرتا ہے۔ امریکی بنک بند ہو جاتا ہے تو پاکستانی یونین acquire کرتا ہے۔ یہ ایک نظام ہے۔ خدارا! یہ نہ کہیں۔ ہم کس کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں۔ کیا یہاں لوگ اقتصادیات نہیں جانتے۔ حقائق نہیں جانتے، کیا تاریخ نہیں جانتے؟ یہ سیاسی باتیں ہیں۔ اللہ کے واسطے اس بہت اہم موضوع پر ایسی باتیں نہ کریں۔ حقائق پر آ جائیں۔ میں یہ کہوں گا کہ بنکوں کا جو نظام ہے وہ اس وقت وہ نہیں ہے کہ لوٹ کھسوٹ ہو رہی ہو۔ اس میں یہ نہیں ہے کہ قرضے دیئے جائیں اور وہ پھر واپس نہ

آئیں۔ قرضے دیے جاتے ہیں اور الحمد للہ واپس بھی آتے ہیں کیونکہ اس سے بنکوں کے پاس پیسہ آتا ہے۔

اب میں آتا ہوں کہ ایجوکیشن، ایگریکلچر اور صحت پر کام نہیں کیا گیا ہے۔ میں صرف اور صرف ایک ایجوکیشن پر ٹائم لوں گا۔ میرے خیال میں ہم سب کو یہ Annual Budget Statement دیا گیا ہے۔ اگر آپ اس کے page 24 پر چلے جائیں کہ جس میں ہے authorized expenditure تو آپ اس میں دیکھیں گے کہ ایجوکیشن ڈویژن کا ایک ہے۔ پھر higher education commission کا ہے۔ تین مد میں پیسے ہیں، چوتھا federal capital کا ہے میں اس کو چھوڑ دیتا ہوں۔ دونوں مد میں 8.7 billion federal consolidated fund سے دیا جا رہا ہے۔ پھر اس کے بعد آئیے PLGP کا بھی آپ کے پاس موجود ہے۔ اس میں اگر ہم جاتے ہیں تو اس میں ایجوکیشن کی مد میں 3.4 billion ہے اور higher education میں 9.1 ہے۔ مجھے خوشی یہ ہوتی ہے کہ جب ہم یہ پورا document دیکھتے ہیں تو page 23-44 میں تو یہ دیکھ دیکھ کر تھک گیا کہ higher education کے کیا کیا projects ہیں۔ کیا کسی نے یہ دیکھے بھی ہیں؛ خدا کے واسطے اگر دیکھے ہیں تو پھر حقائق سے نظر کیوں موڑ رہے ہیں۔ ان سارے pages میں ایک ایک پراجیکٹ دیا ہوا ہے۔ اب آپ کہیں گے کہ جی یہ تو سکولوں کا نہیں ہے تو بھئی higher education بھی صوبوں کا معاملہ ہے مگر یہاں پر دیا جا رہا ہے centre of excellence in geology University of Peshawar, اسفندیار ولی صاحب کا مجھے پتا نہیں تھا کہ آتے ہی یہ آ جائے گا مگر یہ کھولا تو یہ پہلے آ گیا تو پشاور میں بھی ہے۔ کراچی یونیورسٹی میں بھی ہے، پنجاب میں بھی ہے۔ ہر جگہ یہ دیئے گئے ہیں۔ اگر نہیں دیئے گئے ہیں تو پھر ہمیں کہنا چاہیے کہ یہ ہونے چاہییں، پارلیمنٹ کی بالادستی یہی ہوتی ہے کہ ان کو صحیح کروایا جائے۔ مگر اتنی بڑی book کے بعد، اتنے سارے pages education پر ہیں اور اس پوری education کی مد میں 21.2 billion ہوں تو پھر ہم کیا کہتے ہیں۔

ب ائیے اس میں ایک اور پہلو بتاؤں، اس میں ایک column ہوتا ہے جو کہ throw forwar‿ ہوتا ہے، throw forward as on 17/2004 یہ کیا ہے؟ خود سوچتا رہا کہ کہیں غلطی نہ کر لوں، بولنے والا ہوں۔ اس میں یہی ہوتا ہے کہ اگر آپ نے کوئی funds ماضی میں

approveکئے ہیں اور وہ استعمال نہیں ہوئے ہیں تو وہ آگے آ جاتے ہیں۔ آئیے بتائیں کہ education کی مد میں اس کے علاوہ education 20.3 اور HEC کے بارے میں 37.1 throw forward میں پڑے ہوئے ہیں' that means 57.4 کا approve کیا ہوا ہے۔ خدا کے واسطے آئیے دیکھیں تو سہی کیا projects ہیں' یہ سب education کے لئے ہی ہو رہا ہے' higher education کے لئے جوکہ یہاں ہے۔ پھر صوبوں کی بات الگ ہوتی ہے' اس کے بعد provincial education ہے پھر اس کے بعد private education ہے تو یہ سب ملا کر' میرے خیال میں یہ کہنا کہ کام نہیں ہوا ہے' یہ بڑی زیادتی ہو گی۔

جناب چیئرمین: وقت کا ذرا خیال رکھیئے گا۔

سینیٹر نثار احمد میمن: مجھے وقت دیجئیے کیونکہ آپ نے دوسروں کو بھی دیا ہے۔ میں کچھ حقائق جو توڑ موڑ کر پیش کئے گئے ہیں' ان کو correct کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ میرے خیال میں یہاں پر agriculture پر بڑا simple سا لکھا ہوا ہے کہ GDP 23% کی contribution ہے۔ یہ ہے Economic Survey آپ page No.6 پر چلے جائیں اور یہ حقائق ہیں' یہ کوئی fiction نہیں ہے' یہ کوئی سیاسی بات نہیں ہے۔ ہاں اس کو پہلے دینا چاہیے تھا اور اس کے لئے ہم نے وزیر خزانہ سے کہا ہے' انشاء اللہ اگلی دفعہ یہ آئے گا تو اس کی مد میں 23% agriculture contribute کر رہا ہے' 25 سے 23 ہے' صحیح ہے' غلط ہے' کم ہوا ہے' پانی کی کمی ہے۔ پانی اس لئے نہیں ہے کہ کہیں سے چوری ہو گیا تھا اور آپ کے پاس پانی کے ذخائر نہیں تھے اور پانی آیا نہیں ہے' قدرتی نظام ہے۔ ہم اس میں وزیر خزانہ کو کہہ نہیں سکتے کہ کیوں ہوا ہے؟ Food and Agriculture Division اگر consolidated, PSDP اور لیتے ہیں تو صرف 8.2 billion ہوتا ہے۔ مگر خدا کے واسطے یہ بھی تو دیکھیں کہ agriculture تو پانی کی وجہ سے ہوتا ہے تو Water and Power کا Water Division کے بھی آپ کو لینے پڑیں گے کیونکہ اگر وہ نہیں لیتے تو ناانصافی ہے۔ وہ کیا ہے؟ water کے 20.7 ہیں تو total 28 billion ہو جاتا ہے۔

پھر تعمیر پاکستان' یہ تعمیر پاکستان کون ہے' میں پوچھتا ہوں - میرا اپنا بجٹ مجھے

جو ایک کروڑ کا ملا تھا، میں دیکھتا ہوں کہ سارا ہی rural areas میں دیا گیا ہے، شہروں میں ضرورت نہیں ہوتی۔ اگر آپ وہ ملائیں تو 32.9 billion ہو جاتا ہے پھر اس کا throw forward دیکھئے تو 340 billion rupees are in the throw forward as on 17/2004 تو یہ اتنا پیسہ لگایا ہے، کہاں گیا ہے، یہ بھی آپ کو بتا دیتے ہیں۔ یہ کہیں پیسہ لگایا ہے، پتا نہیں کہاں چلا گیا ہے۔ یہ سارے canals, lining, dams چھوٹے dams بن رہے ہیں، اس پر لگا ہے۔ مگر subsidies کی بات ہوئی ہے تو subsidies بھی دی گئی ہیں۔ WAPDA کو دیکھیں، KESC کو تین سال میں 130 billion کی subsidy دی ہے، کس لئے دی گئی ہے کہ وہ پانی میسر کرے، electricity میسر کرے تاکہ نظام چلے، agriculture کا نظام چلے۔ Agriculture کی بات کرتے ہیں تو آئیے یہ بھی دیکھیں کہ بلوچستان کے لئے کیا کیا گیا ہے، چھوٹے زمینداروں کے لئے، کسانوں کے لئے جہاں پر وہ پانی نیچے سے --- میں خود دیکھ کر آیا ہوں، 700 feet نیچے جانا پڑتا ہے، 5 feet پر نہیں، 700-800 feet ان کو پانی نکالنے کے لئے بہت electricity کی قیمت لگتی ہے، ان کو 4000 روپے ماہانہ پر کر دیا گیا ہے۔ یہ سارے اقدامات کئے گئے ہیں تو یہ سارا پیسہ کہاں سے آ رہا ہے؟ Mr. Chairman! اسی کو تو subsidy کہا جاتا ہے۔

اس کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ WAPDA کو subsidy اس سال کی مد میں، اس بجٹ میں، یاد رکھیں، 46 billion رکھے گئے ہیں اور اس میں پڑے ہوئے ہیں۔ اگر اس کے بعد میں آپ کو یہ بھی بتاؤں، میں آپ کو ے نہیں جاؤں گا مگر صرف اشارہ کروں گا کہ خدا کے واسطے page No.31 پر English version میں Finance Minister کی speech پر چلے جائیے، Agriculture package جو صدر صاحب نے announce کیا تھا، وہ سارا یہاں پر آپ کی حکومت نے دیا ہوا ہے۔ اب اس میں کہا جاتا ہے DIP کا 100 ہو گا، یہ کہاں سے آئے گا۔ بھائی خدا کے واسطے پڑھ لیا کریں، اس میں انگریزی میں لکھا ہوا ہے، اردو تو میں نے نہیں پڑھی۔ Through adjustment in the taxes the prices of that is being reduced, adjustment in taxes ہوتا ہے، پہلے بھی ہوا ہے۔ Subsidy کی بات کرتے ہیں تو agriculture کا fertilizer ہوتا ہے، fertilizer میں ہر کسی کو معلوم ہے کہ جو gas کی

قیمتیں ہیں' fertilizer companies کو gas سستی میسر کی جارہی ہے' اس لئے کی جارہی ہے
تاکہ یہ subsidy ہو' fertilizer کی prices کم ہوں۔ پھر کہا جاتا ہے کہ import بڑے
بڑے tractors کئے جارہے ہیں۔ بھئی خدا کے واسطے یہ دیکھ لیں 35 horse power and
above hundered یہ تو عام طور پر ہزار' سو' دو سو' تین سو ایکڑ land کی cultivation کے
لئے یہ ٹریکٹر ہوتے ہیں مگر چھوٹے ہوتے ہیں۔ کیا آپ نہیں چاہتے کہ ہم ایک کسان کے لئے
ٹریکٹر لے آئیں' اس کو لانے کے لئے 35 سے کم کو لائیں ہیں۔ یہ کونسی غلط بات ہے' یہ تو
چھوٹے جو کہ 4 ایکڑ' 5 ایکڑ' 10 ایکڑ' 50 ایکڑ' زیادہ سے زیادہ 12 ایکڑ آپ ہی کی حکومت نے
دیئے تھے' ان کے لئے چھوٹے ٹریکٹر لائے جارہے ہیں تاکہ وہ ترقی کرسکیں اور اس کے بعد
100 سے اوپر اس لئے جارہا ہے کہ corporate tax سے farming ہوتی ہے۔ ساری دنیا میں
بڑے بڑے فارم ہوتے ہیں مگر آئیں گے' اس کی پالیسی واضح کی جارہی ہے۔ یہ کہنا کہ جی
اس کے لئے نہیں ہے' بھائی اس کے لئے تو وہ ہے ہی' 35 to 100 تو available ہے' کم
کے لئے بھی کیا جارہا ہے اور بڑے کے لئے بھی کیا جارہا ہے۔

اب اس کے بعد implement کا ہے۔ اب میں پڑھتا ہوں صفحہ 32 پر نمبر 4' کہا جارہا
ہے taxes بہت لگ گئے ہیں' کیا لگ گئے ہیں۔ یہاں لکھا ہے import of all agricultural
implements not manufactured locally, will be allowed without imposing
any import duty or sales tax. خدا کے واسطے بات کیا کر رہے ہیں' یہ کونسا document
پڑھ رہے ہیں - جناب چیئرمین! جو ہمیں document دیا گیا ہے کیا ان کو کچھ اور دیا گیا ہے؟
اگر یہ ہے تو اس کو resolve کرلیا جائے۔

Pesticide کا انہوں نے خود مانا تھا کہ بڑا اچھا کام کیا ہے اور یوریا کے لئے نئے
plants لگانے کے لئے Gas کی مراعات دی جانے کی بھی باتیں ہیں۔ point 6 پر وہ بھی دیکھ
لیں۔ جناب ZTBL اس وقت واحد یہ ادارہ ہے جس نے Triple A کی rating لی ہے' وہ
بھی یہاں locally نہیں ہے باہر سے ملکوں سے ZTBL کو Triple A کی اچھی
management ہوئی ہے جس کی بناء پر وہ سرمایا چھوٹے کاشتکاروں کے لئے release کرسکتے
ہیں' انہوں نے 9% کیا ہے مگر اگلے سال نو' آٹھ ہو جائے گا۔ یہ کہا جاتا ہے کہ وہ بہت high

ہے تو آئیے میں بتاؤں کہ banking کا نظام کیا ہے۔

جناب چیئرمین! تھوڑی سی روشنی ڈالنی پڑے گی، آپ جانتے ہیں کہ جب آپ banker تھے اور اگر کوئی بڑا سرمایہ دار جس کی rating بہت اچھی ہے، وہ bank جاتا ہے تو اس کو ایک دو per cent پر قرضہ بھی دے سکتے ہیں مگر ایک عام rating ہوتی ہے جو 14 اور 18 چل رہی تھی وہ اب 6 اور 7 چل رہی ہے تو وہاں سے اس کو agricultureکے لئے 6 کے قریب ملتی ہے اور زرعی ترقیاتی بنک 8 اور 9 دے گا تو 2 فیصد کا difference ہے، وہاں سے نہیں لینا چاہتے، وہاں سے لے لیں۔ یہ مراعات دی جا رہی ہیں اور سارے قانون ہٹائے جا رہے ہیں۔ میں زیادہ اس تفصیل میں نہیں جانا چاہتا، یہ سب ان کی تقریر میں ہے اسے پڑھ لیجیئے گا۔ اگر یہ غلط ہے تو پھر آپ بتائیے کہ کہاں پر غلطی ہے۔ figures میں کوئی غلطی نہیں ہے، کوئی statement میں غلطی نہیں ہے۔

جہاں تک تعلق ہے پانی کے زیاں کا جو کہ پروفیسر غفور صاحب نے ذکر کیا، میں انکا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ پانی واقعی ایک ایسی چیز ہے جس کو ٹھیک سے استعمال کرنا چاہیے۔ میں سمجھاتا ہوں کہ یہ سارا کام ہو رہا ہے اور کیسا ہو رہا ہے؟ lining سے ہو رہا ہے۔ کہتے ہیں کہ جی lining پہلے بھی ہوئی تھی۔ رات کو بیٹھ کر میں نے نکالا کہ پہلے کیا ہوا تھا اور اب کیا ہوا ہے۔ آپ نے چھیڑا ہے تو پھر سنیئے۔ ہمارا 104 MAF جو Indus River System میں آ رہا ہے اس کا 45 فیصد seapage ہو جاتا ہے، کچھ اچھے علاقے میں تو electric cost پر واپس نکال لیتے ہیں مگر جو اچھے علاقے نہیں ہیں ان سے پانی ضائع ہو جاتا ہے۔ 45% جس میں سے 10 فیصد distributary canals میں، 15 اور 25 کھالوں میں جس کو water courses کہا جاتا ہے۔ اب کہتے ہیں کہ جی ابھی کیا ہوا کیا نہیں۔ اس حکومت کو صرف 9 فیصد ملا ہے، میں miners and distributaries کی بات کر رہا ہوں۔ It is in progress اس حکومت نے 35% اور دیا ہے اور proposal جو دیئے جارہے ہیں وہ 37% ہیں۔ اس طرح سے اس حکومت نے 70% کیا ہے اور کرے گی، پہلے کا 10% تھا۔ یہ کہنا کہ جی پہلے بھی ہو رہا تھا، ہو رہا تھا ہم نہیں کہتے کہ نہیں ہو رہا تھا مگر کوئی speed ہوتی ہے، کوئی investment بھی ہوتی ہے، کوئی ترقی بھی ہوتی ہے، وہ نہیں ہوئی۔ water courses کی 478760 kilo meter میں سے

31000 ابھی line میں ہیں اور progress میں 13 ہیں۔ 75000 کی lining کی جا رہی ہے۔ یہ سب agriculture کے لئے ہے' پانی agriculture کے لئے ہے۔پینے کے لئے 5% ہے۔

اب اس میں dams بن رہے ہیں۔ مثلاً' جون 2007ء میں بن جائے گا۔ گومل ڈیم ستمبر 2006ء میں ' میرانی جون 2006ء ' سبکزائی 2005ء سٹارا' مارچ میں' تو حضور والا' یہ سارے کس نے بنائے ہیں۔ جناب والا! یہ سارے اس حکومت نے بنائے ہیں اور بنا رہی ہے۔ یہ پوری cost 84 billion کی ہے' اس کی storage capacity 4 mf ہو گی۔ کیونکہ لوگ آج کل بھاشا اور کالاباغ کو سمجھتے ہیں تو اس میں چھ اور سات ہوگا یہ چار MAF ہمیں additional مل جائے گا اور area دو لاکھ بائیس ہزار irrigable ہوگا اور میگاواٹ دو ہزار دو سو اٹھائیس ہو گا۔

ہمارے دوست خان صاحب چلے گئے ہیں ' شاید میں نے کچھ زیادہ ہی تلخ باتیں کہہ دی ہیں ' وہ ہمارے بڑے اچھے دوست ہیں وہ ضرور میری باتیں سنیں گے۔انہوں نے بات کی تھی کالاباغ ' بھاشا ڈیمز کی study کی گئی ' بنائے کیوں نہیں گئے' جناب یہ اس وقت کی حکومت نے کی تھی ان سے پوچھیں کہ کیوں study نہیں کی تھی' کیا اس حکومت نے آ کر' صدر صاحب نے تین سال پہلے ہدایت دی تھی کہ بھاشا کی study کی جائےورنہ آپ لوگ بھی حکومت میں تھے آپ بھی ایوانوں میں تھے ' کیوں study نہیں ہوئی تھی' آپ جواب دیں' اس کا جواب ہمارے پاس نہیں ' ہمارے پاس ایک جواب ہے کہ ہم نے' اس حکومت نے بھاشا کی study complete کرا لی ہے تاکہ ہمارے پاس چاہےوہ کالا باغ ہو ' چاہے بھاشا ہو ' کٹ دھارا کی ہمیشہ desk study -- اب اس کی بھی ایک ' ڈیڑھ سال پہلے کے study prefeasibility کا' اکھوڑی کی بھی feasibility کا اعزاز اسی حکومت کو حاصل ہے ۔ تو چار ڈیموں کی' ایک کی پہلے ہو چکی تھی ' تین کی study کس حکومت نے کی' اور لوگ کہتے ہیں کہ information sharing نہیں ہے تو آئیے میں آپ کو بتا دوں اس حکومت نے' آپ نے جو parliamentary committee بنائی ہے اس نے ایک website بنا دی ہے۔ یہ Pak waters کے نام پر ہے۔ آپ اس کو دیکھیں ' ساری information وہاں پر موجود ہے اور یہ کہنا کہ ہم press statements پر believe نہیں کرتے کبھی کبھی پریس والے سمجھتے کچھ ہیں' لکھتے کچھ ہیں' یہ ہو جاتا ہے ' اکثر ٹھیک لکھ لیتے ہیں ۔ مگر ہم یہ کہتے ہیں کہ official site پر

آپ جائیں، figures وہاں پر دیکھیں ۔ اگر کسی کو بات کرنی ہے تو میں تیار ہوں۔

آخر میں، میں یہ کہوں گا کہ سب دوستوں نے NFC کی بات کی ہے ، بالکل صحیح ہے، National Finance Commission ہے وہ Constitution کے تحت ہے ۔ اس کے بعد ہونا کیا چاہیئے تھا ہونا یہ چاہیئے تھا کہ اس Constitution کو ہم پڑھ لیتے اس کے Atricle 160 میں بڑا (4) clearly لکھا ہوا ہے ۔ یہ constitute کی گئی ہے اور الحمدللہ constitute ہوئی چاروں وزرائے اعلیٰ اس میں تھے ، وزیرخزانہ بھی تھے ، وفاقی حکومت کے نمائندے بھی تھے ، چار appointee بھی تھے، انہوں نے deliberate کیا ۔ یہ Award 2002 میں جب صدر صاحب Chief Executive تھے تو دے سکتے تھے۔ کیوں نہیں دیا؟ اس لئے نہیں دیا کہ وہ ایک جمہوری ذہن رکھتے ہیں ، انہوں نے کہا کہ جو elected لوگوں کا حق ہے ، میں وہ نہیں چھیننا چاہتا، وہ آئیں ، آپس میں بیٹھ کر بات کریں اور اس کا فیصلہ کریں اور انہوں نے اس کا فیصلہ National Finance Commission کو دیا ۔ اب اگر یہ سارے نمائندے بیٹھ کر کسی فیصلے پر نہیں آتے تو اس کا عمل آئین میں دیا ہوا ہے

Page No. 86. Let me read it Mr. Chairman. "As soon as may be after receiving the recommendations of National Finance Commission,

receiving معنی وصول ہونی چاہیئں ان کی recommendations

The President shall , by order specify in accordance with the recommendations of the Commission--"

اگر recommendations نہیں آتیں، سیاسی لوگ آپ کے صوبے سے ہمارے دوست جو aisle کے اس طرف بیٹھے ہوئے ہیں ان کے نمائندوں نے agree نہیں کیا ، کچھ حکومت کے دوسرے اہلکاروں نے نہیں کیا تو صاف ظاہر ہے کہ جب recommendations نہیں آئیں گی تو صدر صاحب اس کو کیسے لیں گے ۔ وزیر اعظم صاحب یا تو کوئی اور طریقہ اختیار کرتے ، جمہوری ملک ہے بیٹھ کر بات کیجئے ، فیصلہ کیجئے ، آیئے آپ ان پر دباؤ ڈالئے کہ فیصلہ کریں تاکہ صدر صاحب آئین کے تحت ان recommendations کو عملی جامہ پہنائیں ۔ اگر نہیں ہوا تو صاف ظاہر ہے کوئی void نہیں ہوتا ہے، ہمیشہ ماضی کو آگے لے جایا جاتا ہے تو یہ اس کے

بارے میں ہے۔

کئی چیزیں ہیں، میں صرف ایک کو لوں گا کہ کسان convention ایوان صدر میں ہوتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بڑی اور اچھی بات کوئی نہیں ہے کہ آپ نے ایوانوں کو بند کیا ہوا تھا وہ ایوان جو اس مملکت کے ہیں اب کھلے ہیں، غریب آدمی وہاں جا سکتا ہے۔ کیا آپ کو اس پر اعتراض ہے کہ ایک کسان وہاں جاتا ہے، آپ چاہتے ہیں صرف ایک mystry بنی رہے کہ ہم ہی جا سکتے ہیں پیجیروز میں اور مرسڈیز میں اور پتا نہیں کن کن گاڑیوں میں۔ نہیں، صدر صاحب نے یہ ایوان کھول دیئے ہیں کیوں کہ یہ صدر صاحب کے ایوان نہیں ہیں یہ اس مملکت کے ایوان ہیں، کھل چکے ہیں چاہے کسی بھی مقصد کے لئے لوگ وہاں جاتے ہیں اور وہ اچھا محسوس کرتے ہیں کہ یہ ہمارے ملک کی ساری چیزیں ہیں تو یہ سب ان کا پیسا ہے وہ کسان کی بات ہے، کسان جاتا ہے۔ الحمد للہ روئی بھی مل رہی ہے، ٹیکسٹائل ملیں کپڑا بھی دے رہی ہیں اور اب تو مکان بھی بنائے جا رہے ہیں۔ اب تو آپ کو ادھر آ جانا چاہیئے کہ وہ ساری چیزیں جو آپ نہیں کر سکے وہ یہ حکومت کر رہی ہے تو بسم اللہ آئیے ہم تیار ہیں آپ کو welcome کرنے کے لئے۔

اب میں صرف یہ کہوں گا کہ law and order کی بھی یہ بات کرتے ہیں، کراچی کا operation Gen.(Retd) Babar نے کس حکومت میں کیا تھا، اب تو کوئی ایسا operation نہیں ہے۔ اب دہشت گردی کے خلاف کارروائی ہو رہی ہے۔ کار پلانٹ indus کا کس نے لگایا تھا؟ کونسی حکومت تھی؟ حبیب کون تھا جن کے بارے میں آپ نے کہا۔ وہاں ہیں میرے دوست جو universities میں ہمیں ملتے تھے، لیڈری تھی ان کی، کاظمی صاحب جو Health Minister تھے، آج افسوس کی بات ہے جب حکومت تھی بھی تو وہ نہیں آ سکے۔ اس کی وجوہات آپ سے میں نہیں پوچھتا ہوں کیونکہ embarassing ہو جائے گی۔ منشا کی privatization کی تو میں نے بات کر لی ہے۔ آخر میں میں یہ کہوں گا کہ خدا را یہ نہ کہیں کہ group کونسا ہے جو عوام میں سے نہیں ہے۔ بھئی آپ میں سے ہی ہے۔ اگر کوئی باہر رہ کے آیا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ عام آدمی میں سے نہیں ہے، وہ بھی elected ہے۔ عام آدمی کس حال میں ہے وہ آپ اور ہم جانتے ہیں۔ حالات بہتر سے بہتر کرنے کی ضرورت

ہے۔

آخر میں poverty کی بات کرتے ہیں۔ سرمایہ داری نظام میں ترقی ہوتی ہے' اس سے فوائد ہوتے ہیں اور economy کو اگر دیکھنا ہے ' ایک بڑی غلط statement دی گئی ہے اس کو Economic Survey, page 96 میں دیا ہوا ہے ' Agriculture کا بھی دیا ہوا ہے وہ بھی آپ دیکھ لیجئے گا۔ Poverty کے لئے میں صرف اتنا کہوں گا کہ page No.47 کا مطالعہ کر لیجئے ۔ آپ کو وہ سارے indexes نظر آئیں گے Community Service, Human Development, Rural Development, Safetyness, governance سب کچھ آئے گا میں اس پر جاتا نہیں ہوں وقت کی کمی کی وجہ سے' اس لئے میں skip کر رہا ہوں۔

Inflation ایک پوری داستان ہے۔ 1990 سے لے کر ہر سال کی دی ہوئی ہے 2004 تک۔ بارہ فیصد سے شروع کی جاتی ہے 10.5 پر آتی ہے پھر 15 بن جاتی ہے 1994 and 95 میں 15 ہو جاتا ہے SPI index یہ sensitive price index کی بات ہو رہی ہے اور پھر یہ ایک سال 1999 اور 2000 میں 1.8 ہو جاتا ہے تو اس کا ہم credit لیتے ہیں۔ خدا کے واسطے credit آدھا ہمیں دے دیجئے' آدھا خود لے لیجئے۔ ہمیں اس میں کوئی problem نہیں ہے۔ مگر economist جانتا ہے کہ پچاس سالوں میں ایک سال اگر بارہ اور پندرہ کے بعد آجاتا ہے تو averages میں جاتا ہے representative ہوتا ہے اور وہ representative یوں بھی نہیں ہے کہ overall inflation اس سال 3.6% ہوا ہے۔ اس کا بھی آدھا credit آپ کو آدھا ہمیں کہ بڑھی ہے کم نہیں ہوئی۔

اب میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ ساری index دیکھ لیجئے اس کی جو averages ہیں اس سال 4.3 ہے جبکہ 1990 and 1997 میں بارہ تھی اور اسی طرح سے آپ overall inflation کو لیجئے 1990 and 1997 میں 11.4 تھی اب 3.7 ہے۔ تو اس کے بعد ہم بات کیا کر رہے ہیں کہ حقائق کو موڑ توڑ کے یا غلط انداز سے' کیا یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں کتابیں وہی نہیں دی گئیں۔ ہم نے ان میں سے دیکھ لیا۔ میں صرف یہ کہوں گا کہ آئیے ہمارے بھنڈر صاحب نے بڑی اچھی باتیں کہی ہیں اور اچھا ہوا کہ رضا ربانی صاحب آ گئے ہیں۔ آخر میں' میں یہ کہوں گا کہ یہ سارا process اب شروع ہوا ہے۔ اب اس کے بعد جو process ہو گا اگلے سال ہم آپ مل کے

انشاء اللہ تعالیٰ جنوری سے یہ process شروع کریں گے اس ایوان میں - میں آپ کے ساتھ ہوں گا اور ہماری یہ treasury bench بھی ہمارے ساتھ ہو گی کہ ہم آئیں اور اس کو discuss کریں بجٹ کو تاکہ بجٹ میں زیادہ اچھے طریقے سے' موثر طریقے سے پہلے phase میں آ جائیں تاکہ اس میں اور مزید بہتری آئے۔ ان الفاظ کے ساتھ میں آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔

.Mr. Chairman: Mr. Rehmatullah Kakar.

Senator Mian Raza Rabbani: Sir, I am very sorry to point out that you allowed almost 50 minutes and sir, I would most humbly submit that like this we will not be bound by the agreement that we made.

Mr. Chairman: What I can do is, I remind the members on both sides..

(interruption)

سینیٹر میاں رضا ربانی: جناب آپ میری بات سن لیں۔ یہاں پر کل جب میں نے تقریر کی آپ نے مجھے point out کیا' اسفند یار ولی نے جب تقریر کی ' آپ نے ان کو point out کیا۔ پروفیسرغفور صاحب نے جب تقریر کی آپ نے ان کو point out کیا۔ بھنڈر صاحب نے جب بات کی' لمبی بات کی' آپ نے ان کو point out نہیں کیا۔

جناب چیئرمین: میں نے بالکل بھنڈر صاحب کو بھی کیا۔ ریکارڈ آپ صحیح رکھئے۔

سینیٹر میاں رضا ربانی: کامل علی آغا صاحب نے کل بڑی لمبی تقریر کی' ابھی میرا خیال ہے نثار میمن صاحب wants to take place of Wasim Sajjad Sahib کیونکہ یہ winding up تقریر انہوں نے ابھی کر دی جو ان کو کرنی چاہیے تھی۔ لیکن بہرحال میں آپ سے یہ عرض کر رہا ہوں کہ اس side پر بھی اور اُس side پر بھی بہت سے ممبران ہیں جنہوں نے تقاریر کرنی ہیں - اس طرح اگر پچاس ' پچاس ' چالیس ' چالیس منٹ آپ ہرحکومتی ممبر کو دینے لگے تو پھر یہ debate, wind up نہیں ہو پائے گی -

سینیٹر الیاس احمد بلور: جناب والا! ہم بھی بولیں گے اور ہم نہیں بیٹھیں گے۔ آپ ہمیں بولنے دیں گے کیونکہ ہم نے بھی اپنی باتیں پوری کرنی ہیں۔ نثار میمن ہمارے بھائی ہیں، ہم ان کو challenge نہیں کرتے لیکن محترمہ ان کے ایک طرف آ کر بیٹھ گئیں اور نثار میمن صاحب نے کچھ کہا۔ اس وقت جناب اسفند یار ولی صاحب تقریر کر رہے تھے۔ کم از کم اتنا احساس ہونا چاہیے کہ وہ ایک پارٹی کے لیڈر ہیں، وہ تقریر کر رہے ہیں ان کو وہ interrupt کرتی ہیں کہ جی یہ بجٹ پر بولیں۔ نثار میمن صاحب کو تو کسی نے interrupt نہیں کیا۔ And we never wanted to interrupt جناب! میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں نثار میمن صاحب اگر آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں تو خود کہیں۔

Mr. Chairman: I think more than telling me, every member here should be conscientious of an agreement and voluntarily do it, I do point out and on both sides people have taken more time than was allocated between you all that you agreed upon. I would suggest that may be longer hours can come as a remedy and we should abide by the time constraint. It will be better if it is done voluntarily, I will point out.

Senator Mian Raza Rabbani: Sir, I think, we will have to go in for longer hours as well.

Mr. Chairman: I think, that will be and I will point out which I do. The other thing which I do want is to shut out mikes from either side but I think the Members themselves should realize.

Senator Mian Raza Rabbani: But your pointing out can be a little more forceful. You have been doing it in the past also. I would request you to go for longer hours.

Mr. Chairman: OK. Yes Kakar Sahib.

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ ایڈووکیٹ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

جناب چیئرمین! میرے سامنے اس وقت سب سے پہلی priority پر دو باتیں ہیں ۔ پچھلے دنوں جب آپ غالباً کسی بڑے کی تعزیت کے لئے ملک سے باہر تشریف لے گئے تھے تو کمانڈر صاحب صدارت کر رہے تھے ۔ ہمارے مرکزی وزیر داخلہ صاحب نے اس پورے ایوان کی توہین کی تھی ۔ آج وہ اس ایوان میں نہیں ہیں ۔ اپوزیشن کے جتنے بھی ارکان پارلیمنٹ ہیں ان کو"جھوٹا" کرکے مخاطب کیا ۔ شاید یہ اس کی اوقات سے باہر کی بات تھی ۔ اس کی backing force کا ان کو خود پتا ہے ۔ ہم کسی کی ذات پر کیچڑ نہیں اچھالتے ۔اس وقت کے چیئرمین صاحب سے ہم نے گزارش کی تھی کہ وزیر موصوف سے کہا جائے کہ وہ اس ایوان سے معافی مانگیں اور جو الفاظ انہوں نے استعمال کئے ہیں ان کو expunge کیا جائے ۔ آدھی بات تو کمانڈر صاحب نے تسلیم کرلی اور الفاظ حذف کردیئے ، لیکن بدقسمتی وہ وزیر داخلہ کو face نہیں کرسکے اور ان سے معافی نہیں منگوائی گئی ۔ ہم اس پر پرزور احتجاج کرتے ہیں ۔

دوسری خوشی کی بات یہ ہے کہ آج ایک ہمارے دوست میمن کو پٹھانوں کے لہجے میں بات کرتے ہوئے سنا ۔ بڑی بات ہے جناب ۔

ایک اور گزارش ، ہمارے سینیٹ کی بے بسی جو پچھلے سال سامنے آئی ۔ جو سفارشات یہاں سے گئیں ۔ و اللہ اعلم وہ چیمبرز میں kill ہوئیں ' یا ردی کی ٹوکری کی نذر ہوئیں ۔ شنید ہے کہ ان کو دیکھا تک نہیں گیا۔

ایک اور قابل افسوس بات جو اس بجٹ میں ہے ماسوائے ایک آدھ فاٹا کے ، باقی ساتھیوں کی زبان بندی ہے ۔ لفظ بجٹ میں فاٹا کا کہیں ذکر نہیں ۔

جناب چیئرمین ! میں آپ کے توسط سے پاکستانی قوم کو مبارکباد کا یہ پیغام پیش کرنا چاہتا ہوں کہ ملک میں اب مرسڈیز' بی ایم ڈبلیو' کروز' پجارو' Volvo گاڑیاں سستی ہوگئی ہیں ، کاسمیٹک پرسے ڈیوٹی ختم کر دی گئی ہے ۔ فلمی صنعت سے متعلق اشیاء پر سے ڈیوٹی کم کی گئی ہے ۔ اب انڈیا سے ہم equal footing پر بات کریں گے۔ اب شاید کسی گروپ کو

انڈیا سے فلمی اداکار منگوانے کی ضرورت نہیں ہوگی ۔ ضروریات ہم پوری کر رہے ہیں ۔ یہ ہمارا کلچر ہے اب یہ ہماری قومی روایات ہوں گی ۔ اس پر ہم ناز کریں گے ۔

جناب والا! سب سے پہلے اگر اس بجٹ کا جائزہ لیا جائے تو یہ ایک feudal budget ہے۔ اس پورے بجٹ میں اگر غریب کو کچھ دیا گیا ہے تو سب سے پہلا وار اس کے خوردنی تیل پر کیا گیا ہے جس پر 15% ڈیوٹی عائد کی گئی ہے ۔ سرمایہ داروں کا بجٹ ہے 'ان کی وکالت حکومتی بینچوں سے جس طرح ہوئی ہے کہ کارخانہ چلے گا تو مزدور کا چوہا بھی جلے گا ۔ ہم قطعاً کارخانوں کے مخالف نہیں ، ترقی کے مخالف نہیں لیکن مزدور آج جس کسمپرسی کی حالت میں زندگی گزار رہا ہے وہ ہم سب کے سامنے ہے ۔ ماسوائے ایک آدھ کے ہم سب کا تعلق دیہی علاقوں سے ہے ۔جس کرب سے ایک عام غریب گزر رہا ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ پوری دنیا میں اس وقت ماسوائے افریقہ کے چند ایک ممالک کے ٹی بی کا مکمل خاتمہ ہوا ہے لیکن ہمارے ہاں آج بھی غریب کے بچے ٹی بی سے مر رہے ہیں ۔ ان کا کوئی پرسان حال نہیں ہے ۔اس سے حکومت کی Health Policy کی وضاحت خود بخود ہو جائے گی ۔

جناب والا! زراعت کے بارے میں اس پورے بجٹ میں ایک فیصد حصہ رکھا گیا ہے ۔ زراعت پر گزشتہ سالوں تک یہ چودہ سے سترہ فیصد شرح سے سود وصول کرتے رہے ہیں 'اب نو فیصد کی تجویز ہے جبکہ bankers خود 5% پر لوگوں سے پیسے لے رہے ہیں اور حکومتوں کو تمام banks اڑھائی سے ساڑھے تین فیصد شرح پر پیسے دے رہے ہیں ۔زراعت پر یہ احسان تھا کہ چودہ سے سترہ فیصد شرح سود پر کام ہوتا رہا 'اب نوفیصد ہے ۔

جناب والا! ایکسپورٹ کی جو بارہ ارب ڈالر کی بات ہو رہی ہے اس میں سے 2/3 agro based exports ہیں ۔ Agriculture کے لئے کھاد ' بیج pesticides ٹریکٹرز وغیرہ کے لئے جو دعوی کیا جا رہا ہے کہ ہم اس کو سستا کر رہے ہیں ' تقریباً ہم میں سے ہر ایک چھوٹا موٹا زمیندار تو ہے ہی ماسوائے نثار میمن کے ،بجلی کی قیمت بڑھائی گئی ہے ' کھاد میں 300% تک اضافہ ہوا ہے ' بیج پر 110% تک اضافہ ہوا ہے ' ٹریکٹر 300% تک مہنگے ہوئے ہیں ۔ اب جو ٹریکٹر پالیسی دی گئی ہے اس میں یہ ہے کہ 35 سے 100 HP تک آپ import نہیں کرسکتے ۔ انہی پرانے کارخانہ داروں کی اجارہ داری اب بھی رہے گی ۔ 35Hp سے اوپر جو ٹریکٹر ہیں ان کی کھپت

ملک میں شاید 1% بھی نہ ہو اور 100Hp سے اوپر کے جو ٹریکٹر ہیں ،جس طرح ہمارے دوست نے فرمایا ہے تو near future میں تو ان کے agriculture میں کام آنے کے کوئی chances نہیں ہیں ۔

جناب والا! حکومت کا زرعی ٹارگٹ پرانے بجٹ میں 4.2 تھا لیکن جو target achieve کیا گیا ہے وہ 2.4 ہے ۔ اب یہ 50% ناکامی جو ہے اس کو حکومت کی کامیابی قرار دیا جائے یا اس کو مبارکباد کا مستحق قرار دیا جائے ؛ کافی عرصہ بعد ملک میں گندم کی import شروع ہوئی ہے ۔ اس سے بڑی ناکامی اور کیا ہوگی کہ ہم خودکفالت کے سرکل سے نکل کر دوسروں کی محتاجی پر رہ گئے ہیں اور گندم کیا import ہوئی کہ پوری دنیا تماشا دیکھتی رہی ۔ بجٹ میں 21 ارب روپے پانی کے لئے رکھے گئے ہیں لیکن ہمارے غریب صوبے کے لئے شاید اس میں ایک بھی روپیہ نہ ہو۔

بجٹ میں سب سے تکلیف دہ بات آرٹیکل 160 کی کھلی violation ہے۔ این ایف سی ایوارڈ پر consensus develop نہ ہونا حکومت کی ناکامی نہیں تو اور کیا ہے۔ ہمارے دوست فرماتے ہیں کہ دوسرے صوبوں والے راضی ہوں تو بات بنے۔ وہ کیسے راضی ہوں؛ ان کی حالت یہ ہے کہ over draft پر صوبے چل رہے ہیں، بجٹ نہیں بن پا رہا ہے۔ بجٹ سیشن بلانے کے لئے پریشان ہیں۔ یہ ان سے گن پوائنٹ پر رضامندی لے رہے ہیں۔

تعلیم کے بارے میں جو پیسے رکھے گئے ہیں 1999 میں یہ 2.2% تھا 1999-2000 میں 2.1% اور 2000-01 میں 1.6% تھا اس وقت 1.7% ہے۔ اب 1998-99 سے جب اس کو compare کرتے ہیں تو تقریباً آدھے سے زیادہ کم رکھا گیا ہے۔ اب اسکی مختلف تاویلیں ہو رہی ہیں، وہ سمجھ سے بالا تر ہے۔ ایک چیز جو چھپائی جاتی ہے کہ یو کے میں private level پر جو پیسے بھیجے جاتے ہیں تقریباً O level یا A level کے داخلہ کے لئے ایک ارب ڈالر کی خطیر رقم ہے۔ یعنی اٹھاون ارب روپے پرائیویٹ ذریعے سے صرف برطانیہ جاتے ہیں۔

اخراجات کی مد میں، دیگر اخراجات کا کیا ذکر کیا جائے، ایوان صدر کا سالانہ خرچہ 22 کروڑ سے تجاوز ہے۔ پرائم منسٹر ہاؤس 23 کروڑ جبکہ یہ مل کر 45 کروڑ روپے کی رقم بنتی ہے۔ اب پاکستان جیسا مقروض ملک اور 45 کروڑ روپے صرف پرائم منسٹر ہاؤس اور صدر ہاؤس کی tip

top پر خرچ ہوتے ہیں۔ یو کے دنیا کی سپر پاور میں سے ایک ہے۔ ٹونی بلیئر ایک فلیٹ میں رہ سکتا ہے جبکہ ہمارے وزیراعظم یا ہمارے بزرگ اپنے لئے اس کو باعث تکلیف سمجھتے ہیں۔

لاء اینڈ آڈر کی situation کی بات ہے' اس کے لئے جتنا بجٹ رکھا گیا ہے ہم سمجھتے ہیں کہ لاء اینڈ آرڈر کو ہر حالت میں maintain رکھنا چاہیے لیکن صدر ، کور کمانڈر کراچی' ملک کی مساجد' امام بارگاہیں یہ تمام غیر محفوظ ہیں۔ یہ وزارت داخلہ کی failure نہیں تو اور کیا ہے۔ کوئی co-ordination نہیں۔ وزارت داخلہ میں اگر ترقی ہے تو کرپشن میں ہے۔ International transprancy کی رپورٹ کے مطابق پاکستان میں کرپشن کی جو rating ہوئی ہے وہ 90% سے above ہے۔ ان کے سروے کے مطابق اگر صرف کرپشن کو روکا جائے تو دو کھرب روپے اس مد میں بچ سکتے ہیں۔

میں باقی صوبوں کی بات نہیں کرتا' بلوچستان میں ایف سی کے چیک پوسٹ باقاعدہ ایف سی کے جوانوں' ان کے صوبیدار اور کرنل صاحب کے بیچ میں یہ ٹینڈر ہوتا ہے ۔ ایک چیک پوسٹ weekly ساڑھے تین کروڑ سے چھ کروڑ روپے تک بکتی ہے۔ میں نام لے کر چمن کی مثال دیتا ہوں تاکہ اس میں کوئی ابہام نہ رہے۔ وہاں سے جو نائب صوبیدار' کرنل یا میجر ٹرانسفر ہو کر جاتا ہے تو وہاں سے ٹرکوں میں ان کا سامان جاتا ہے جس میں TVs carpets اور دنیا جہان کی چیزیں ہوتی ہیں۔ یہ ترقی ضرور ہوئی ہے۔ یہاں بابر غوری صاحب تشریف نہیں رکھتے ورنہ ان کے سامنے یہ بات آ جاتی۔ انہوں نے challenge کیا تھا کہ کوئی corruption بتائی جائے۔ آپ کا تعلق بھی صوبہ سندھ سے ہے۔ کراچی کے Civic Center میں صرف Excise Office کی daily income تقریباً پچاس لاکھ سے زیادہ ہے۔ وہاں کھلا دھندہ ہوتا ہے۔ وہاں brokers بیٹھے ہوئے ہیں۔ direct کسی کا کوئی کام نہیں ہوتا ہے۔ کوئی شنوائی نہیں ہے۔ یہ کھلا challenge ہے ۔ آپ جب بھی چاہیں' ہم اس کو prove کریں گے بلکہ میرے دوست گواہی دیں گے۔ شاید نثار میمن صاحب کی گاڑی بھی بغیر پیسوں کے رجسٹر نہ ہو۔ یہ میرا challenge ہے کہ وہ بغیر پیسوں کے رجسٹر کروا کر دکھا دیں۔

جناب چیئرمین: آپ اصل بات پر آئیں۔

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ ایڈووکیٹ: جناب والا! بجٹ میں غربت کے حوالے سے 1980 میں جو اندازہ تھا' وہ 18% تھا۔ اب IMF کی پالیسیوں کی مہربانی سے یہ شرح 32.3% تک پہنچ گئی ہے۔ بجٹ میں کمی کی بات تو ہے لیکن غربت کے خاتمے کی بات نہیں ہے۔

مرکز اور صوبوں کے درمیان قرضوں پر جو سود مرکز charge کرتا رہاہے' وہ 18% ہے جب کہ private sector میں بنک صوبائی حکومت کو ڈھائی سے ساڑھے تین فیصد شرح تک سود پر قرضہ دینے کے لئے تیار ہیں۔ ہمیشہ صوبوں کو اتنی بھاری شرح پر سود کے ذریعہ قرض لینے پر مجبور کیا جاتا رہاہے جس سے چھوٹے صوبوں کی کمر کبھی سیدھی نہیں ہوئی ہے۔ میں اس معزز ایوان کے توسط سے مرکزی حکومت سے گزارش کروں گا کہ اپنے تمام قرضہ جات کاٹ کرگیس کی royalty کی مد میں 43 ارب روپے کی جو خطیر رقم وفاقی حکومت کے ذمہ ہے' یہ ہمیں ادا کی جائے اور آئندہ کے لئے ہماری جو بھی royalty بنتی ہے' وہ لگاتار دی جائے۔

جناب والا! ملک میں دولت کی غیرمنصفانہ تقسیم ہے۔

جناب چیئرمین: کاکڑ صاحب! ذرا وقت پر توجہ رکھیئے گا۔

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ ایڈووکیٹ: مجھے ابھی صرف آٹھ منٹ ہوئے ہیں۔ میری یہ بدقسمتی ہے کہ میں اپوزیشن کی طرف بیٹھا ہوا ہوں۔

جناب چیئرمین: آپ کو تقریر کرتے ہوئے سولہ منٹ ہو گئے ہیں۔

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ ایڈووکیٹ: اس ملک میں دولت کی غیر منصفانہ تقسیم ہے۔ جب تک یہ تقسیم منصفانہ نہیں ہوگی' اس ملک میں ترقی نہیں ہو سکتی۔ Law and Order کے مسائل حل نہیں ہوسکیں گے۔ معیشت میں سنبھالا نہیں آئے گا۔ سیاست میں stability نہیں آسکے گی۔ تعلیمی پسماندگی اپنی جگہ رہے گی۔ غربت بدستور رہے گی۔ زکوٰۃ کے بارے میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اس وقت اعجازالحق صاحب یہاں تشریف نہیں رکھتے۔ اس وقت 20 ارب روپے کی ایک خطیر رقم useless پڑی ہوئی ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ اس کو رقبے کی بنیاد پر تمام صوبوں میں تقسیم کیا جاتا تاکہ غریب کی حالت اس سے کچھ سنبھل سکتی۔ میں ہمیشہ سے گزارش کرتا چلا آیا ہوں کہ پاکستان صرف اسلام آباد' کوئٹہ' پشاور' کراچی اور لاہور کا نام نہیں

ہے بلکہ interior Balochistan, interior Sindh, interior Punjab, interior Frontier
میں آج بھی لوگ تپتی دھوپ میں ننگے پاؤں پھرتے ہیں۔ لوگ آج بھی صحت اور تعلیم کے بنیادی حقوق سے محروم ہیں۔ جان و مال کی حفاظت تو دور کی بات ہے جو کہ حکومت کی اولین ذمہ داریوں میں ہے۔

خواتین Division کے بارے میں یہ عرض کروں گا کہ موجودہ حکومت نے خواتین کی ترقی سے متعلق بڑے بلند بانگ دعوے کئے ہیں لیکن ایسے لگتا ہے کہ اس بجٹ میں ان کی ترقی کے لئے ماسوائے ایک welfare department کے کچھ نہیں کیا گیا۔ ان کی کسی آواز کو نہیں سنا گیا ہے۔ میں ایم ایم اے کی طرف سے یہ فخریہ اعلان کرتا ہوں کہ ہم نے بلوچستان میں پہلی مرتبہ خواتین یونیورسٹی قائم کی ہے جس میں ہماری بچیاں اور بہنیں علیحدہ تعلیم کے زیور سے آراستہ ہوں گی، پورے ملک میں اس کی مثال پیش نہیں کی جا سکتی۔

Import policy میں نئی گاڑیوں کی import کی اجازت ملی ہے اور اس پر ڈیوٹی کے مختلف rates کو کم کیا گیا ہے لیکن عام آدمی کی پہنچ میں شاید نئی گاڑیاں نہیں آ سکتیں۔ Reconditioned گاڑیوں کے بارے میں غالباً ۱۹۹۴ء کے بعد جو پابندی لگی ہے اس کے بارے میں ہر بجٹ سے پہلے اعلان ہوتا رہا ہے کہ اس مرتبہ reconditioned گاڑیوں کی import کی اجازت دی جائے گی لیکن جو local گاڑیوں کے assemblers ہیں ان سے under the table deal کر کے معاملے کو پھر اگلے سال تک التواء میں رکھا جاتا ہے ۔ اس دفعہ سینیٹ کی سٹینڈنگ کمیٹی نے بھی اپنی رپورٹ میں recommendations بھیجی ہیں ۔ اعلان بھی کیا گیا کہ بہت جلد اس پر سے پابندی اٹھائی جائے گی لیکن ہنوز دلی دور است۔

Housing Industry کی بات کی گئی کہ اب اس میں ایسا انقلاب آئے گا، یہ ہوگا وہ ہوگا۔ پچھلے دو سالوں میں سریے کی قیمت ۱۵ ہزار روپے ٹن سے لیکر ۶۰ ہزار روپے ٹن تک گئی، اب واپس 30/35 پر آئی ہے ۔ سیمنٹ کی قیمتیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں ۔ لکڑی کی قیمت میں 200% تک اضافہ ہوا ہے ۔

Defence کی مد میں ایک گزارش یہ کروں کہ بجٹ میں 7% اضافہ کیا گیا ہے، 3% inflation کی وجہ ظاہر کی گئی ہے جبکہ 4% unknown reasons بتائی گئی ہیں۔ ہم چاہتے

ہیں کہ ہمارا defence مضبوط سے مضبوط تر ہو ۔ جب ملکی Defence کی بات ہو گی تو یہ ہماری فوج ہے، ہمارا ملک ہے لیکن اب تو 50000 بٹ مینوں کو بھی چلتا کیا گیا ہے، انڈیا سے بھی تعلقات بہتر ہو گئے ہیں، میں نے تو پہلے بھی عرض کیا کہ فلمی delegations آ جا رہے ہیں ۔ رہا ہمارے افغان بارڈر کا معاملہ اس کی ریکی کے لیے بھی ہمیں اب اخراجات کی ضرورت نہیں، ہمارے مہربان بارڈر کے دونوں طرف آ جا رہے ہیں۔ یہ بھی اب ان کے ذمے ہے۔

باقی ملک کی حالت تو چھوڑئیے، صحت کے بارے میں آخری گزارش یہ ہے کہ PIMS اسلام آباد میں kidney کی مشینیں پچھلے کئی سالوں سے خراب پڑی ہیں تو باقی ملک کا کیا ہو گا ۔ حکومت کی تو یہ ذمہ داری ہے کہ وہ تعلیم، صحت، روزگار اور عوام کے جان و مال کی محافظ ہو لیکن ایسا دیکھنے میں نہیں آ رہا ۔ ایک اور اہم گزارش میں اس ایوان کے ذریعے حکومت کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں۔ بجٹ میں تو انہوں نے یہ بات نہیں رکھی ہے لیکن special package کے طور پر بلوچستان میں ایک میڈیکل یونیورسٹی کا قیام عمل میں لایا جائے ۔ میں بطور خاص آپ سے گزارش کروں گا کہ آپ اپنی خاص مجالس میں ارباب اقتدار کے سامنے یہ بات رکھیں ۔ ملک کے باقی تمام صوبوں میں میڈیکل یونیورسٹیاں موجود ہیں جبکہ ۵۵ سال گزرنے کے باوجود بھی بلوچستان اس نعمت سے محروم ہے ۔ مجھے امید ہے کہ میری ان گزارشات کو کسی حد تک سنا جائے گا اور پہنچایا جائے گا۔ میں آپ کا مشکور ہوں۔

POINT OF ORDER: RE: ABSENCE OF MINISTERS FROM THE HOUSE

Senator Ilyas Ahmed Bilour: Sir, there are only four ladies and five male Senators sitting here. It means they are not interested. No Minister is here. They are not interested to hear our speeches. They are not interested.

جناب! یہ تو بڑی زیادتی ہے۔ Leader of the House کو چاہیے کہ اپنے ممبر صاحبان کو بلائیں اور بٹھائیں کم از کم۔ یہ تو بڑی unfair سی بات ہے، 4 ladies ہیں اور پانچ مرد بیٹھے ہیں۔ ایک مولانا صاحب ہماری ہی طرف کے ادھر بیٹھے ہوئے ہیں۔

سینیٹر سید ہدایت اللہ شاہ: جناب چیئرمین! نہ کوئی وزیر ہے اور نہ سرکاری بنچوں پر ممبران ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ایوان بالا پر حکومت توجہ نہیں دے رہی ہے۔ آپ وزیروں کو پابند بنائیں۔

جناب چیئرمین: میں عرض کروں۔ دیکھیں اس وقت فنانس کمیٹی کی میٹنگ ہو رہی ہے، کچھ ممبران اپوزیشن اور حکومت دونوں کے وہاں پر ہیں۔

سینیٹر سید ہدایت اللہ شاہ: قومی اسمبلی میں آج سوالات و جوابات کا دن ہے، وہاں پر انکی اتنی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں ضرورت ہے، یہاں ان کو ہونا چاہیے۔

جناب چیئرمین: نہیں، Cabinet meeting ہے۔ وزراء کے بغیر meeting کیسے ہو گی؟ دیکھیں! وسیم سجاد صاحب ہیں he will convey.

سینیٹر وسیم سجاد: جناب والا! غالباً ممبرز یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا کام ایک دوسرے کی تقاریر سننا ہے۔ میرے خیال میں مقصد یہ ہے کہ یہ بات کرتے ہیں، میں حکومت کی جانب سے یہاں بیٹھا ہوں اور سن رہا ہوں اور نوٹ کر رہا ہوں۔ ہمارے جو جرنلسٹ بھائی اور دوست ہیں ان کے ذریعے سارے پاکستان کو یہ کارروائی پہنچ رہی ہے۔ اس ایوان کا ریکارڈ وہاں پر ریکارڈ ہو رہا ہے۔ تو یہاں پر یہ مقصد نہیں ہوتا کہ ہم ایک دوسرے کی بات سنیں۔ رضا ربانی نے کہہ دیا تو میں نے سن لیا اور میں نے کہہ دیا تو انہوں نے سن لیا۔ یہ مقصد نہیں ہوتا۔ اس وقت جو نظام چل رہا ہے، جناب نے صحیح فرمایا کہ فنانس کمیٹی کی میٹنگ ہو رہی ہے جو کہ Rules سے ہٹ کر ہو رہی ہے۔ عام طور پر فنانس کمیٹی کی میٹنگ نہیں ہوتی لیکن حالات کے مطابق Rules سے ہٹ کر وہ میٹنگ بھی ہو رہی ہے۔ وہاں پر بھی ہمارے ۸ ممبران بیٹھے ہوئے ہیں۔

سینیٹر میاں رضا ربانی: جناب چیئرمین صاحب! یہ بات وسیم صاحب کی اپنی جگہ بالکل درست ہے لیکن یہ پارلیمانی روایت رہی ہے اور وسیم صاحب کے شام کے سیشن میں ہزاروں strictures میں پیش کر دوں گا۔ جب یہ چیئرمین تھے تو یہاں پر انہوں نے House کو adjourn کیا ہے جب بنچ پر ایک بھی منسٹر موجود نہیں تھا۔ یہاں پر فاضل ممبران آئے ہیں اور بجٹ کا اجلاس ہے۔ اپوزیشن کی طرف سے تجویزیں دی جا رہی ہیں اور ایک بھی منسٹر یہاں پر

موجود نہیں ہے۔ Cabinet meeting اگر ہو رہی ہے تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ Cabinet meeting اگر ہونی ہے تو دوپہر کے وقت نیشنل اسمبلی اور سینیٹ کا جو وقفہ ہے اس وقت ہونی چاہیے۔ ادہر نیشنل اسمبلی چل رہی ہے اور یہاں سینیٹ چل رہا ہے اور Cabinet meeting ہو رہی ہے۔ کیا اس وقت نیشنل اسمبلی میں ایک وزیر بھی نہیں بیٹھا ہوا ہے؟ They are all sitting over there یا اپنے اپنے دفتروں میں جاکر بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ بات اس government کی seriousness کو reflect کر رہی ہے۔ And the Finance Minister belongs to this House, he should be present here. وہاں پر تو نیشنل اسمبلی کے پارلیمانی سیکرٹری موجود ہیں۔ they will be tackling. یہ کوئی نئی بات نہیں ہو رہی ہے کہ پہلی دفعہ دونوں House اکٹھے meet کر رہے ہیں۔ Wasim Sahib will remember کہ جب وہ ہوتے تھے تو Ministers keep on shuttling لیکن یہ اس طرف سے totally apathy ہے۔ They just not bother with Parliament and particularly the Senate. آپ مہربانی کرکے ان کو پابند کریں کہ وزراء یہاں پر موجود ہوں۔

جناب چیئرمین : ہم نے یہ document میں کیا ہے۔ Wasim Sahib, any comment from you?

سینیٹر وسیم سجاد: جناب! ایک اصول کے طور پر انہوں نے جو بات کہی ہے یہ درست ہے لیکن ہمیں جو اس وقت مجبوریاں ہیں، جو حالات ہیں، ان کو مدنظر رکھنا چاہیے۔ ہم نے سات دن کے اندر recommendations دینی ہیں۔ ہمارے کم از کم بارہ ممبران اس وقت فنانس کمیٹی میں ہیں۔ Normally Finance Committee meet نہیں کرتی لیکن مخصوص حالات کے تحت ہم نے کہا کہ ٹھیک ہے ہاؤس بھی چلے اور کمیٹی بھی چلے۔ اس کے علاوہ دونوں Houses چل رہے ہیں۔ Cabinet کیوں meet کر رہی ہے؟ اس لئے meet کر رہی ہے کہ ان کی جو تجاویز ہیں ان کو consider کیا جا رہا ہے یعنی یہ نہیں ہے کہ تجاویز ہم end پر جمع کریں گے۔ جو بھی باتیں ان کی طرف سے آ رہی ہیں وہ Cabinet وہاں consider کر رہی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ان میں کچھ تبدیلیاں کی جائیں۔ پھر جو وقفہ ہوگا اس میں نماز کا time بھی ہوتا

ہے۔ آخر نماز بھی پڑھنی ہوتی ہے تو میرا خیال ہے کہ اگر میرے فاضل دوست تھوڑا سا تحمل اور برداشت سے کام لیں، Ground realities کو سامنے رکھتے ہوئے۔ اصولی طور پر میں یہ بات تسلیم کرتا ہوں۔ یہ بالکل صحیح کہتے ہیں۔ میں خود بطور Leader of the House جناب سے استدعا کیا کرتا ہوں کہ وزراء کو یہاں ہونا چاہیے۔ جناب کو سختی کرنی چاہیے۔ میں نے تو یہاں تک کہا تھا کہ آپ وزیر اعظم صاحب سے بھی بات کریں۔

جناب چیئرمین: میں نے لکھ کر بھیجا ہے۔

سینیٹر وسیم سجاد: تو اصولی طور پر میں ان سے بالکل اختلاف نہیں کرتا لیکن مخصوص حالات میں جبکہ ہم نے سات دنوں میں recommendations دینی ہیں، debate بھی جاری ہے، Committee بھی چل رہی ہے، Cabinet بھی چل رہی ہے تو یہ جو سارا جمہوریت کا عمل ہے، اس کو مدنظر رکھتے ہوئے۔۔۔

جناب چیئرمین: ان کا point ہے کہ share کرتے رہیں، تھوڑی attendance ہونی چاہیے، آپ اس طرف ان کو convey کریں۔

سینیٹر وسیم سجاد: تھوڑا سا درگزر کرنا چاہیے۔

سینیٹر میاں رضا ربانی: جناب، جہاں تک Committee کا تعلق ہے بالکل Committee کو چلنا ہے، ورنہ House کا business مکمل نہیں ہو گا اور ہم اگلا phase نہیں کر سکیں گے، اس پر کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ مسئلہ صرف وزراء کا ہے کہ وزراء کل بھی کم تھے۔ آج بھی سارا دن ایک وزیر تھا، وہ بھی سینیٹ کے تھے اور وہ بھی اب چلے گئے ہیں۔ آپ مہربانی کر کے وزراء کی سینیٹ میں حاضری کو ensure کریں کہ یہاں پر کسی نہ کسی وزیر کو ہونا چاہیے۔ Finance Minister should keep on shuttling یہ کوئی بات نہیں ہے کہ وہاں پر ہیں، وہاں he has got Parliamentary Secretary جو 24 گھنٹے اس House میں موجود ہے، یہاں پر Finance کا کوئی آدمی نہیں ہے۔

Mr. Chairman: He was here yesterday.

Senator Mian Raza Rabbani: Sir, he was here for a little while

پھر وہاں پر walkout ہوا then he went کل شام کے Session میں .he did not come

آج سارا دن he has not bothered to come. So, kindly make sure that he is present.

سینیٹر ڈاکٹر عزیز اللہ ساتکزئی: مسئلہ برابر ہو جائے گا' یہ تو 30 پر ایک بھاری ہے' میرے خیال میں سب کی باقاعدہ چھٹی کریں' یہ ایک بیٹھے رہیں اور ہم بولتے رہیں اور یہ سنتے رہیں' میرے خیال میں یہ بہتر ہے۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: آپ نے بھی وزیر اعظم کو لکھا ہے' وسیم سجاد نے بھی ministers کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ حاضری دیں۔ اس کے باوجود وہ نہیں آتے تو ہماری support لے لیں' پورے House سے ایک قرار داد پاس کریں کہ اگر وزیر اعظم یہ فیصلہ نہیں کریں گے کہ وہ ministers کو پابند نہیں کرا سکتے تو اس وقت تک ہم House نہیں چلائیں گے۔

جناب چیئرمین: پابند کیا ہے' جیسے بتایا ہے ' Cabinet meeting کے لئے گئے ہیں۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: آج کی بات نہیں ہے' یہ ministers کی routine ہے' یہ Senate کو اہمیت نہیں دیتے ہیں۔ آپ نے کئی بار اس پر ruling دی ہے لیکن اس کے باوجود بھی Senate کو اہمیت نہیں دیتے۔ جناب! یہ آپ کی توہین ہے' اس Senate کی توہین ہے۔ ہم آپ کے اختیارات کو بڑھاتے ہیں' آپ ہمیں استعمال کریں' پورا House آپ کے ساتھ ہے۔

جناب چیئرمین: بڑی مہربانی Mrs Tanveer Khalid please, continue your speech and begin your speech

FURTHER DISCUSSION ON BUDGET 2004-05

سینیٹر تنویر خالد: میں زیادہ تمہیدیں نہیں باندھتی' قصے' کہانیاں نہیں سناتی' that I have to do اپنا job کہ یہاں پر بہت کچھ بجٹ کے علاوہ بھی کہا گیا ہے' جیسا کہ حکومت

کے بارے میں کہا گیا۔ میں یہ کہوں گی کہ حکومت بہت اچھی چل رہی ہے، اتنی بڑی پارلیمنٹ موجود ہے۔ اب سوال صرف ان لوگوں سے ہوتا ہے جو یہاں موجود نہیں ہوتے ہیں۔ میرے خیال میں یہ ہماری duty ہے، فرض عین ہے، یہ اعزاز بھی دیا گیا ہے کہ ہمیں senator بنایا گیا ہے، we are paid for it also اور very huge amount of money every month and allowances ہم جب یہ سب کچھ لیتے ہیں تو یہاں پر موجود نہیں ہوتے، کوئی خاص بات ہے، کوئی Cabinet meeting ہے تو آپ نہ جائیں۔ اس طرح سے خالی، خالی نہیں پڑا رہنا چاہیے۔

ہمارے بجٹ کے بارے میں کیونکہ پہلے بھی کافی time ضائع ہوا ہے، I am sorry یعنی دوسری چیزوں میں لگا۔ میں بجٹ کی بہت تعریف کرنا چاہتی ہوں بلکہ میں یہ کہتی ہوں کہ ہم تعریف کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی اور ہم اس کے طفیل سے اس بجٹ کی بھی بہت تعریف کرتے ہیں۔ اتنے limited resources کے ساتھ اتنا اچھا بجٹ پیش کیا گیا ہے اور میں guess کرتی ہوں، میرا قیاس ہے کہ اس بجٹ کے لئے جناب صدر پاکستان، حکومت پاکستان اور ہماری party کے leaders صاحبان کی guide line change ضرور ہوں گی جو بڑی کامیابی سے بنایا گیا ہے۔ اس میں اس کی جو خوبیاں ہیں، ان کو تو صرف ہم نہیں کہہ رہے ہیں بلکہ اس کو ہمارے حزب اختلاف نے بھی appreciate کیا، press نے بھی اس کی کافی تعریف کی ہے۔ یہ بجٹ بڑا practicable budget ہے اور based on realities and according to the needs of the time کم resources میں بہت اچھا بجٹ ہے اور تقریباً اس میں ہر شعبہ زندگی he has taken care of. ----

اگر ہم پچھلے دور پر نظر ڈالیں کہ 1999ء میں کیا حالات تھے the economy was at the verge of collapse اور dollar accounts freeze کر دیئے گئے تھے لیکن آج دیکھیئے کہ کچھ ہی عرصے میں economy ٹھیک ٹھاک چل رہی ہے بلکہ ساڑھے بارہ ارب ڈالر کا reserve fund بھی موجود ہے۔ اس reserve fund سے اگر یہ کہا جائے کہ غریب کو کیا فائدہ پہنچ رہا ہے تو میں سمجھتی ہوں کہ ملک کو بڑا فائدہ پہنچ رہا ہے، اس طرح سے کہ ملک کی ایک ساکھ ہوتی ہے اور اب ہمارے ملک کی ساکھ بڑی اچھی عزت و آبرو سے قائم ہوئی ہے۔ بجٹ پر

زیادہ تر روزگار generate کرنے کے لئے زور دیا گیا ہے۔ ہمارے ملک کے عوام اور 65/70% لوگوں کے روزگار کا ذریعہ زراعت سے منسلک ہے' اس بجٹ میں اس پر کافی emphasize کیا گیا ہے۔ زراعت کے لئے مشینری import کرنے کی خاص رعایت اور اس پر ڈیوٹی بہت کم لینے کی اور بعض صورتوں میں اس پر ڈیوٹی ہی نہیں لگائی گئی۔ اس طرح اس میں زراعت اور انڈسٹری کو فروغ دینے کی ترغیبات ہیں کیونکہ ان دونوں چیزوں سے روزگار generate ہوتا ہے' لوگوں کو ملازمتیں ملیں گی۔

اس کے علاوہ تنخواہ میں 15% اضافہ کیا گیا ہے۔ اپوزیشن اس پر بہت اعتراض کرتی ہے کہ صرف 15% کا اضافہ کیا گیا لیکن دیکھیئے تو صحیح پہلے یہ 15% آپ کے پاس نہیں تھا لیکن اب وہ 15% زیادہ ہو گیا' یہ perception کا فرق ہے' کبھی آدھا گلاس خالی دیکھتے ہیں' کبھی آدھا گلاس بھرا ہوا بھی دیکھ لیا کیجیئے۔ this government is doing fine for the welfare of the people. یہاں جو ہماری پارلیمنٹ بیٹھی ہے وہ اتنی بڑی تعداد میں ہے لیکن ہمیں اس بات کی بڑی خوشی ہے کیونکہ آج ہم سب یہاں بیٹھے ہیں' عوام کے ہر طبقے کے لوگ یہاں پر بیٹھے ہیں' ورنہ پہلے کیا تھا کہ کچھ کچھ لوگوں کا علاقوں پر قبضہ تھا اور وہی بے تاج بادشاہ تھے' تاج پہننے کا دستور نہیں تھا لیکن وہ بادشاہ ضرور تھے' ہر ایک کی اپنی اپنی جگہ حکومت تھی۔ خیر اب ہم سب بیٹھے ہیں' ہم بجٹ پر بحث کر رہے ہیں لیکن ایک suggestion ہے کہ بجائے بجٹ کے آنے کے بعد بحث کرنے کے پہلے پارلیمنٹ سے مشورہ لینا چاہیے' اسے کچھ دن دینے چاہییں' ایک ہفتہ' دو ہفتے یہ جیسے بھی ہو تاکہ ہم اپنی input دے سکیں۔ گو کہ بجٹ اچھا ہے لیکن پھر یہ ہمارا حق بنتا ہے کہ وہ ہم سے مشورہ لے کر بجٹ بنائیں۔

بجٹ کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں کوئی نیا ٹیکس نہیں لگایا گیا ہے' قطعی نہیں اور جو taxes میں ناہمواری تھی وہ بھی ایک جیسی 15% کر دی گئی ہے۔ صرف ایک ٹیکس لگایا ہے جو کہ Capital Value Tax ہے اور وہ بھی کافی کم ہے یعنی 0.1% ہے اور جو لوگ اتنا بڑا کاروبار کرتے ہیں تو وہ اس معمولی percentage سے ٹیکس ادا کرنے سے کیوں ناراض رہتے ہیں میں سمجھتی ہوں کہ جب اس ملک میں رہتے ہیں روزی کماتے ہیں' عزت پاتے ہیں' business کرتے ہیں' کاروبار کرتے ہیں تو ٹیکس کیوں نہ دیں۔

انہوں نے capital value tax لگایا ہے جو کہ لگانا چاہیئے کیونکہ جب اتنی بڑی آمدنی اٹھاتے ہیں اور ایک کاروبار کرتے ہیں تو اس کے اندر اس بات کو بھی فرض عین سمجھنا چاہئے کہ اپنے ملک کو revenue دیں' taxes دیں۔ کیا دنیا میں ساری جگہ taxes نہیں ہوتے ہیں' اگر taxes نہیں ہوں گے تو پھر welfare کیسے ہوگی ' قوم کی ترقی کیسے ہوگی ' جہاں سے revenue generate ہوگا جو دے سکتے ہیں ان کو تو خوشی خوشی دینا چاہیئے ' غریب عوام سے تو ٹیکس نہیں لیا جا رہا ۔ اس کے بارے میں شاید پرسوں کراچی میں خاصا واویلا ہوا protest کیا گیا' کیوں protest کیا گیا' کیونکہ ان پر تھوڑا بہت tax جو لگ گیا ۔ کروڑوں' اربوں کا کاروبار کرتے ہو اور ٹیکس دینا پسند نہیں کرتے ' یہ تو کوئی بھلی بات نہیں ہے اس ملک کے باشندوں کو اتنا تو conscious ہونا چاہئے کہ ہم جہاں رہتے ہیں' جو ہمارا ملک ہے' جہاں ہماری عزت و آبرو ہے' جہاں سے ہم کمائی حاصل کرتے ہیں اس میں ٹیکس کیوں نہ دیں۔ اس کی welfare کیوں نہ کریں ' کیوں ہمارے غریب عوام کو فائدہ نہ پہنچے ؛ ان کو پہنچنا چاہیئے اور اب وہ زمانہ تو گیا کہ چند علاقوں میں چند بادشاہ بنے بیٹھے ہیں بے تاج' اب تو کم از کم جیسے بھی ہے بعض لوگ اس کو برے الفاظ سے یاد کرتے ہیں لیکن حکومت عوام کی چل رہی ہے۔ پہلے ایسا کب تھا آپ لوگوں کے زمانے میں ایسا کب تھا ؛ آپ لوگ خود ہی ہر جگہ power بنے بیٹھے رہتے تھے تو بجٹ میں روزگار کے بڑے مواقع پیدا کئے گئے ہیں۔ زراعت میں بھی اور تجارت میں بھی ۔ میں یہ کہتی ہوں کہ یہ بجٹ عوام دوست ہے ۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ پہلے 80 ہزار روپے کی آمدن پر جو ٹیکس لگتا تھا اب اس کی بھی حد بڑھا دی گئی ہے اور اس کو ایک لاکھ کر دیا گیا ہے۔ کوئی نیا ٹیکس نہیں لگایا۔ ٹیکسوں میں ہمواری کی گئی۔ بجلی کے نرخوں میں کمی کی' اگرچہ وہ کم ہے لیکن ہم اس نظر سے دیکھتے ہیں کہ کچھ تو کم ہے اور آگے بہتری کی امید رکھتے ہیں۔ اگر ہمارا ملک ترقی کرتا ہے ' اس کو revenues ملتے ہیں۔ اس کی حکومت ٹھیک ٹھاک چلتی ہے' ملک میں استحکام ہے تو ملک ضرور ترقی کرے گا اور ہم اس بات سے بھی بہت خوش ہیں کہ کم از کم اس مدت کے دوران استحکام ہے اور ہم امید کرتے ہیں کہ استحکام رہے گا اور ہمارا ملک ترقی کرے گا۔ جب ترقی کرے گا' پیداوار بڑھے گی تو چیزیں سستی ہوں گی اور کاروبار والوں کو بھی اس میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ

لینا چاہیئے کہ وہ ملک کے کاروبار کو ترقی دیں بڑھائیں، اس میں حصہ لیں۔

.بجٹ میں pensioners کا خاص طور پر خیال رکھا گیا ہے۔ ان کو خاص مراعات دی گئی ہیں لیکن میری طرف سے ایک تجویز اور ہے کہ pensioners کو مختلف کرایوں میں air travel, train travel اور زندگی کے دوسرے اخراجات میں ان کو اور رعایتیں دی جانی چاہیئں وہ بہتر صورت ہو گی۔

بہبود سرٹیفیکیٹ بھی ریٹائرڈ لوگ خرید کر رکھتے ہیں۔ ان کو اس سے آمدنی ہوتی ہے اور دوسرے بھی ضرور خرید سکتے ہیں۔ اس میں ٹیکس کی چھوٹ دی گئی ہے تو میں سفارش کروں گی کہ like Bahbood certificates جو دوسرے saving certificates ہیں ان پر بھی یہ چھوٹ دی جائے تاکہ جو لوگ ایک آمدنی کے ذریعے کے طور پر اپنے پیسے کو آمدنی کی امید میں کاغذوں میں تبدیل کرکے رکھتے ہیں کہ ان کی آمدنی بڑھے اور ان کی زندگی میں سہولت میسر آئے۔

اسی طرح سے House Building Finance Corporation سے بھی جنہوں نے قرض لیا ہے اس کی ادائیگی میں کچھ سہولتیں دی ہیں کہ وہ زیادہ قسطوں میں، کم رقم کی amount میں زیادہ قسطوں میں زیادہ مدت تک اس کو ادا کرتے رہیں گے۔ یہ بڑی سہولت ہے۔

(interruption)

Mr. Chairman: I request the honourable members to please hear the speaker and not distract her.

سینیٹر مسز تنویر خالد۔ زراعت کے شعبے میں اتنی زیادہ دلچسپی لی گئی، اس پر اتنی زیادہ توجہ دی گئی کہ قرضوں پر 14% سے کم کرکے 9% ڈیوٹی کر دی گئی ہے۔ ہماری مشینری پر درآمدی ڈیوٹی کم اور taxes معاف کر دیئے گئے ہیں۔ کوئی نیا tax نہیں لگا جیسا کہ میں نے پہلے بتایا تھا۔ اب زراعت کے ساتھ پانی وابستہ ہے۔لہٰذا زراعت کے لیے dams بنانے کی بھی تجویز دی گئی ہے اور رقم رکھی گئی ہے dams بنائے جائیں گے اور جو کھالیں ہیں ان کو پختہ

کیا جائے گا تا کہ پانی کا seapage نہ ہو، پانی ضائع نہ ہو لہٰذا اس کی lining کرنے کا پروگرام ہے۔

اب یہ جو سارے کام ہوں گے تو dams بھی بنیں گے اور lining بھی ہوگی تو اس کے اندر ہزارہا مزدوروں کا کام generate ہوگا اور زراعت اور تجارت میں تعلق تو ہوتا ہی ہے۔ جب تجارت بڑھے گی، factories کھلیں گی، investment ہوگی اور ہمارے عوام بھی امن و امان maintain رکھیں گے کیونکہ میں کراچی سے ہوں تو دیکھتی ہوں کہ کس طرح بدامنی ہو جاتی ہے that is very much unfortunate ہماری بدقسمتی ہے کہ اتنا بڑا شہر ہمارا، اتنا بڑا تجارتی مرکز اور وہاں پر جانے کیا کیا اور کن regions میں وہاں کچھ نہ کچھ ہوتا رہتا ہے اور تجارت اور آمدنی سب کو disturbance ہوتی رہتی ہے۔ میں اپنے عوام سے بھی اخباروں کے ذریعے اور ویسے بھی اپیل کروں گی کہ جو دہشت گرد ہیں ان کو پکڑا جائے اور ان کو ایسی عبرت ناک سزا دی جائے کہ وہ ایسا نہ کریں۔ ہمارے ملک میں تو آکے نہ کریں ۔ جہاں کہیں ان کا اپنا ملک ہے وہاں کریں۔ ویسے تو کسی بھی جگہ نہیں کرنا چاہیے ۔یہ انسانیت کا خون اور economy کا بھی خرابہ نہیں کرنا چاہیے۔ ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔

تو جب یہ چیزیں بنیں گی تو اس کے ذریعے بھی روزگار کھلے گا اور روزگار پیدا ہوگا۔ اس میں ہمارے غریب لوگوں کو فائدہ ہے کہ اس میں ان کو روزگار ملے گا۔ امیروں کا بھی فائدہ ہوتا ہے ویسے۔ جب امیروں کا فائدہ ہوتا ہے تو غریبوں کا بھی فائدہ ہوتا ہے۔ وہ فیکٹریاں کھولتے ہیں تو سینکڑوں ہزاروں مزدور وہاں لگتے ہیں۔ اس میں دوسرے افسر بھی لگتے ہیں، دوسرے لوگ بھی لگتے ہیں وغیرہ۔

اس کے علاوہ development sector میں بڑا ریکارڈ اضافہ کیا گیا ہے۔ 202 بلین اس کے لئے رکھے گئے ہیں۔ اس سے بھی ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس بات کی کتنی کوشش کی گئی ہے کہ job create ہوں۔ جب روزگار ہوگا۔۔۔ویسے ابھی خدا نخواستہ کوئی ہمارے ملک میں لوگ بھوکے نہیں رہتے۔ وہ پڑوسی ملک کی بات ہے۔ یہاں پر ٹھیک ہے غربت ہے لیکن اللہ کے کرم سے سب کا پیٹ بھرا ہوا ہے لیکن جب job opportunities زیادہ ہوں گی، لوگ کمائیں گے ۔

تعلیم کا قصہ یہ ہے کہ یہاں پر تعلیم یافتہ لوگوں کو یوں job نہیں ملتا کہ شاید job opportunities سے زیادہ تعلیم یافتہ academic تعلیم حاصل کرنے والے پیدا ہو جاتے ہیں کہ جو نوکریوں کی تلاش میں پھرتے رہتے ہیں کہ ہمیں نوکریاں دیں۔ لہٰذا میں یہ پرزور کہوں گی اور ہر وقت کہتی رہتی ہوں کہ ہمارے تعلیمی نظام میں، ہماری حکومت کو خاص طور پر اس بات پر زیادہ توجہ دینی چاہیے کہ academic تعلیم کو اس طرح سے discourage کرے کہ on merit داخلے ہوں لیکن عام طور سے زیادہ technical ادارے کھولیں۔ technical کام کرتے ہیں ان کو پیسہ زیادہ ملتا ہے بجائے اس کے کہ آپ پھرتے رہیں اور نوکری نہیں ملتی۔

جناب چیئرمین: وقت کا خیال رکھیئے گا ذرا۔

سینیٹر مسز تنویر خالد: جی Thank you ترقیاتی منصوبے وہ نہ صرف شہروں کے لئے بنے ہیں بلکہ دیہاتوں کے لئے بھی بنے ہیں، دونوں کے لئے بنے ہیں اور اس میں امید ہے کہ جب ترقی ہو گی تو کوئی دس لاکھ افراد کی ان میں کھپت ہو گی اور غربت میں naturally کمی ہو گی۔ اس بجٹ میں خاص طور پر تعمیراتی کام کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔ جب تعمیر ہوتی ہے تو اس میں اوپر والے تو کم لیکن نیچے کام کرنے والے لوگ زیادہ تعداد میں لگتے ہیں۔ ان کو مزدوری محنت، روزی، روزگار یہ سب ملتے ہیں۔ تعمیرات کا بہت اچھا project ہے اور اس میں ترقی ہونی چاہیے کہ لوگوں کو روزگار ملے۔

تعلیم اگر ہمارے ملک میں کم ہے اور حکومت اس پر اتنا afford نہیں کر سکتی ہے، جو بھی مجبوریاں ہیں تو ایک تو donors اداروں سے جو رقم آئے وہ تعلیم پر خرچ کرنی چاہیے۔ اس ملک میں بھی تو آخر بڑے امیر کبیر بیس یا پچاس خاندان ہیں ان کو بھی اس ملک میں ثواب ہی کی خاطر سکول و کالج کھول دینے چاہیئیں۔ آخر لوگ مسجد بناتے ہیں اور ثواب دارین حاصل کرتے ہیں تو اس کی جگہ اگر وہ تعلیمی ادارے قائم کریں تو قوم کا بھی بھلا ہو گا اور ثواب بھی ان کو ملے گا۔

ہمارے ہاں ٹیکنیکل اداروں کی بھی زیادہ ضرورت ہے یہ بھی قائم کئے جائیں ۔ اس بجٹ میں صوبوں کی ترقی کی بات کی گئی ہے ان کی بھی دیکھ بھال کی جائے گی اور وہاں بھی

ترقی دی جائے گی ۔ اس کے علاوہ کراچی کو بزنس سٹی بنایا جا رہا ہے تاکہ وہاں پر اور زیادہ ترقی ہو ۔ وہاں پر بزنس اور کمرشل زون بنایا جا رہا ہے ۔ ہمیں امید ہے ان چیزوں کو کامیابی سے ہمکنار کیا جائے گا۔

علاوہ ازیں ہر ملک کی ایک ترجیح ہوتی ہے ۔ ہماری بھی مخصوص حالات کے تحت کچھ ترجیحات ہیں ان میں دفاع ہے ، جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ اس پر خرچ ہے اور ہوتا ہے جسے ہونا چاہیے۔

پچھلی حکومتوں نے بڑے بڑے قرضے بھاری سود پر حاصل کئے تھے ۔ اب وہ واپس کئے جا رہے ہیں ۔ کوشش کی جا رہی ہے کہ repayments کی جائیں ۔ ہماری بھاری رقوم اس کے سود پر اور کچھ ہمارے دفاع پر چلی جاتی ہیں ۔ لہذا اس طرح ترقیاتی اخراجات کے لئے کم رقم رہ جاتی ہے ۔ لیکن یہ سب چیزیں ہونے کے باوجود ملک کی ترقی کی آس ہے ۔ ہم سے وزیر خزانہ صاحب نے یہ بھی وعدہ کیا ہے کہ وہ ملک کے لئے آئی ایم ایف سے قرضے نہیں لیں گے ۔ میں اپنی حکومت کو ، اپنے عوام کو ، اپنے تمام پارلیمنٹیرینز کو اس بجٹ کی مبارکباد دینا چاہتی ہوں کہ یہ ایک بہتر اور اچھا بجٹ ہے ۔ اس میں considerations ہیں اور امید ہے یہ کامیاب ہوگا اور ملکی بہتری کرے گا ۔ بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: مسٹر رضا محمد رضا ۔

سینیٹر رضا محمد رضا: شکریہ جناب چیئرمین ! سب سے پہلے میں اپنی پشتونخواہ ملی پارٹی اور محکوم اقوام کی تحریک پشتون ، بلوچ ، سندھی ، سرائیکی قوموں کی نجات کی تحریک "پونم" کی نمائندگی کرتے ہوئے اور اس ملک کے پندرہ کروڑ عوام کی نمائندگی سے جناب چیئرمین ! آئی ایم ایف ، ورلڈ بنک ، عالمی سامراجی مالیاتی اداروں کے مفادات کے محافظ ، دلال سرمایہ داروں ، جاگیرداروں اور سود خوروں کی سول اور ملٹری بیوروکریسی کے اس عوام دشمن بجٹ کو یکسر مسترد کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین ! مجھے افسوس ہے کہ اپوزیشن کے بعض ممبران کے منہ سے دانستہ یا نا دانستہ طور بر اس بجٹ کے حق میں ، تعریف میں کچھ کلمات نکلے جو اس ایوان کے ساتھ بہت بڑی

زیادتی ہے۔

جناب چیئرمین! یہ وفاق کا ایوان ہے اور تمام قومی وحدتوں کا نمائندہ ہے ۔ اس کے سامنے ایک ایسی دستاویز زیر بحث ہے جو یکسر غیر آئینی ہے ۔ آئین کے تحت سب سے پہلے این ایف سی ایوارڈ کا فیصلہ ہو۔ اس کے تحت وفاقی محاصل کی تقسیم ہو اور اس کے بعد مالیاتی سال کے لئے میزانیہ یا بجٹ کی تشکیل ہو ۔ جناب چیئرمین ! بلوچستان کے لئے اب صرف سترہ ارب روپے ہیں ۔ وہ سترہ ارب روپے سے اپنا صوبائی بجٹ بنائیں گے ۔ صوبہ پشتونخواہ کے پاس صرف اٹھائیس ارب روپے ہیں اور وہ اپنا بجٹ بنائیں گے اور اسی طرح سندھ بھی بجٹ بنانے کی پوزیشن میں نہیں ہے ۔

جناب چیئرمین! جہاں تک اس بجٹ کا سوال ہے یہ مکمل طور پر عوام دشمن بجٹ ہے ۔ اس میں قوموں کے لئے ،صوبوں کے لئے ،غریب عوام کے لئے ' اس ملک کے عوام کی اکثریت کے لئے ، محنت کش طبقات کے لئے اس میں کچھ بھی نہیں ہے ۔

جناب چیئرمین! یہ بجٹ ان ہی خطوط پر' اسی نقشے کے تحت بنایا گیا ہے جو ہمارے اس وزیرنامدار IMF اور World Bank کے فرمانبردار جناب شوکت عزیز نے چار بار پہلے بنایا تھا۔ یہ اس کا پانچواں بجٹ ہے ۔ اس بجٹ میں ستر ارب روپے کا اس سال ٹیکسوں کا بوجھ غریب عوام پر ڈالا گیا ہے ۔ گزشتہ سال اس ملک کے کروڑوں غریبوں نے 510 ارب روپے کے ٹیکس ادا کئے تھے ۔ اس سال 580 ارب روپے بجٹ نام پر ٹیکسوں کی صورت میں بلواسطہ اور بلا واسطہ ہم نے ادا کرنے ہیں ۔ یہ حقیقت جناب آپ پر واضح ہو کہ اصل بجٹ یہ ہے ۔ 580 ارب روپے آمدن ہے اور جو خرچ ہو گا یہ دفاع کے نام پر ' قرضوں کی ادائیگی کے نام پر اور سود کی ادائیگی کے نام پر یہ کل ملا کر یہ 500 ارب روپے بنتے ہیں۔ 500 ارب روپے اور باقی اس 900 ارب روپے کے بقایاجات ہم نے اب مزید شوکت عزیز صاحب کے امکانات سے ان کی امیدوں سے جو وہ ہمیں دلا رہے ہیں یا مزید سودی قرضے سامراجی ممالک سے لینے کی وجہ سے ،ہمیں یہ پورے کرنے ہیں ۔

جناب چیئرمین! ایسے حالات میں کہ بجٹ کے بنیادی اعداد وشمار گزشتہ چار بجٹوں کی طرح یہ مقرر کئے گئے ہیں کہ ہم نے اس ملک کی تمام معیشت کو سامراجی ممالک کے تابع بنانا ہے۔ اس ملک کی زرعی پیداوار کو "ذرائع آمدن" کو اس ملک کی public property کو public

sector کو فروخت کرکے سامراجی ممالک کو ہم نے دینا ہے ۔ جناب شوکت عزیز نے بڑی شرمناک باتیں بڑی ڈھٹائی سے کی ہیں کہ اب روزگار ہمیں پرائیویٹ ادارے دیں گے یعنی اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ Government اب دستبردار ہونے میں کامیاب ہوگئی ہے کہ وہ عوام کو روزگار کا حق دے گی ۔

جناب چیئرمین! دس لاکھ ملازمتیں یا روزگار دینے کا وعدہ کیا ہے اور وہ بھی پرائیویٹ اداروں کے ذریعے ۔ آپ کو معلوم ہے کہ پرائیویٹ ادارے کیا ہوتے ہیں ۔ privatization سرمایہ کار، سرمایہ دار کیا ہوتے ہیں ۔ ایک کور کمانڈر پر ایک اور حملہ کرو تو کوئی نہیں ہوگا ۔ کوئی روزگار آپ کو نہیں ملے گا کوئی سرمایہ کاری نہیں ہوگی ۔ کوئی خوشحالی نہیں ہوگی ۔

جناب چیئرمین! ایسے حالات میں کہ تعلیم ، صحت اور روزگار کے حق سے سرکار نے دستبردار ہونے کا اعلان کیا ہے اور بڑی ڈھٹائی کے ساتھ کیا ہے اور ایک ایسی حکومت جو تعلیم، صحت اور روزگار کے حق سے دستبردار ہو اس کو حکمرانی کا کوئی حق نہیں ہے ۔ یہ جو سرمایہ داری اور غیرسرمایہ داری کی باتیں کرتے رہے ہیں یہاں ہم جو سنتے ہیں بدترین سرمایہ دار ملکوں نے بھی روزگار، تعلیم اور صحت کو اپنا بنیادی فریضہ سمجھا ہے اور اپنے عوام کو مہیا کی ہیں یہ سب چیزیں ۔ عوام کو مفت تعلیم مہیا کی ہے ، مفت علاج، روزگار یا بے روزگاری الاؤنس ان کے آقاؤں کے سامراجی ممالک نے بھی اپنا فرض سمجھا ہے اور دنیا کے ہر مہذب ملک نے یہ فریضہ سمجھا ہے اور جناب شوکت عزیز کا سب سے بڑا مژدہ اور خوشخبری یہ ہے کہ اب گورنمنٹ روزگار کے حق سے دستبردار ہے ۔ اب یہ پرائیویٹ ادارے ہمیں روزگار دیں گے۔ جناب چیئرمین! ایسے حالات میں کہ ہم عوام پر اربوں روپے کے حساب سے ٹیکسوں کا بوجھ رکھتے ہیں ان پر ڈالتے ہیں اور اخراجات ہم کن کے لئے کرتے ہیں۔ یہ جتنے بھی ہم نے سودی قرضے لئے ہیں اربوں ڈالر کے حساب سے، اعدادوشمار کا تو ان پر کوئی اعتبار نہیں کرے گا۔ میں اسحاق ڈار صاحب کی اس بات کی تائید کرتا ہوں کہ ان کے تمام اعداد و شمار غلط ہیں، کھوکھلے ہیں، جعلی ہیں، گمراہ کن ہیں۔ یہ ہمیں گمراہ کرنے کے لئے دے رہے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ ہم نے اربوں روپے ، اربوں ڈالر قرضے لئے ہیں اور یہ تمام کے تمام قرضے ان استحصالی طبقات اور ہماری ملٹری اور سول بیوروکریسی کی عیاشیوں

پر خرچ ہوئے ہیں۔ دفاع کیا ہے؟ ہماری فوج اس وقت کیا ہے؟ جناب چیئرمین! ***

Mr. Chairman: It should be expunged from the record.

کیا بات آپ کر رہے ہیں۔

سینیٹر رضا محمد رضا : بالکل جناب' یہ بات میں دوبارہ کرتا ہوں کہ ایٹم بم کے بعد اس ملک کو کوئی خطرہ نہیں۔ ہمیں کوئی ضرورت نہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ دفاع کے نام پر مختص تمام اخراجات ہم کم کریں۔ جناب چیئرمین! ایسے حالات میں کہ سودی قرضے اور دفاعی بجٹ عوام کے ٹیکسوں سے ہم پورا کرتے ہیں پھر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم خوشحالی لا رہے ہیں۔ ہم عوام پر جب ٹیکسوں کا بوجھ ڈالیں گے تو ہمارے بجٹ میں تعلیم کی گارنٹی ہو۔ میٹرک تک تعلیم مفت ہو۔ پرائمری تعلیم لازمی اور مفت ہو۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے مراعات ہوں۔ شوکت عزیز صاحب کے نسخے سے کوئی سکیم man power پیدا نہیں ہوگی۔ کوئی پرائیویٹ ادارہ آپ کو اہل انسان مہیا نہیں کر سکے گا۔ کتنے فیصد لوگوں کے پاس اس وقت حصول تعلیم کی گنجائش ہے' صلاحیت ہے' سکت ہے۔ اس سلسلے میں ملک کی اکثریت آبادی تعلیم سے محروم ہے۔ کوئی معاشی استعداد اب باقی نہیں رہی ہے بچوں کو تعلیم دلوانے کی' کوئی معاشی استعداد اب نہیں رہی ہے اپنے علاج کروانے کی۔ روزگار کی تو پوزیشن یہ ہے کہ لاکھوں لوگ بے روزگار ہیں۔ یہ جو آپ اپنے بجٹ کے گوشواروں میں فرما رہے ہیں' یہ وہی بجٹ ہے جس کے نتیجے میں ہم نے اپنے تمام ملک کو سامراجی ملکوں کے یا جو پرائیویٹ یا تو دلال سرمایہ دار ہیں ان کو گروی رکھ دیا ہے ان کا کسی کو کوئی پتا نہیں ہے کہ کون سرمایہ دار کس کے ساتھ شریک ہے۔ شوکت عزیز صاحب کہتے ہیں کہ ہم نے سٹاک مارکیٹ کو مستحکم کرنے کے لئے پی آئی اے ' گیس ' واپڈا' کے shares فروخت کئے ہیں۔ یہ کسی کو پتا نہیں کہ یہ ہم نے کس کو فروخت کئے ہیں۔ ایسے حالات میں جناب چیئرمین! معیشت ہماری گروی ہو گئی ہے۔ صنعت ہماری گروی ہے۔ زراعت ہماری گروی ہے۔ تجارت ہماری گروی ہے۔ کوئی امکان بہتری کا نہیں ہے۔ یہ ہمارے بجٹ کے بنیادی نکات ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے غربت کو ختم کیا ہے۔ اگر شوکت عزیز صاحب پشاور کے چوک یادگار میں وزیر خزانہ کی حیثیت سے عوام کے سامنے کہتے کہ میں نے اتنے percent غربت کم کی

+ [**** Expunged by the order of Mr. Chairman]

ہے، میں دیکھتا ہوں کہ وہ اپنے سر کو کیسے بچا لیتے۔ جناب والا! غربت میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے۔ آپ کے سامنے list بیان کی گئی ہے جس کے مطابق قیمتیں آسمان تک پہنچ چکی ہیں۔

جناب والا! یہ کہتے ہیں کہ ہم نے growth بڑھائی ہے۔ آپ کو اس ملک جیسا کوئی ملک نہیں ملے گا۔ یہ ملک ایک زرعی ملک ہے، دریاؤں کا ملک ہے، پانی اور بجلی کے وافر وسائل کا ملک ہے۔ ایسا ملک دنیا میں شاید ہی کہیں اور ہوگا لیکن پھر بھی آپ گندم میں خودکفیل نہیں ہیں۔ آپ خوراک کی اشیاء میں خودکفیل نہیں ہیں۔ یہ شرم کا مقام ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے ترقی کی ہے۔ ہم نے ترقی تو زراعت سے کرنی ہے جو اس ملک کی اکثریت کا پیشہ ہے۔ ہماری زراعت تباہ ہو رہی ہے۔ ہماری کوئی فصل اب ایسی نہیں رہی ہے اس لئے کہ جب تک اس ملک میں زرعی اصلاحات نہیں ہوتیں، زمین کاشت کاروں کے حوالے نہیں ہوتی، اس وقت تک کوئی ترقی نہیں ہوسکتی۔ جب تک آپ اپنے ملک کے سرمایہ داروں کو، سرمایہ کاروں کو اپنی صنعتیں لگانے کے بارے میں تحفظ فراہم نہیں کرتے، یہاں کوئی سرمایہ کاری نہیں ہوگی۔ موجودہ سرمایہ کاری W.T.O والی سرمایہ کاری ہوگی۔ globalization ہوگی۔ اس میں ہمارا کیا مقام ہوگا، ہماری اس میں کوئی عزت نہیں رہے گی۔

جناب چیئرمین! ہمارے بجٹ کے یہ بنیادی خدوخال ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ اس سے ہمارے عوام کی ترقی کے امکانات پیدا ہوں گے۔ میں بہت حیران ہوں۔ میں پروفیسر خورشید صاحب کی اس بات کی بالکل تائید کرتا ہوں کہ یہ بجٹ سرمایہ داری اور اجارہ داری قائم کرنے کے خطوط پر بنایا جا رہا ہے اور یہ پانچواں بجٹ ہے جس کے نتیجے میں ہمارا ملک خام مال کی منڈی بنے گا۔ سامراجی ممالک کے مصنوعات کی منڈی بنے گا۔ اس کے علاوہ اس کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔ ہم اپنا خام مال مہیا کریں گے اور سامراجی ممالک کی مصنوعات خریدیں گے۔ جو آپ کہتے ہیں کہ ہم نے ترقی کی راہ دی ہے، یہ صحیح نہیں ہے۔ وہ سرمایہ دار ہمارے دلال ہوں گے۔ ادھر کا مال ادھر اور ادھر کا مال ادھر کریں گے۔ یہ کام ہمارے ملک کے سرمایہ داروں کا رہ جائے گا۔

جناب والا! جہاں تک taxes کا تعلق ہے۔ یہ بات غلط ہے کہ نئے taxes نہیں لگائے گئے۔ میں کہتا ہوں کہ نہ صرف یہ کہ نئے taxes لگائے گئے ہیں بلکہ taxes کے دائرے کو وسیع کیا گیا ہے اور غیر آئینی طور پر وسیع کیا گیا ہے۔ جناب چیئرمین! Constitution کے

Article 244 and 247 کے تحت آپ ریاست دیر، سوات تمام قبائلی ایجنسیوں، بلوچستان کے Northern areas ' tribal areas پر کوئی tax نہیں لگا سکتے ہیں۔ وسیم صاحب ! آپ Article 244 and 247 پڑھیں۔ آپ کی پارلیمنٹ کا قانون وہاں لاگو نہیں ہوتا۔ آپ وہاں tax نہیں لگا سکتے ہیں۔ جب کہ آپ نے ان تمام علاقوں میں income tax, sales tax, custom duty لگا دی ہے ۔ یہ سلسلہ وہاں جاری کر دیا ہے۔ ان کے اعداد و شمار کیسے ہیں؟ 6 ارب روپے صحت کے لئے رکھے گئے ہیں۔ اگر کل وہ اس کو 12 ارب کر دیں گے تو کہیں گے کہ ہم نے اس میں سو فیصد اضافہ کیا ہے۔ تعلیم کے لئے 12 ارب روپے رکھے گئے ہیں۔ کل اس میں اضافہ کریں گے اور اسے 24 ارب کریں گے تو کہیں گے کہ ہم نے اس میں سو فیصد اضافہ کیا ہے۔ یہاں پر بنگلہ دیش کی مثال دی گئی ہے۔ میں اسے دہرانا نہیں چاہتا۔ میں رضا ربانی کی تقریر کے ایک ایک لفظ کی تائید کرتا ہوں۔ آپ کی یہ اصل پوزیشن ہے۔ آپ کے اہداف جن کا اظہار انہوں نے اپنی تقریر میں کیا ہے۔ میں جناب اسفندیار ولی خان کی اس بات کی تائید کرتا ہوں کہ اس بجٹ میں پشتونوں کے لئے کوئی منصوبہ نہیں رکھا گیا ہے۔ ان کے لئے کچھ بھی نہیں رکھا گیا ہے۔ ایک mega project بھی نہیں رکھا گیا۔ یہاں پر جو گرجتے برستے رہے جیسے کامل علی آغا صاحب اور نثار میمن صاحب ' انہیں اپنی figures پر بڑا ناز ہے۔

ایک سبکزئی ڈیم ہے اور ہمارے Water and Power کے Minister صاحب کا یہ document ہے جو اب ہمیں دیا گیا ہے اس میں سبکزئی ڈیم کے لیے صرف ایک ارب روپے ہیں اور جناب شوکت عزیز نے کہا ہے کہ پانچ ارب ہیں وہ بھی کہتے ہیں کہ 2005 میں مکمل ہو گا اور ہمارے منسٹر بھی کہتے ہیں۔ یہ ہیں جعلی اعداد و شمار۔ وہ کہتے ہیں ایک ارب اور شوکت عزیز کہتا ہے کہ ۵ ارب ' یہی position گومل زام ڈیم کی ہے ۔ گومل زام ڈیم اور نہ سبکزئی ڈیم کی ابتدا ابھی تک ہوئی ہے ۔ کوئی floor پر بتا دے کہ کام کی position کیا ہے ۔اس پر کتنی progress ہے۔ جناب چیئرمین! آپ کوئٹہ سے شروع ہو جائیں ڈیرہ اسماعیل خان تک ۵۰۰ میل کا علاقہ ہے پھر آپ اس ٹکڑے کو چھوڑ کر مردان سے چترال تک جائیں۔سوات سے کالام تک اس وقت کوئی سڑک آمد و رفت کے قابل نہیں اور یہ تمام پشتون سرزمین ہے۔ یہی بنیادی طور پر تمام مرکزی علاقہ ہے ۔ اس ملک کے جغرافیے کا سب سے بڑا حصہ یہی ہے لیکن اس پر کوئی

مرکزی شاہراہ' کوئی مرکزی Highway نہیں اور کتنے پیسے دیئے جاتے ہیں۔ اعداد و شمار اس لیے گمراہ کن ہیں کہ بلوچستان کی گیس کے اربوں روپے جو واجب الادا ہیں۔

جناب چیئرمین! اس وفاق پر ہماری بجلی کے اربوں روپے ہیں جو واجب الادا ہیں اور اس کا بجٹ کے اعداد و شمار میں کوئی ذکر نہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کو کوئی تسلیم نہیں کرتا اور نہ کوئی گیس کے surcharge کو تسلیم کرتا ہے نہ کوئی بجلی کی royalty کو اور آپ کہتے ہیں کہ federation ہے۔ ہم ساتھی ہیں" ہم ایک ہیں" ہم ایک جیسے نہیں ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ ہم بڑی ترقی لائیں گے جب اس فلور پر ہم کہتے رہے ہیں کہ آپ نے ساڑھے سات سو ارب روپے SCARP پروگرام پر ضائع کیے۔ آپ بڑی ڈینگیں مارتے ہیں کہ ہم water courses بنائیں گے۔" نہریں پختہ کریں گے" یہ کریں گے' وہ کریں گے۔ آپ نے 750 ارب روپے ضائع کیے۔ ہم جب آپ کو بتا رہے تھے کہ آپ کا ۴۰ ملین ایکڑ فیٹ پانی ضائع ہو رہا ہے جو ایک طرف پنجاب کی تمام زمینوں کو سیم و تھور کا شکار بنا رہا ہے اور دوسری طرف اس ملک کی سب سے قیمتی چیز پانی ہے لیکن آپ بضد تھے کہ ہم نے کالا باغ بنانا ہے۔ ہم نے بار بار واضح کیا کہ آپ کا یہ ملک پھر نہیں رہے گا یا کالا باغ ہوگا یا پاکستان ہوگا۔ پشتونوں نے من حیث القوم جس بات پر اتفاق کیا ہے پھر دنیا کی کوئی طاقت وہ نہیں بنا سکتی اور کالا باغ وہ واحد مسئلہ ہے جس پر پشتون من حیث القوم متفق ہیں اور ان کی امداد کے لیے سندھی' سرائیکی اور بلوچ موجود ہیں۔ کون مائی کا لال کالا باغ بنا سکے گا یہ جو ہم آپ سے کہتے رہے ہیں کہ آپ کٹ زرہ بنائیں' آپ بھاشا ڈیم بنائیں 42000 میگاواٹ بجلی پیدا کرنے کی گنجائش ہے۔ یہ واپڈا کی رپورٹ ہے جو پرسوں ہمیں Standing Committee میں دی گئی۔ میرا خیال 40000 تھا انہوں نے کہا کہ 42000 اور سستی بجلی اور آپ نے سامراجی ممالک کو واپڈا کو فروخت کیا اب ہم ان کو گیس دے رہے ہیں۔ کوئلہ دے رہے ہیں subsidised rates پر اور وہ ہمیں مہنگی بجلی دے رہے ہیں اور یہ آپ نے مسلط کیا ہے۔ جناب ملک کی صورت حال یہ ہے ---

جناب چیئرمین: وقت کا ذرا خیال رکھیئے۔

سینیٹر رضا محمد رضا: جناب میں وقت کا خیال ضرور رکھوں گا لیکن ابھی تو ابتداء

ہے۔ جناب یہ صورت حال ہے۔ اگر آپ نے اس ملک کی معیشت کو درست کرنے کے لیے اقدامات کرنے ہیں، اس ملک میں روز گار پیدا کرنے کے لیے ، اس ملک کے عوام کو تعلیم، صحت کی سہولیات مہیا کرنے کے لیے تو وہ کسی اور مقام سے نہیں آئیں گے ۔ ہم نے معاشی پالیسیاں بنانی ہیں۔ اس ملک کی معیشت کو درست کرنے کی پالیسیاں بنانی ہیں اور یہ position ہے۔ آپ یہ جو گوادر کا بجٹ figure دے رہے ہیں۔ یہ آپ کس پلان کے تحت گوادر بنا رہے ہیں؟ آپ گوادر پر قبضہ کر رہے ہیں۔ آپ اس کو ایک استعماری اڈے میں تبدیل کر رہے ہیں۔ آپ وہاں کی آبادی پشتونوں اور بلوچوں کو اقلیت بنا رہے ہیں۔ آپ ہماری سرزمین کو ہم سے الگ کر رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم آپ کو ترقی دے رہے ہیں۔ تمام roads اور تمام پراجیکٹ جتنے بھی ہیں گوادر میں یہ کسی مہربانی کے تحت نہیں ہیں۔ یہ قبضے کا پلان ہے۔ اس میں آپ کو کوئی کامیابی نہیں ہوگی۔ ناممکن ہے آپ کا یہ پلان جب تک کہ صوبے کی اتھارٹی قائم نہیں ہوگی۔ گوادر بالکل بنے گا۔ ترقی ہم بھی چاہتے ہیں لیکن وہ ترقی جو بلوچوں اور پشتونوں کی مرضی کے مطابق ہوگی، ان کی اتھارٹی کے تحت ہوگی۔ تب گوادر بنے گا اور فائدہ ہوگا۔ ایسا نہیں کہ آپ پانچوں اطراف سے سڑکیں بنائیں اور اس کے لئے بڑے بڑے پراجیکٹ بنائیں۔ اگر آپ کا خیال ہے کہ یہ سامراجی ممالک کے لئے ایک اڈہ فراہم کریں گے جو ہمارا دفاع کریں گے تو دفاع اس طرح نہیں ہوتا۔ اب تک یہ قوتیں اتنی کمزور نہیں ہیں۔

جناب چیئرمین! یہ ایسی صورتحال ہے۔ ایسی صورتحال میں ہماری تجاویز ہیں۔ ہماری تجاویز یہ ہیں کہ اس ملک میں زرعی اصلاحات کی جائیں۔ بڑے بڑے جرنیلوں یا جاگیرداروں کی زمینیں ہیں۔ اب ہمارے یہ ساتھی بڑے خوش ہیں کہ ہم نے کسان پیکج دیا۔ پنجاب کا مجھے معلوم نہیں، بلوچستان کا مجھے پتا ہے، ۶ ارب روپے میں سے تین ارب روپے صرف جمالی صاحب کے ضلع کے لئے ہیں۔ باقی تین ارب روپے پورے بلوچستان کے لئے ہیں۔ آپ figures نکال کر دیکھ لیں۔ وسیم صاحب بھی دیکھ لیں۔ تو یہ relief کس کے لئے ہے؟ یہ relief جمالی صاحب اور جاگیرداروں کے لئے ہے یا عوام کے لئے ہے؟ تمام ملک میں زراعت کے لئے relief کی یہ پوزیشن ہے۔ مرکزی حکومت سود خور ادارہ بنا ہوا ہے۔ پشاور کی حکومت، پختونخواہ کی حکومت منتیں کر رہی ہے کہ جو قرضہ وفاق کا ہم پر واجب الادا ہے ہم یکمشت دینے کے لئے تیار ہیں لیکن ۱۸ فیصد سود

ہم دینے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ یہ جو سود خور ہیں وہ کہتے ہیں کہ نہیں' آپ نے ہمیں ۱۸ فیصد دینا ہے۔ ایسے حالات میں جناب! آپ کیسے فیڈریشن کو چلا رہے ہیں؟ کیسے بجٹ بنا رہے ہیں؟ آپ کے خیال میں عوام میں آپ کا اعتماد بڑھے گا' خوشحالی بڑھے گی۔ کچھ بھی نہیں ہوگا۔ یہ بڑی سنگین صورتحال ہے اور اس ملک کی سالمیت کے لئے بھی انتہائی خطرناک صورتحال ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ آپ نے کانٹوں کی فصل بوئی ہے' ان جرنیلوں نے اور آمریت کے پرستاروں نے' جنرل ضیاء کے دور سے لے کر آج تک۔ آج کیا پوزیشن ہے؟ لاکھوں دہشت گرد موجود ہیں' نہ صرف یہ کہ موجود ہیں بلکہ تمام دنیا کو انہوں نے destabilize کیا ہے۔ دنیا میں کہیں بھی امن نہیں ہے۔ نہ اس ملک میں ہے۔ ایسے حالات میں جب ہر روز دہشت گردی کے واقعات ہوتے ہوں' خود جرنیل محفوظ نہ ہوں' ان کا کور کمانڈر محفوظ نہ ہو تو آپ کا کونسا سرمایہ کار' کاروبار کے لئے محفوظ رہے گا؟

جناب چیئرمین! یہ بد ترین صورتحال ہے۔ آپ نے زرعی اصلاحات کا انتظام کرنا ہوگا۔ آپ نے تعلیم مفت اور لازمی کرنی ہوگی۔ صحت کی سہولت مفت کرنی ہوگی اور روزگار کو ایک فریضہ سمجھنا ہوگا۔ دس لاکھ روزگار ہمیں کوئی نہیں دے گا۔ اس طریقے سے روزگار مہیا نہیں ہو سکتا۔ جناب چیئرمین! جس طرح کہ اسفندیار خان نے کہا کتنے بڑے ظلم کی بات ہے کہ آپ کسی بھی فصل پر سنٹرل ایکسائز ڈیوٹی نہیں لیتے مگر آپ بضد ہیں کہ ہم نے تمباکو پر duty لینی ہے۔ تمام اپوزیشن نے recommendations دی ہیں کہ یہ ناروا سنٹرل ایکسائز ڈیوٹی ختم کی جائے۔ میں اس House کے توسط سے اپیل کرتا ہوں کہ یہ بڑا ناروا اقدام ہے اور اس کا خاتمہ کیا جائے پھر ہم آپ کو مدد دیں گے۔ بجلی کی royalty کی مد میں' پانی کی royalty کی مد میں جو رقم واجب الادا ہے' وہ آپ ہمارے حوالے کریں' gas کی royalty حوالے کریں۔ سندھیوں کو ان کے وسائل کا حساب ان کے حوالے کریں پھر ہم دیکھتے ہیں کہ یہ وفاق کیسے نہیں چلتا اور پھر آپ ہم سے امداد مانگیں۔ قوموں سے مانگیں' صوبوں سے مانگیں' وفاق کی ضروریات پوری کرنے کے لئے' عیاشیوں کے لئے نہیں۔ اگر وفاق کو چلانے کے لئے کہیں کچھ ناگزیر ہے' دفاع کے سلسلے میں بھی' کوئی اور بڑا mega project بنانے کے سلسلے میں بھی قومیں مدد کریں گی' ضرور کریں گی لیکن sir, اس طریقے سے نہیں۔ بلوچستان میں بلکہ تمام یہ جو وسطی

پشتونخواہ کے علاقے ہیں جس کو آپ tribal areas کہتے ہیں۔ جناب! اس میں levy کے نام سے ایک روایتی امن کی force تھی، امن وامان قائم کرنے کی سب سے موثر force تھی، اب اس کو ختم کرنے کے لئے police راج لایا جا رہا ہے۔ اب A-area اور B-area کا خاتمہ کر کے police بنا رہے ہیں، اب کہتے ہیں کہ بلوچستان پر police راج مسلط کرنے کے لئے ساڑھے نو ارب مختص کئے گئے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ اپنی levys کو تربیت دیں، جدید بنیادوں پر منظم کریں اور یہ امن کے لئے بہترین ضمانت ہے۔ آپ یہ نہیں کرتے، police راج کا مقصد یہ ہے کہ آپ نے غیر مقامی بھرتی کرنی ہے۔ وہاں آپ کی ایک force فوج کی صورت میں اور دوسری force police کی صورت میں ہوگی اور آپ کے خیال میں طاقت کے زور پر ان کو مزید محکوم رکھا جائے گا۔ لوگ ایسے محکوم نہیں رہیں گے، ,sir یہ اکیسویں صدی ہے، یہ اکیسویں صدی قوموں کی آزادی اور جمہوریت کی صدی ہے۔ ہم نے رضاکارانہ وفاق کو چلانا ہے، قوموں نے اس وقت بھی اعلان کیا ہے۔ ہمارا مطالبہ تو یہ تھا کہ ایک ایسا Senate بنایا جائے جس کو یہ اختیار ہو کہ اس کی مرضی کے بغیر کوئی بجٹ منظور نہ ہو، اس کی مرضی کے بغیر کوئی وزیر اعظم منتخب نہ ہو۔ آپ نے NFC Award بھی ختم کیا۔ ایسے حالات میں قوموں کو متحد رکھنے کی کوئی دستاویز نہیں ہے۔ اس ملک کے عوام کو متحد رکھنے والا اب اس ملک میں کوئی آئین نہیں ہے۔ ,sir ہم مفت میں بیٹھے ہیں۔یہ تو ایک علامت ہے کہ پارلیمنٹ بنی ہے، وہ کہتے ہیں کہ نثار میمن صاحب کی بڑی خودمختار پارلیمنٹ ہے، پارلیمنٹ کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ military council کی حیثیت ہے، جرنیلوں کی حیثیت ہے۔ مشرف جو چاہے گا، وہی کام ہو گا۔ جو جب نہیں چاہے گا یعنی اقتدار والے لوگ کچھ بھی نہیں کریں گے اور کر بھی نہیں سکتے ہیں، ان کی یہ جرات نہیں ہے، ان کی یہ صلاحیت نہیں ہے، وہ NAB اور ڈگریوں کے یرغمال ہیں۔

جناب چیئرمین! ایسے حالات میں ہماری تجاویز یہ ہیں کہ اس ملک کی قوموں کو اعتماد میں لینے کے لئے سب سے پہلے آپ قوموں کے اپنے حصے کی ادائیگی کریں۔ قدرتی وسائل کی مد میں جو وفاق پر ان کا حق بنتا ہے، وہ ادا کیا جائے اور مزید ناروا ٹیکسوں کا سلسلہ بند ہو اور عوام کے حق میں اقدامات کئے جائیں۔ یہ جو ہم نے اپنے ملک کو فروخت کیا ہے، اب ہمارے پاس کیا ہے؟ وہ جو کہتے ہیں:۔

رہا کھٹکا نہ چوری کا' دعا دیتے ہیں راہزن کو

اب ہمارے پاس کیا ہے؟ اب تو کچھ بھی نہیں ہے جو شوکت عزیز صاحب راہزن لے سکیں' ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے' اب ہمارے عوام سے لینے کے لئے کچھ کیا بچا ہے۔ آپ نے صحت کو، تعلیم، روزگار big king WAPDA, natural وسائل آپ نے سارے فروخت کئے ہیں' sir, اب ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ ایسے حالات میں یہ خورشید صاحب کے پند و نصائح سے بھی ٹھیک نہیں ہو گا' ان کی تجاویز سے بھی کچھ ٹھیک نہیں ہو گا۔ وہ اقبال کی بات ہے کہ :-

تانہ گردد تہہ و بالا ایں نظام

دانش و تہذیب و دین سودائے خام

جناب! اب کچھ نہیں ہے' انقلابی اقدامات کی ضرورت ہے۔ انقلابی اقدامات' ہمیں سرمایہ داروں کے مفادات کو قربان کرنا ہو گا۔ ہمیں سامراجی' مالیاتی اداروں کو قربان کرنا ہو گا اور اس کے لئے ہمیں اپنے عوام کے حق میں معاشی اصلاحات کرنی ہوں گی۔ بجٹ کے معنی یہ ہیں کہ آپ عوام کو کیا relief دیتے ہیں۔اسفندر یار خان صاحب کو علم ہے کہ میں نے اس دن Standing Committee میں کہا کہ ہم تربیلہ میں ہزاروں میگا واٹ بجلی پیدا کرتے ہیں اور ہم جناب چیئرمین! صوابی میں بجلی کا پنکھا نہیں چلا سکتے' صوابی تربیلہ کے کنارے پر ہے اور واپڈا کی رپورٹ یہ ہے کہ 38 فیصد عوام کو ہم نے بجلی فراہم نہیں کی ہے۔ اس وقت 45 ہزار گاؤں بجلی سے محروم ہیں۔ یہ تمام کے تمام گاؤں بلوچستان اور پختونخواہ کے ہیں۔

جناب چیئرمین: خان صاحب وقت کا خیال کیجئے۔

سینیٹر رضا محمد رضا: جناب چیئرمین! ایسے حالات میں ہم نے سستی بجلی عوام کو فراہم کرنی ہے، ہم نے گیس فراہم کرنی ہے، ہم نے مفت اور لازمی تعلیم فراہم کرنی ہے۔ آپ ادارے بنا رہے ہیں۔ دیکھیں ہم نے بڑے technical ادارے بنائے ہیں۔ آغا خان کے لئے آپ بنا رہے ہیں؟ کیا اس کی دولت میں کمی ہے' کہ عوام کے ٹیکسوں سے بنے بنائے ادارے ان کے حوالے کر دیتے ہیں کہ آپ ایک ہی طالب علم سے لاکھوں روپے لے لیں۔ آپ کہتے ہیں کہ

ہم نے skilled labour پیدا کرنی ہے، دو فیصد ایسے لوگ نہیں ہیں جو آغا خان جیسے تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کر سکیں۔ ایسی صورتحال میں اس بجٹ میں بلوچوں اور پشتونوں کے لئے کچھ بھی نہیں ہے، سندھیوں کے لئے کچھ بھی نہیں، پنجاب کے لئے اگر ہے تو پنجاب کے بالائی طبقات کے لئے ہے۔

اس بجٹ پر بیچارے ملازمین کی امیدیں ہیں۔ وہ کوئی challenge قبول نہیں کرتے اور ادھر صحافی دوست بار بار شوکت عزیز کو challenge کرتے ہیں کہ آپ بڑے ماہر ہیں، آپ تین ہزار روپے ماہانہ میں ایک گھر کا بجٹ بنا کر دے دیں، آپ میں ہمت نہیں، آپ پانچ ہزار کا بنا کر دے دیں، آپ کہتے ہیں کہ میں معیشت میں بڑا ماہر ہوں۔ ہماری آبادی کی اکثریت کی تین ہزار ماہانہ آمدنی ہے بلکہ لوگ پتا نہیں کس کس کام کو کرنے پر مجبور ہوئے ہیں، غربت اور مہنگائی کی وجہ سے اور آپ اس میں مسلسل اضافہ کر رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اصلاحات لا رہے ہیں۔ جناب اس میں کوئی اصلاح نہیں ہے۔ ایسے بجٹ کو عوام دشمن بجٹ نہ کہا جائے، اس کو مسترد نہ کیا جائے، اس کو اس ملک کی مفاد کا مخالف نہ قرار دیا جائے تو کیا کیا جائے۔ میں نہیں سمجھتا کہ وہ کیسا ممبر ہے جو اپنے عوام کی بات نہیں کرتا ہے۔ یہ تعریفیں تو ہم نے غلام اسحاق کی اس سے زیادہ کی تھیں، آپ ریکارڈ اٹھائیں، سینیٹ کے ریکارڈ میں بھی ہے کہ غلام اسحاق کی تعریف میں انہیں لوگوں نے کہا تھا کہ بڑا کمال کا منسٹر ہے، اس نے ایسے ایسے کام دکھائے ہیں۔ ڈاکٹر محبوب الحق کے بارے میں بھی ایسا کہتے رہے اور یہ بات غلط ہے۔ عوامی حکومتوں کی بہترین پوزیشن تھی۔ ہر فوجی دور کے مقابلے میں نواز اور بےنظیر دور کی چاروں حکومتیں عوام کے حق میں ہزار گناہ بہتر تھیں، روزگار کے حوالے سے، قیمتوں کو control کرنے کے حوالے سے، عوام کو relief دینے کے حوالے سے بہتر تھیں۔ ان رہزنوں نے تو پورا ملک چند گھرانوں کے یا بیرونی سرمایہ داروں کے حوالے کیا ہے۔

جناب چیئرمین! میری یہ اپیل ہے کہ کم از کم سینیٹ جیسا ایوان ایسے جرائم میں شریک نہ ہو، سینیٹ جیسا ایوان جو قوموں کا محافظ ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ آپ نے نجکاری کے لئے 40 ارب روپے رکھے ہیں اور drought کے لئے ایک ارب روپے رکھے ہیں، drought کی position یہ ہے کہ بلوچستان کا صوبہ اور فاٹا کا تمام علاقہ اس وقت شدید قحط سالی کی زد میں ہے

اور گزشتہ تمام سالوں سے انتہائی سنگین ہے۔ ماہرین نے کہا ہے وہاں پر کانگو وائرس کھاد کی وجہ سے ہے، قحط سالی کی وجہ سے ہے، لوگ migration کر رہے ہیں۔ ہماری معیشت، زراعت اور مال مویشی مکمل طور پر تباہ ہو گئے ہیں اور پتا نہیں کس نے ایک ارب روپے رکھے ہیں شاید بلوچستان کے کسی بد بخت نے کہا ہوگا کہ آپ drought کے لئے بھی رکھیں ورنہ شوکت عزیز صاحب کو تو یہ یاد بھی نہیں کہ اس ملک میں اس وقت اس سال کے بجٹ کا سب سے اہم ہنگامی منصوبہ یہی تھا اور کوئی نہیں ہو سکتا کہ عوام کو relief دیا جائے، اس لئے کہ پورا صوبہ قحط کی زد میں ہے اور ہم نقل مکانی پر مجبور ہو گئے ہیں اور قحط سالی کی پوزیشن یہ ہے کہ اب کانگو وائرس جیسے خطرناک امراض پیدا ہو گئے ہیں اور آپ کہتے ہیں کہ ہم عوام کو relief دے رہے ہیں۔ ایک ارب روپے رکھے ہیں اور نجکاری کے لئے چالیس ارب روپے رکھے ہیں۔ یہ آپ کے بجٹ کی figures ہیں جن کی تعریفیں ہو رہی ہیں۔

جناب چیئرمین۔ خان صاحب! آپ ختم کیجئے۔

سینیٹر رضا محمد رضا۔ جناب والا! infrastructure بننا چاہیئے۔ Infrastructure سڑکوں کا، communication کا اور گیس کی فراہمی کا، اور یہ کہاں نہیں بنا ہے، وہ صرف بلوچوں اور پشتونوں کے علاقے میں اس وقت نہیں ہے، نہ کوئی سڑک ہے، نہ بجلی ہے، نہ پانی ہے اور ہم پانی دینے والے ہیں، ہم بجلی دینے والے ہیں، ہم گیس فراہم کرنے والے ہیں اور ہم ہی افرادی قوت فراہم کرنے والے ہیں۔ جولائی میں "پونم" ایک سیمینار کرے گا اور تمام اعداد و شمار بیان کرے گا جو قوموں کے وسائل ہیں، اعداد و شمار کی روشنی میں، حقائق کی روشنی میں اور بین الاقوامی اداروں کے سامنے پھر پتا چلے گا کہ اس ملک کے وسائل کون پیدا کرتا ہے، وسائل کے مالک کون ہیں، قومیں ہیں یا پنجاب ہے اور پنجاب کی بدبختی یہ ہے کہ انہوں نے ہمیشہ آمریت کا ساتھ دیا ہے اس بنیاد پر کہ پنجابی آرمی کی حکمرانی ہے۔

جناب چیئرمین۔ آپ ختم کریں، تشریف رکھیں۔

سینیٹر رضا محمد رضا۔ آخری بات جناب! تمام ملک کے لئے بھی ہمارا پیغام ہے کہ اب وقت آ گیا ہے کہ پنجاب کے عوام اپنے جابر طبقات کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں، فوجی آمریت کے

خلاف، جاگیرداروں کے خلاف ، ان دلال سرمایہ داروں کے خلاف ایک محاذ بنائیں، قوموں کے ساتھ نئے آئین کے لئے، نئی دستور ساز اسمبلی کے لئے---

جناب چیئرمین: پروفیسر سعید صدیقی صاحب۔

سینیٹر پروفیسر محمد سعید صدیقی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین ! شکریہ کہ آپ نے مجھے بالآخر بولنے کا موقع فراہم کیا۔

جناب چیئرمین: میں ایک وضاحت کر دوں،" بالآخر" کی بات نہیں ہے ، سب اکٹھے نہیں بول سکتے، جو ترتیب ہے اسی سے چلیں گے۔ ذرا مہربانی کرکے سب یہ سمجھ لیں کہ ہم اکٹھے نہیں بول سکتے۔ آپ بول کر سنیں یا سن کر بولیں۔ باری باری سب کی باری آئے گی۔

سینیٹر پروفیسر محمد سعید صدیقی ، جناب چیئرمین! میں ہمیشہ ان لوگوں میں سے رہا ہوں جنہوں نے شروع میں نام لکھوائے تھے ۔

جناب چیئرمین: مجھے جو فہرست آپ کی پارٹی کے through آئی ہے میں اسی کے حساب سے چل رہا ہوں۔ آپ یہ معاملہ خود طے کرلیں، میں اس میں کوئی رد و بدل نہیں کر رہا۔

سینیٹر پروفیسر محمد سعید صدیقی، کل صبح ہی میں نے وسیم سجاد صاحب کو نام لکھوایا تھا اور پتا نہیں کس طرح اب باری آئی ہے۔

جناب چیئرمین: ہوسکتا ہے پارٹی اپنے حساب سے نام فہرست میں رکھتی ہو ۔

سینیٹر پروفیسر محمد سعید صدیقی: جناب چیئرمین ! یہ 2004-2005 کا بجٹ جو زیر بحث ہے ، زیر غور ہے یہ عوامی فلاح و بہبود کا بجٹ ہے ۔ اس میں جو رعایتیں دی گئی ہیں ان سے عوام الناس، کاروبار، صنعت کار، کسان ، مزدور سب مستفیض ہوں گے۔

Taxes میں ردوبدل، GST میں جو adjustment and duties میں کمی کی گئی ہے اس سے نہ صرف production cost کم ہوگی بلکہ قیمتیں بھی کم ہوں گی جس سے عام آدمی کو فائدہ پہنچے گا۔ اس طرح

We can call this budget people friendly and common man friendly. It will make life of a common man easier. It will help to generate job

opportunities. It will help the cost of living bring down. So proposed reduction and withdrawal of taxes, GST, Custom duty will accelerate the industrial, agricultural and business activities. So, every citizen will get benefit of it.

So, the concession given in the budget like 15% dearness allowance to government employees like increase in pension of retired civil servants from 8% to 16%. 8% to those who retired after 1994 and 16% to those who retired before 1994. Here, I would say that it would have been much better if the same increase would given to all pensioners irrespective of the date of retirement. This is one of the recommendations I will submit to the Finance Committee. Hopefully, they will consider it and it will be accommodated. So other benefits, incentives offered in the budget to common man are the increase of the limit of BAHBOOD FUND from one million to two million and withdrawal of withholding tax on the saving certificate or accounts.

I would say that it would have been much better if those investors, retired people, pensioners as well as the widows be given the facility to extend this amount, that is, they be allowed if they have invested less than two million to make it up to that. Another benefit given is that tax free income has been raised from 80 thousand to 100 thousand. Reduction of import duties on 459 items will definitely bring the prices down and also reduction of duties on industrial raw-material will also help the prices and cost of production down.

Another positive and healthy proposal, that is GST that has been

made uniform. Instead of varying rates, all rates are made to 15% and also that is for SMEs the turn over for which they were required registration has been increased from half a million to five million. So, all these steps will help economic boost, industrial growth, promote business, create jobs and aleviate poverty.

Above all the agriculture package offered by the President, General Pervez Musharraf has also given lot of benefits and incentives to farmers which will improve their lot, their living conditions and will improve their lives and everything. The incentives given are; mark up of *Zarai Tarqiati* Bank has been reduced from 14% to 9% and withdrawal of GST and withholding tax, on the agriculture equipment, machineries, tractors, chemicals and pesticides. As a result of that DAP fertilizer's one bag price has been reduced and will come down by Rs. 100/-. The farmers and the people in the rural areas, which constitute 70% of our population, will surely benefit with these measures because they will have better opportunities and it will create jobs in the agricultural sector and the residents of the rural areas will also get jobs and lot of opportunities.

This budget has brought us a considerable increase in the education budget, health and social welfare but still if you look at the education budget, it is 13000 million and that of health is 600 million, the education budget is still 1.7% of GDP where the experts agree that we should not spend less than 2.4% of our GDP on education. May be the financial constraints did not allow. But the defence budget has been increased by 7% of GDP definitely we agree that nothing is more

to important than the defence but still we feel that education budget could be further increased. Other incentives for education are: import duties on educational equipments have been reduced, Tax Holidays for establishment of new technical vocational institutions and above all the establishment of National Technical Vocational Authority. It will help us improve our technical and vocational education, those who go for skilled jobs will have some certification, some authentication by some authority. Industrialist, agriculturist, business people will have enough skilled labour technically trained. With due certification, they will find reasonable jobs in the market. So, it will in another way help us solve our technical human resource problem. It will fill the skill gap, it will provide the technical labour, skilled workers, trained specialists for the Industry as well as business.

In the budget speech, the Finance Minister also mentioned of challenges. Yes, we have challenges ahead. Among them is the unemployment, poverty, social inequality, that is, the gap between the rich and poor. It is increasing. We need to bridge this gap or at least narrow this gap.

Among the challenges is also provision of quality education to the masses at affordable price. If there is quality education in an institution, it's price is not affordable. The private institutions, charge exorbitantly, so high in the fee structure that common man cannot afford, and where there is affordable price the education cannot be called of a quality.

Sir, these days, we are facing problems and particularly problems of national integrity, provincial harmony. We have to take care of this as early as possible and this can be done only when all the provinces are given their due share. My province Sindh has been trying to have his due share in NFC Award, based on the income Sindh generates and passes it on to the, federation. This is, one of the reason that the NFC Award, could not be finalized. Hopefully, the consensus of all four provinces on NFC Award, which is constitutional requirement, will be finalized in near future.

The law and order situation in the country discourages not only foreign investors but also the investors at home. So this has to be looked on and sufficient budget provisions are made for this head, hopefully, the situation will improve. Another aspect of our concern is corruption, commission and wastage of public resources which give rise to incapacity, incapability, incompetence or mismanagement. There is need to give sufficient training to the officials who are responsible for disbursing and utilizing these government funds. So that they are not wasted because of their incapacity or inability or incompetency or mismanagement.

Donation from foreign donors, I know with the reference to the education in Sindh, donation from ADB, lot of them have been either wasted or not used in time. So, donors are very unhappy about it. They have given us marginal time to do better use of funds, donations provided by them in the right way at the right time.

Now fiscal deficit of the budget is still at 3.3%. This needs to be decreased. In conclusion, I would say that Opposition members have also

appreciated some of the points, some of the proposals in the budget which confirms, which endorses that the budget is a good one, a balanced one. We have made certain recommendations through this House which were referred to the Finance Committee, like uniform tariff for electricity throughout the country, right now there is a difference between the rates of K.E.S.C. electricity and that of Wapda. So, these rates, these tariffs should be same for the whole country. K.E.S.C. and Wapada should make efforts to make these rates uniform. I have already mentioned that the increase in pension of the pensioners should be same for all. 5% import duty has been proposed in this budget. I would suggest and we have recommended that it should be withdrawn because we are not selfsufficient yet in this field. It will discourage promotion of I.T. education as well as other fields of I.T. There has been some protest in the big cities about the C.V.T. of 0.1% on share of the stock exchange. Although there are very few people to invest there, who trade in share but it will discourage the investment enviornment. We have also made recommendations that the newly imposed C.V.T. of 1% on the share be withdrawn. There are many points which I wanted to speak on but because I got the chance at this stage, if I speak on them, it will just be repetition. So, I will conclude with saying that this budget is people friendly. Good for common man. It will make the life ideal. It will promote and accelerate the economic activity in the country. Thank you very much

جناب چیئرمین، ڈاکٹر بلیدی - نہیں ہیں، مسز ممتاز بی بی- last speaker, اس

کے بعد بریک کر لیں گے۔

سینیٹر مسز ممتاز بی بی: جناب والا! جو بجٹ پیش کیا گیا ہے ' اس کے بہت سارے اعداد و شمار تمام فاضل ممبران نے بیان کر دیئے ہیں۔ میں تعلیم کے بارے میں اور اپنے علاقے کے کچھ مسائل کے بارے میں بیان کرنا چاہتی ہوں۔

جناب والا! پہلے زمانے میں اگر کوئی شخص اپنے بچے کی ملازمت کے لئے آتا تھا تو اسے یہ کہا جاتا تھا کہ کیا اس نے کچھ پڑھا ہوا ہے' اسے تعلیم دلوائی جائے۔ مشکل سے لوگ اپنے بچوں کو matric تک تعلیم دلواتے تھے۔ اب matric پاس بچے جب ملازمت کے لئے آتے ہیں تو یہ کہا جاتا ہے کہ matric تعلیم کے مطابق post نہیں ہے۔ اس سے اعلیٰ تعلیم ہونی چاہیے۔ یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ گورنمنٹ کے جو سکول ہیں' وہاں پر تعلیم کے حصول کے ذرائع اور وسائل بہت کم ہیں۔ بچوں کے بیٹھنے کی جگہ بہت کم ہوتی ہے۔ classes میں تعداد اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ ایک teacher ایک وقت میں انہیں صحیح طور پر نہیں پڑھا سکتا۔ تعلیم کے لئے جو بجٹ مختص کیا گیا ہے' وہ بہت کم ہے۔ بچوں کی اعلیٰ تعلیم کے لئے private ادارے ہیں لیکن وہاں پر امیر لوگوں کے بچے ہی داخل ہو سکتے ہیں۔ سارے نظام تعلیم کو یکساں ہونا چاہئیے۔ syllabus ایک ہونا چاہیے اور نصاب بھی ایک ہوناچاہیے اور ذریعہ تعلیم بھی اپنی قومی زبان میں ہونا چاہیے۔ غریب لوگ ہیں انہوں نے محنت کرکے' graduation کی ہے' M.A کیا ہے' M.Sc کیا ہے لیکن پھر بھی انہیں ملازمتیں نہیں مل رہی ہیں۔اس لئے یہ سوال پیدا ہوتاہے اور ضرورت اس بات کی ہے کہ دس ' بیس لاکھ افراد کو ملازمتیں دی جائیں ۔ میں عرض کرتی ہوں کہ ہمارے علاقے میں بہت ساری factories ہیں ' Hattar Industrial Zone ہے' اس میں کافی industries بند پڑی ہوئی ہیں۔ اس لئے گزارش کی جاتی ہے کہ ان بند factories, industries, کو چلایا جائے تاکہ غریب لوگ وہاں پر اپنا روزگار حاصل کر سکیں۔

جناب والا! اسی طرح اگر ہم صحت کے معاملے کو دیکھتے ہیں تو یہ بھی بہتر نہیں ہے۔ اگر آپ ایک ہسپتال میں چلے جائیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وہاں پر غریبوں کی حالت قابل دید ہے۔ ادویات ان کو نہیں مل رہی ہیں۔ ڈاکٹر انہیں نہیں دیکھ رہے ہیں۔ جب لوگ ڈاکٹروں کے

پاس جاتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب meeting میں ہیں۔ اگر صحت کے units چھوٹی چھوٹی جگہوں پر قائم کر دیئے جائیں تو کافی آسانیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔ اب ایک ہسپتال میں ایک ہی جگہ پر سارے ڈاکٹر ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے سارے مریض وہاں جاتے ہیں تو وہاں رش ہو جاتا ہے ۔ ویسے بھی ڈاکٹروں کی کمی ہے۔ میں آپ کو یقین سے کہتی ہوں کہ ہمارے علاقے میں چند ڈاکٹرز ہیں جو اپنا ڈاکٹری کا امتحان پاس کر چکے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے والدین نے پانچ چھ سالوں میں بہت پیسہ خرچ کیا جو کہ تقریباً دس سے تیس لاکھ روپے بنتا ہے۔ اتنے اخراجات کے بعد ہمیں اس کا ماہانہ معاوضہ نہیں مل رہا ہے۔ اگر ڈاکٹروں کو صحیح facilities دی جائیں، ان کی تنخواہیں زیادہ کی جائیں اور دور دراز علاقوں میں انہیں متعین کیا جائے تو وہ خوشی سے جائیں گے، غریبوں کا علاج بھی آسانی سے ہو جائے گا اور انہیں ادویات مل سکیں گی۔ جناب والا! آج کل ایک بات بہت عام ہے کہ ہر جگہ نمبر دو مال بک رہا ہے۔ ادویات بجائے فائدہ کے نقصان دیتی ہیں جس سے ان کی صحت پر ان کا بہت غلط اثر پڑ جاتا ہے۔ اس لئے آپ سے یہی گزارش ہے کہ ہمارے علاقے غریب ہیں، وہاں جو غریب عوام ہیں، ان کے لئے کچھ کیا جائے۔

جناب والا! پینے کا پانی بہت کم دستیاب ہے ۔ بعض گاؤں ایسے ہیں جہاں پر کھارا پانی میسر ہوتا ہے۔ ایک آدھ پینے کا کوئی صاف کنواں ہوتا ہے۔ اس لئے صاف پانی کی فراہمی پر پوری توجہ دی جائے۔ گورنمنٹ نے بہت سارے units بنا دیئے ہیں۔ بنیادی حکومتیں قائم ہیں۔ ناظم موجود ہیں، کونسلر ہیں۔ اگر ہم سب لوگ مل کر ان چیزوں کے لئے جہاد کریں گے تو جہالت دور ہو جائے گی۔ علم کی روشنی پھیلے گی اور ملک ترقی کرے گا۔

جناب والا! اس کے علاوہ دہشت گردی کا مسئلہ ہے۔ دہشت گردی صرف یہی نہیں ہے کہ کلاشنکوف جس کے پاس ہے، وہ دہشت گرد ہے۔ ہمارے ہاں جہالت کی دہشت گردی بہت زیادہ ہے۔ جب یہ جہالت دور ہو جائے گی تو علم کا نور پھیلے گا، لوگوں کے دلوں میں محبت اور اخوت پیدا ہو گی، اسلام کی دوستی آئے گی تو دہشت گردی خود بخود ختم ہو جائے گی۔

اسلام ہی وہ دین ہے، قرآن ہی وہ کتاب

بخشا بطور خاص خدا نے جنہیں دوام

ناقص ہے سب نظام، نئے ہوں کہ قدیم

کامل فقط وہ ہے، جو ہے اس کا دیا نظام
دستور دین احمد مرسل تجھے سلام

اگر ہم اسلامی اصولوں پر چلیں، اسلام کے قوانین پر عمل کریں اور آپس میں بھائی چارہ اور محبت رکھیں، بغض اور بخل کو ختم کردیں تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہماری قوم آگے نہ جا سکے۔ مسلمان وہ قوم ہے جنہوں نے بہت زیادہ ماضی میں ترقی کی ہے۔ ہمیں اپنے ماضی کو برقرار رکھنا ہے، اپنے بچوں میں وہ شعور پیدا کرنا ہے تاکہ وہ آگے پڑھ سکیں۔ کوئی بھی بجٹ ہو اور کیسا بھی ہو اس کو عمل میں لانا اور اس کے صحیح اخراجات کرنا یہ ہم سب کا فرض ہے۔ یہ ہم ہی لوگ ہیں جو زراعت کے ذریعے اور دوسرے وسائل کے ذریعے taxes دیتے ہیں یہی پھر واپس عوام کی طرف چلے جاتے ہیں تو ہمیں ہر کام خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کی خاطر کرنا چاہیے اور اپنے ملک کو کامیاب بنانا چاہیے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: جی محترمہ۔

سینیٹر مسز آغا پری گل: دراصل میں اس لیے یہ problem آپ کو بتانا چاہتی ہوں کیونکہ ماشاء اللہ آپ باہر جا رہے ہیں اس لیے آپ کے ہوتے ہوئے اگر ہمارا یہ چھوٹا سا مسئلہ حل ہوجائے۔ آپ یقین کریں بلوچستان میں PIA والوں نے ہمیں بہت تنگ کیا ہوا ہے۔ جب ہم بلوچستان سے، کوئٹہ سے لاہور آتے ہیں یا اسلام آباد آتے ہیں تو صرف دو ہی flights ہیں ہفتے میں دو لاہور کے لیے اور دو اسلام آباد کے لیے۔ اب سیشن بھی ہے اور اسی طرح اگر لاہور سے آپ اسلام آباد سیشن کے لیے آئیں تو دو flights ہیں۔ میرا خیال ہے کراچی کا بھی یہی حال ہے۔ آپ یقین کریں، یہاں پر سیشن شروع ہے اور وہاں پر PIA کا کاروبار شروع ہے۔ پتا نہیں DAEWOO والوں کو فائدہ پہنچانے کے لیے انہوں نے یہ scheme شروع کی ہے۔ اس لیے میں آپ کے ہوتے ہوئے یہ کہنا چاہتی ہوں کہ آپ آج کوئی ایسا action لیں کم از کم، اگر آپ دیکھیں ایک شخص کوئٹہ سے سیشن کے لیے یہاں اسلام آباد آتا ہے تو پہلے یا تو اس کو کراچی جانا پڑے گا، پھر کراچی سے لاہور آئے گا پھر اسلام آباد آئے گا۔ اتنا لمبا راستہ اور آجکل موسم بھی اتنا خراب ہے اور وہاں پر کوئٹہ میں زیادہ تر fog وغیرہ ہوتی ہے تو please آپ ذرا

بلوچستان والوں پر مہربانی کریں۔ ویسے بھی جب ہم دل کے دکھڑے سناتے ہیں اسمبلی میں تو لوگ کہتے ہیں کہ جی صرف بلوچستان کی ہی بات کرتے ہیں مگر پورے پاکستان میں اس وقت PIA نے تمام لوگوں کو تنگ کیا ہوا ہے۔ اللہ جانے اندر کیا problem ہے۔ اب آپ دیکھیں صرف ایک ہی flight ہے یا تو آپ لاہور سے جائیں یا تین دن کے بعد پھر ایک flight ہے۔

جناب چیئرمین: یہ پہلے بھی take up کیا تھا۔

سینیٹر مسز آغا پری گل: نہیں پھر فائدہ تو نہیں ہوا ہمیں۔

جناب چیئرمین: مسئلہ تو وسائل کا ہے۔ بہرحال میں take up کر لیتا ہوں۔

سینیٹر مسز آغا پری گل: چیئرمین PIA کو آپ ذرا سختی سے کہیں، یہاں ہمارا سیشن شروع ہے اور وہاں ہمارے لیے problem شروع ہے۔ ذرا آج action لیں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: جی جانے سے پہلے میں بالکل بات کروں گا۔ جی do you want to continue Wasim sahib? Or do you want to break. اچھا reconvene کب کرنا چاہتے ہیں - 5 O' clock. O.K. we adjourn for prayer and lunch and reconvene *Insha Allah* at 5.00 P.M. Thank you.

[The House was then adjourned to meet again at 5.00 P.M. in the evening.]

(وقفے کے بعد شام 5 بجے اجلاس دوبارہ جناب چیئرمین، جناب محمد میاں سومرو کی زیر صدارت منعقد ہوا)

جناب چیئرمین: السلام علیکم۔ بلیدی صاحب! میرا خیال ہے کہ آپ ہی شروع کر دیں۔

سینیٹر وسیم سجاد: جناب والا! میری گزارش ہے کہ اگر ہر فاضل ممبر کو دس دس منٹ دیئے جائیں تو سب کو موقع مل جائے گا۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے، اگر تمام ممبران کو اس پر اعتراض نہ ہو تو ہر ممبر دس دس منٹ بولے۔

سینیٹر وسیم سجاد: جناب والا! آپ ہر ممبر کو صرف دس دس منٹ دیں اور ہر ممبر کو پابند بنائیں کہ وہ دس منٹ سے زیادہ وقت نہ لے چاہے اس کا تعلق treasury benches سے ہو یا opposition benches سے ہو۔ ہر ممبر کو صرف دس منٹ کا موقع دیں۔

جناب چیئرمین: مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے کہ پابندی ہونی چاہیئے، I will agree fully with you, I think, members themselves are reponsible. I will request کہ جب party leaders بیٹھتے ہیں the whole onus should come on the Chair, the reason---- وہ خود ہی fix کر کے دے دیں کہ they will share with their party members and also distribute the work because repetition بہت ہے تو many points ہیں۔

سینیٹر وسیم سجاد: جناب! آپ اس طرح کریں کہ ابھی کم از کم پچاس اور speakers ہیں، غالباً صبح 12 ہو گئے ہیں تو میرے خیال میں دس منٹ strictly follow کریں۔

جناب چیئرمین: شروع میں اس لئے زیادہ لگتا ہے کہ بہت زیادہ چیزیں cover کرنی ہوتی ہیں ۔ Now, I think, most of the major points have been said. تھوڑا بہت member کو خود بھی بولیں کہ یہ data پڑھنے کا فائدہ نہیں ہے because that is in front of everybody, analysis کریں، suggestions دیں that will be more welcomed.

سینیٹر وسیم سجاد: جناب آپ سختی سے دس منٹ رکھیں۔

Mr. Chairman: I may for a little while then

خلیل صاحب will be there آپ ان سے بھی request کریں۔

سینیٹر وسیم سجاد: میں ان سے بھی request کر دوں گا۔

جناب چیئرمین: بلیدی صاحب مہربانی کر کے ، ذرا وقت کی پابندی کریں، repeat نہ کریں اور جو to the point ہیں، suggestions دیں تو وہ زیادہ اچھا رہے گا۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔(عربی) جناب چیئرمین! آپ نے مجھے بجٹ پر اظہار خیال کرنے کی دعوت دی، میں آپ کا انتہائی مشکور ہوں۔ جناب! جو بجٹ وزیر خزانہ نے پیش کیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ بجٹ گزشتہ سالوں کا تسلسل ہے، اس میں کوئی خاص فرق نظر نہیں آتا ہے۔ انہوں نے اس بجٹ میں جو اعداد و شمار بیان تو کئے مگر اس طرح کہ انہوں ان کو بڑی چالاکی اور ہوشیاری سے، ہیر پھیر کر کے لوگوں کو بیوقوف بنایا کہ ہم نے اس بجٹ میں نیا tax نہیں لگایا اور ہم نے اس بجٹ کو بنا کر بہت کمال دکھایا ہے۔ جناب چیئرمین! دنیا کے دوسرے ممالک میں opposition اور جتنے بھی مکتبہ فکر کے لوگ ہیں، ان سب کو بجٹ بنانے میں involve کرتے ہیں۔ وہ سب کو دعوت دیتے ہیں اور بجٹ کو open کرتے ہیں کہ everybody اس میں آ کر اپنی تجاویز دیں اور اپنی رائے شامل کریں۔ میں حیران ہوں کہ حکمرانوں کو کیا خوف ہے کہ وہ 14 کروڑ عوام سے اور Senate اور قومی اسمبلی سے بجٹ کا جو process ہے، وہ چھپا کر اور secrecy میں بجٹ کو بنا کر، ایک آدھے گھنٹے میں کابینہ کا اجلاس طلب کر کے، وزیر اعظم کے سامنے پیش کر کے، دوسرے ministers کو پابند کیا جاتا ہے کہ آپ yes کریں۔ اب کیونکہ آخری مراحل میں ہے، اگر کوئی minister کوئی observation دے یا کوئی اعتراض کرے تو اس کو یہ حق حاصل نہیں ہے کیونکہ ہمیں اسے آدھے گھنٹے میں کابینہ میں pass کرنا ہے اور قومی اسمبلی میں آج ہی پیش کرنا ہے۔ جناب چیئرمین! دس، گیارہ بجے کابینہ کا اجلاس طلب کیا گیا اور اڑھائی تین بجے بجٹ کو قومی اسمبلی میں پیش کیا گیا، اتنی عجلت، اتنی جلدی حالانکہ دوسرے ممالک میں جنوری سے لے کر جون تک اس کا process مکمل ہو جاتا ہے۔ جناب چیئرمین! ہمارے ہاں اس طرح نہیں ہے، میں یہ کہتا ہوں کہ اس بجٹ میں غریبوں کو کوئی سہولت نہیں دی گئی ہے۔ جہاں تک چھوٹے صوبوں کا تعلق ہے جو 202 ارب کی بات کی جا رہی ہے کہ ہم نے بجٹ میں ترقیاتی fund رکھا ہے، جناب! یہ ناکافی ہے اور اس میں سرحد اور بلوچستان کو مکمل طور پر نظر انداز کیا گیا ہے اور سب

سے بڑا المیہ یہ ہے کہ NFC Award جو ابھی جاری ہونا تھا ' اس موجودہ حکومت کے وزیر خزانہ اس کو لانے میں ناکام رہے تو میں سمجھتا ہوں کہ وزیر خزانہ کو NFC Award نہ آنے کی وجہ سے اخلاقی طور پر resign کرنا چاہیے تھا۔ کل بھی وزیراعظم سرحد گئے تھے' درانی صاحب سے ان کی meeting تھی اور سرحد حکومت نے فیصلہ کیا تھا کہ ہم کوئی بجٹ pass نہیں کریں گے۔ ہم اس دن بجٹ کا اجلاس بلا کر ایک قرارداد کے طور پر مرکز کو یہ احتجاج record کرائیں گے کہ مرکز کی طرف سے صوبہ سرحد کو کوئی پیسہ نہیں دیا گیا ہے۔ آج بھی اس کو منوانے کا process جاری ہے' ابھی تک مسئلہ طے نہیں ہوا ہے ۔ بلوچستان کے بجٹ کا یہ عالم ہے کہ وہ حیران ہیں' وہ خسارے کا بجٹ لا رہے ہیں کیونکہ وہاں مسلم لیگ کی حکومت ہے' وہاں سب under pressure ہیں ورنہ وہاں تمام پارٹیوں کی یہ رائے تھی کہ جبکہ مرکز نے کوئی پیسے نہیں دیئے ہیں تو آپ لوگ بھی کوئی بجٹ پاس نہ کریں۔ جناب میں یہ سوال کرنا چاہتا ہوں کہ وہ کہتے ہیں کہ بجٹ میں دس لاکھ روزگار کے مواقع دیئے گئے ہیں۔ تین چار سالوں سے یہ جو calculation کی جاتی ہے' لوگوں کو بیوقوف بنایا جاتا ہے۔ بیروزگاری کا یہ عالم ہے کہ اگر Junior Clerk کی ایک پوسٹ اخبار میں آ جائے تو اس کے لئے پانچ سو لوگ apply کرتے ہیں۔ لوگوں کے پاس ڈپلومہ' MBA' BSc اور بڑی بڑی ڈگریاں ہیں لیکن ان کو Junior Clerk کی post بھی نہیں ملتی۔ ایک نائب قاصد کے لئے B.A pass لوگوں کی قطار لگی ہوئی ہوتی ہے اور ان کو بھی نوکریاں نہیں ملتیں۔

جناب جہاں تک بلوچستان کا مسئلہ ہے تو بلوچستان اور سرحد چھوٹے صوبے ہیں۔ وفاق نے آج جو چھوٹے صوبوں کے حقوق ہیں اس سے مطمئن نہیں کیا۔ بلوچستان کی پسماندگی کا یہ عالم ہے کہ وہاں جیکب آباد' مکران' نصیر آباد' خضدار اور قلات کے جو backward علاقے ہیں' جہاں پانی نہیں ہے' جہاں ڈاکٹر نہیں ہیں' جہاں سڑک نہیں ہے' جہاں تعلیم نہیں ہے اور ہم یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم نے بہت بڑا بجٹ پاس کیا ہے۔ جب بلوچستان والے اپنا حق مانگتے ہیں تو ان کو کہا جاتا ہے کہ آپ غدار ہیں۔ میں مثال دیتا ہوں کہ I am a Senator but still I am using the *'Lanter'* in my house. اس ترقیاتی دور میں میرے گھر میں بجلی تک نہیں ہے' یہ شرم کی بات ہے کہ ایوان بالا کے ممبر کا اگر یہ عالم ہو تو عام لوگوں کا کیا حال ہو

گا۔ وسیم سجاد صاحب اس بات کے گواہ ہیں کہ پچھلے دور میں انہوں نے ruling دی تھی اور کیپٹن حلیم صدیقی نے بلیدہ کا visit کیا تھا' وہ تربت آئے تھے' آج تک میرے گھر میں بجلی نہیں پہنچی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ دعویٰ کرنا کہ ہم نے بنیادی سہولت مہیا کی ہے تو جناب یہ دعویٰ حقیقت پر مبنی نہیں ہے۔

اس ملک میں جو بجٹ بنایا جاتا ہے وہ امریکہ IMF اور World Bank کے دباؤ کے تحت بنایا جاتا ہے۔ہم بجٹ بنانے میں آزاد نہیں ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ وزیر خزانہ یہاں موجود نہیں ہیں' میں وزیر خزانہ کو یہ دعوت دیتا ہوں کہ وہ مکران کے کسی دیہات میں جا کر بجٹ بنائیں' وہ سندھ کے کسی دیہات میں ان کے حالات دیکھ کر بجٹ بنائیں' جیکب آباد کے اسی دیہات میں کہ جس میں چیئرمین صاحب آپ کا گھر ہے' وہاں جہاں پر پانی نہیں ہے' جہاں بجلی نہیں ہے' جہاں پر کوئی سہولت نہیں ہے' اپنی بیوروکریسی کو کہیں کہ وہ وہاں بیٹھ کر بجٹ بنائیں۔ بیوروکریسی یہاں ائیرکنڈیشنڈ کمروں میں بیٹھ کر' عیاشی کر کے' قلم اٹھا کر کاغذوں میں ہماری تقدیر کا فیصلہ کرتی ہے' اس بیوروکریسی کی planning اور پالیسیوں نے پوری قوم کو تباہ و برباد کیا ہے۔ میں وزیر خزانہ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ایک مزدور جس کی تنخواہ تین ہزار روپے اور اس کے چھ بچے ہیں' وہ ان کا ماہانہ بجٹ بنائیں کہ وہ اس کو کتنا الاؤنس دیتے ہیں۔ اس غریب کو اپنے 6 بچوں کے ساتھ سر چھپانے کی جھونپڑی نہیں ہے' بچوں کو تعلیم دلانے کے لئے دس اور سو روپے نہیں ہیں' 6 بچوں کو کھلانے کے لئے سوکھی روٹی مہیا نہیں ہے اور صحت کا حال یہ ہے کہ اگر اس کے لڑکے کو ٹائیفائڈ ہو وہ اس کو hospital تک نہیں لے جا سکتا چاہے وہ مر جائے۔ کیا مجھے یہ پوچھنے کا حق ہے کہ جن غریبوں کے ووٹوں سے ہم ان اسمبلیوں میں آتے ہیں اور اس ملک میں 95% غریب رہتے ہیں اور ان لوگوں نے ہمیں ووٹ دیئے اور ہمیں اسمبلیوں میں لائے' ان غریبوں کے لئے ہم نے یہاں آ کر کیا منصوبہ بندی کی ہے۔ اس ملک کو کیا پالیسی دی ہے' ہم نے اس ملک کو کیا اصول دیئے کہ ان غریبوں کے لئے فلاح و بہبود ہو۔ کیا وہ اس لئے تعلیم سے محروم ہیں' اس لئے وہ آج صحت کی سہولتوں سے محروم ہیں' اس لئے روزگار سے محروم ہیں اور ان کی سزا اس لئے یہ ہے کہ اللہ نے ان کو غریب پیدا کیا ہے' یہ کوئی سزا ہے؟ غریب ہونا کوئی جرم ہے؟ ایک نائب قاصد کی تنخواہ اڑھائی' تین

ہزار روپے ہے، وہ کہاں سے پورا کرے گا، مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ایک کمیٹی بنائی گئی کہ آپ تنخواہوں کے بارے میں رپورٹ پیش کریں، اس کمیٹی نے رپورٹ دی کہ ملازموں کی تنخواہ 75 % بڑھائی جائے لیکن پندرہ فیصد مہنگائی الاؤنس بڑھا کر بات ختم کر دی گئی یہ شرم کی بات ہے کہ تین ہزار تنخواہ لینے والے کو صرف پانچ سو روپے اضافی ملیں گے ۔ جناب والا! یہ ملک غریبوں کا ہے۔ دو فیصد آبادی پورے ملک پر مسلط ہے اور ہم جو ممبران قومی اسمبلی اور سینیٹرز ہیں یہ کہہ سکتے ہیں کہ وفاقی سیکریٹر ی ڈائریکٹر ، XEN بیوروکریسی ہے۔ وہ اپنے لڑکوں کو بڑے بڑے سکولوں میں داخلہ دلا کر ماہانہ تین تین ہزار روپے فیس دیتے ہیں لیکن ایک کسان کا، چوکیدار کا، نائب قاصد کا لڑکا اگر اس کے تین چار لڑکے ہیں ، وہ تعلیم سے بہرہ مند اس لئے نہیں ہوتے کہ اس ملک میں ان کے لئے کوئی planning نہیں ہے ، یا پھرہم یہ delcare کریں کہ اس ملک میں غریبوں کو رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ یہ صرف بڑے لوگوں کا ملک ہے ، سرمایہ داروں ، ارب پتیوں کا ملک ہے تو پھر ہم یہ بتا دیں کہ غریب یہاں سے کوچ کریں ۔ یہاں سے نکل جائیں، افغانستان جائیں، ایران جائیں، امریکہ جائیں یا دریا میں ڈوب کر مر جائیں۔ ان کی اس ملک میں کوئی حیثیت نہیں ہے ۔ جناب والا! یہ افسوس کا مقام ہے۔

جناب چیئرمین۔ وقت کا خیال رکھیں۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی ۔ جناب یہ جو پندرہ فیصد مہنگائی الاؤنس بڑھایا گیا ہے یہ ان غریبوں کے ساتھ زیادتی ہے اور وزیر خزانہ صاحب یہ کہہ رہے ہیں کہ میں نے نیا ٹیکس نہیں لگایا۔ یہاں آٹا، تیل، گھی، چینی اور چاول جو خورد و نوش کی اشیاء ہیں ، ان کا ٹیکس بدستور بحال ہے ۔ غریب کے لئے اس بجٹ میں آپ نے کیا relief مہیا کیا۔ یہ غریبوں کا ملک ہے آپ نے بڑوں کے لئے، کاریں رکھنے والوں کے لئے ٹیکس معاف کیا لیکن چھوٹا بیچارہ چوکیدار جو ریڑھی چلاتا ہے، جو در بدر پھرتا ہے، اس کو گاڑیوں سے کیا واسطہ ہے ۔ آپ نے صرف گاڑیوں کے لئے سہولت دی کیا اس ملک میں غریبوں کا حق نہیں ہے۔ ان کے لئے آپ نے کسی relief کا اعلان نہیں کیا۔

جناب یہ بیرونی قرضے لیتے ہیں ایک سیکریٹری یہاں سے جا کر امریکہ میں ایک دستخط

کرتا ہے اس دستخط کے وقت اس کو یہ پتا نہیں ہوتا کہ وہ کیا دستخط کر رہا ہے ، وہ ہوش میں بھی نہیں ہوتا، پوری قوم کو وہ قرض دار کرتا ہے ، پاکستان کا بچہ بچہ ایک دستخط سے قرض دار ہو جاتا ہے ، ان سے کوئی پوچھ گچھ نہیں ہوتی ، ان کا کوئی audit نہیں ہوتا کہ یہ قرضہ کس لئے لیا گیا اور وہ رقم کہاں خرچ کی گئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس قرضہ کی approval قومی اسمبلی سے ہو اور پھر سینیٹ سے باقاعدہ اس کی منظوری دی جائے اور وزیر خزانہ اس کا جواز رکھے کہ میں قرضہ لے لوں اور یہ قرضے جو بیرونی دنیا سے ملتے ہیں ان کا تیس فیصد on the ground کام ہوتا ہے۔ اگر ایک ڈیم بنایا جاتا ہے تو بیس ، پچیس فیصد وہ consultant جو باہر سے آتا ہے اس کے لئے یہاں کے آفیسرز کو کمیشن دیتے ہیں جو یہاں کے SDO اور XEN انجینئر ہوتے ہیں 30 اور 33% یہ کمیشن لیتے ہیں on the ground 25 to 30% کام ہوتا ہے۔ اس سے زیادہ کام نہیں ہوتا۔ ہم WTO کے مطابق بجٹ بناتے ہیں۔ ہمیں یہ پتا نہیں کہ ہم ان countries کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ وہ ممالک اپنے بے روزگاروں کو گزارہ الاؤنس دیتے ہیں۔ جو ساٹھ سال سے زائد عمر کے ہیں ان کو بھی گزارہ الاؤنس دیا جاتا ہے۔ اگر آپ یورپ کی بات کرتے ہیں تو پھر آپ یہاں بھی وہی طریقہ کار اپنائیں جو یورپ میں ہے۔ میں اس لئے کہتا ہوں کہ اگر ہم یورپ سے compare کرتے ہیں تو مجھے ادھر اک شعر یاد آیا کہ

اپنی مٹی پر چلنے کا طریقہ سیکھ لو
سنگ مرمر پر چلو گے تو پھسل جاؤ گے

ہم یورپ اور امریکہ کا مقابلہ نہیں کر سکتے ہیں۔ ہمارا معاشرہ ، ہماری سوسائٹی ، ہمارا سسٹم اس کی اجازت نہیں دیتا کہ ہم اس کا مقابلہ کریں۔ ہم اپنی مٹی پر چلنے کا طریقہ سیکھیں۔

ہمیں یہاں کے حالات کے مطابق بجٹ بنانا چاہیے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ مشرف اور شوکت کا بجٹ تھا۔ وزیر اعظم کو مجبور کیا گیا کہ ادھر sign کرو۔ اگر sign نہیں کرو گے تو آپ دیکھیں گے۔ یہ کوئی بجٹ ہے!

جناب چیئرمین: بلیدی صاحب وقت کا خیال رکھئے۔ اب تجاویز دے دیں۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: میں جناب مختصر کرتا ہوں۔ تعلیم کا بجٹ میں جو

حصہ رکھا گیا ہے وہ انتہائی ناکافی ہے۔ تعلیم پاکستان کا بنیادی مسئلہ ہے اور یہاں جو ہماری تعلیم کا percentage ہے 37% اس میں سب سے زیادہ role اسلامی مدارس کا ہے کہ وہ اپنی مدد آپ کے تحت یہ مدارس چلاتے ہیں اس ملک میں ہم اسلامی طرز تعلیم چاہتے ہیں۔ اس ملک میں جب تک اسلام نہیں آئے گا، دوسرا کوئی نظام بھی یہاں کامیاب نہیں ہوسکتا۔ We want change of system, not change of person. یہاں چہروں کی تبدیلی سے کوئی تبدیلی نہیں آئے گی۔ یہاں سسٹم کو تبدیل کرو پھر یہاں تبدیلی آئے گی۔

جناب یہ ملک پاکستان لا الہ الا للہ کے نام پر بنا تھا اور یہاں اس ملک کا مقدر اسلامی نظام ہے۔ یہاں اتا ترک کا نظام نہیں چلے گا۔ جناب چودہ کروڑ عوام یہاں اسلامی نظام چاہتے ہیں اور یہاں ہمارے ایوان وزیر اعظم اور ایوان صدر کے جو اخراجات ہیں آپ ان کا اندازہ لگائیں۔ لندن کا وزیر اعظم پیدل اپنے دفتر جاتا ہے۔ ناروے کے وزیر اعظم کو دیکھو وہ ریل میں سوار ہے اور وہاں اپنے office میں جا رہا ہے اور یہاں کے وزیر اعظم اور صدر کے جو اخراجات ہیں آپ ان کا اندازہ لگائیں تو آپ حیران رہ جائیں گے کہ کہاں سے پورا کریں گے۔

میں سمجھتا ہوں یہ جو خوردونوش پر ٹیکس لگایا گیا ہے اس کو بالکل ختم کرنا چاہیے۔ یہ غریب کش بجٹ ہے۔ اس میں غریبوں کے لئے کوئی relief نہیں ہے اور جو ہمارے اس طرف کے دوست اس کی وکالت کرتے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ وہ اپنے دل سے بھی سمجھتے ہیں کہ یہ بجٹ غریبوں کا نہیں ہے۔ اگر اس ملک میں 95% لوگ غریب نہیں ہیں تو میں غلط کہتا ہوں۔ یہ بجٹ پاکستان میں رہنے والے صرف پانچ فیصد کا بجٹ ہے اور جو ظلم کی چکی میں 95% لوگ پسے ہوئے ہیں وہ اس بجٹ سے اور زیادہ پس جائیں گے۔ اس بجٹ میں کوئی relief ان کو نہیں دیا گیا ہے۔

زراعت کی مد میں وہ کہتے ہیں کہ میں نے بہت تبدیلی کی ہے۔ زراعت میں انہوں نے ایک کھاد پر سو روپیہ کی رعایت کی ہے اور دوسری چیزوں پر جو ٹیکس لگایا ہے، یہاں سو روپیہ انہوں نے دیا اور ادھر 1500 روپے کی recovery کی ہے۔ یہ مجھے کوئی خاص بجٹ نظر نہیں آتا ہے۔ جہاں تک ٹریکٹروں پر انہوں نے 30 horse power پر اور 100 سے کم لیکن درمیان میں جو horse power ہیں ٹریکٹروں کی ان کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ یہاں سو سے اوپر کے

horse power کے ٹریکٹر کوئی استعمال کرتا نہیں ہے اور نیچے کے بھی نہیں کرتا ہے۔ یہ درمیان میں چالاکی کر کے ---

جناب چیئرمین: نہیں وہ یہاں بنتے ہیں' اوپر اور نیچے کے یہاں نہیں بنتے۔ اگر چاہیے تو اس کے لئے دوسرے available ہیں۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: یہ سب مقامی industry کو condemn کرنے کے مترادف ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم یہاں کے ---

جناب چیئرمین: نہیں نہیں وہ support کر رہے ہیں ان کو۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: اور یہاں یہ جو ایف سی کی زیادتی ہے بلوچستان' مکران میں یہ بھی یہاں مناسب وقت ہے کہ میں اس کو take up کروں ۔ وہ جس مقصد کے لئے وہاں بھیجے گئے ہیں وہ لوگوں کو تنگ کرتے ہیں ۔ ڈرگ مافیا' ہیروئن اور اسلحہ کھلے عام جا رہا ہے' ان کو کوئی پوچھتا نہیں ہے اور جو لوگ خورد و نوش کی اشیاء' کھاد' ڈیزل اور پیٹرول لے کر جاتے ہیں ان کو بڑا تنگ کیا جاتا ہے اور ان کی گاڑیوں کو پکڑ کر انہیں ذلیل کرتے ہیں۔

جناب والا! جہاں تک بلوچستان میں delay action dam اور پانی کا مسئلہ ہے۔ واٹر سیکٹر میں برائے نام ہمیں calculate کر کے اربوں روپے بلوچستان کو دینے کا بتایا جاتا ہے اور تسلی دیتے ہیں لیکن اگر on ground بات کی جائے اور دیکھا جائے تو کوئی اس میں صداقت نہیں ہوگی۔

دوسری بات یہ ہے کہ کیا یہ ظلم نہیں ہے کہ فی الوقت بلوچستان کا ایک بھی وفاقی سیکریٹری اسلام آباد میں نہیں ہے۔ یہ میں چیلنج کرتا ہوں ۔ایک وفاقی سیکریٹری نہیں ہے۔ جناب وسیم سجاد صاحب آپ اس کو نوٹ کریں اور اس کو چیک کریں -----

سینیٹر وسیم سجاد: جناب! وزیر اعظم بلوچستان سے ہیں' اس کے بعد سیکریٹری کی کیا حیثیت ہے؟

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: ہاں ایسا وزیر اعظم' بس اللہ رحم کرے ۔ تو بہرحال اگر وفاق صوبوں کی نمائندگی کرتا اور سب کو لے کر چلتا ہے ۔ لہذا چار بھائی ہیں' تین یا

دو بھائیوں کی آنکھوں میں وہ سرمہ ڈالتا ہے اور دو بھائیوں کی آنکھوں میں مٹی ڈالتا ہے۔

جناب چیئرمین! خدا را ملک میں اندرونی بدامنی اور وانا آپریشن کے متعلق جو معاہدہ جرگے کے ساتھ ہوا تھا، اس کو امریکہ کے کہنے پر ختم کیا گیا۔ جناب! کم از کم ہم اتنے تو آزاد رہیں۔ ابھی ہمارے حکمرانوں کی وجہ سے چمن سے لے کر سرحد تک کی پٹی جو ایک محفوظ بارڈر تھا اب غیرمحفوظ ہے۔ کیونکہ وہاں افغانستان میں "را" انڈیا اور شمالی اتحاد کے ایجنٹ بھی موجود ہیں اور کسی بھی وقت پاکستان پر حملے کا خطرہ ہو سکتا ہے۔ پہلے ہمارا ہمسائے کے ساتھ کوئی جھگڑا نہیں تھا اب یہ ہماری خارجہ پالیسی کی ناکامی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

جناب چیئرمین! یہ ملک آزاد ہے اور یہاں کے چودہ کروڑ عوام آزاد ہیں لیکن ہمارے حکمران غلام ہیں۔ خدا را اس ملک کے ساتھ نہ کھیلا جائے۔ جب اس ملک کا صدر محفوظ نہیں ہے، دس دن کے اندر کراچی چھاؤنی کے علاقے میں دو خودکش حملے ہوتے ہیں تو پھر میری کیا حیثیت ہے، اورمفتی شامزئی مرحوم کون ہوتا ہے؟ امام بارگاہ کیا ہوتا ہے؟ جب اس ملک کے صدر کے تحفظ کا یہ عالم ہے تو عوام کا کیا بنے گا؟ ابھی وزیر داخلہ موجود نہیں ہیں۔ وہ اگر سن رہے ہیں تو میں ان کو کہتا ہوں خدارا اخلاقی جرأت کرکے استعفیٰ دے دیں اور گھر بیٹھ جائیں۔ اس کو آپ کنٹرول نہیں کرسکتے ہیں -----

جناب چیئرمین: تشریف رکھیئے، تشریف رکھیئے۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: جی ہاں میں بالکل ختم کر رہا ہوں۔ لہذا اس ملک میں بدامنی ہے۔ دو واقعے ہمیں لڑانے کے لئے کئے گئے۔ ایک دفعہ شامزئی صاحب کو شہید کیا گیا اور پھر امام بارگاہ پر حملہ کیا گیا تاکہ اس کو شیعہ اور سنی کے ساتھ link کیا جائے۔ دیکھیں کراچی شہر میں دونوں بھائی بھائی ہوگئے اور اس کوشش کو ناکام بنا دیا۔ کوئی فرقہ واریت نہیں ہے۔ لڑاؤ اور حکومت کرو، اپنی حکومت کو دوام دینے کے لئے یہ کیا گیا۔ کیا ایجنسیاں ملوث نہیں ہوتیں؟ یہاں وارداتیں ہوتی ہیں، پچاس پچاس شہید ہوتے ہیں، لیکن کوئی ملزم پکڑا نہیں جاتا۔ یہ وارداتیں کون کراتا ہے؟ ان ایجنسیوں سے پوچھا جائے کہ کتنے ارب روپے ان پر خرچ کئے جا رہے ہیں۔ آپ کس کام کے لئے ہیں؟

جناب! یہاں پرجمہوریت اور پارلیمنٹ کی بالادستی کی بات کی جاتی ہے - میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ ہم مشرف صاحب اور موجودہ حکومت کے انتہائی مشکور ہیں کہ انہوں نے ہماری تنخواہ بڑھا دی-ٹی اے ڈی اے بڑھا دیئے لیکن اختیارات کی بات نہ کریں ، آرام سے بیٹھیں - اسی تنخواہ پر گزارہ کریں - قومی اسمبلی اور سینیٹ کو کوئی اختیارنہیں ہے - جو فرد واحد کہتا ہے وہی بات ہوتی ہے - ہم برائے نام ہیں - ہم وقت ضائع کر رہے ہیں -

جناب! ہم یہاں جو یہ باتیں کر رہے ہیں - کتنا وقت صرف ہو رہا ہے اور کتنا اس پر ایک ہفتے میں خرچ اٹھ رہا ہے - اس کا کیا فائدہ ہے ؟

جناب چیئرمین: تشریف رکھیں-

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: آخر میں، میں آپ کا مشکور ہوں - میں چاہتا ہوں کہ اس بجٹ پر جو سفارشات ہم نے جمع کی ہیں ان کو بھیجا جائے اور اس بجٹ پر نظرثانی کی جائے- اگر نہیں عمل ہوگا تو پھر یہ بجٹ مشرف ، شوکت عزیز بجٹ ہے- غریبوں کا بجٹ نہیں ہے- یہ غریب کش بجٹ ہے- ایم ایم اے مکمل طور پر اس بجٹ کو مسترد کرتی ہے- شکریہ-

جناب چیئرمین: شکریہ- جسٹس عبدالرزاق تھہیم -

سینیٹر جسٹس (ریٹائرڈ) عبدالرزاق تھہیم: شکریہ- جناب چیئرمین! آج بڑے دکھ کی بات ہے - میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ آپ وقت پر آ گئے مگر functionaries بھی وقت پرنہیں تھے - ٹی وی والے نہیں تھے اور سٹاف نہیں تھا اور جو حالت ہاؤس کی ہے وہ آپ دیکھ رہے ہیں- اس حالت میں، میں عرض کروں گا کہ عصر کی نماز کے بعد میں بات کروں گا - میں کورم کی نشاندہی نہیں کرنا چاہتا خوامخواہ کے لئے delay نہیں کرتا اس کے بعد کروں گا جب ہاؤس کو دیکھوں گا کہ House is running in accordance with the law and the rules مجھے عصر کی نماز کا وقت دیں - فقط میں نے observation کی ہے -

جناب چیئرمین: چلیں ٹھیک ہے - کاکڑ صاحب آپ بولیں -

سینیٹر سید ہدایت اللہ شاہ: یہاں کوئی نہیں ہے بہتر تو یہ ہے کہ نماز کے بعد ہو جائے -

جناب چیئرمین: جیسے ہاؤس کی مرضی۔

سینیٹر جسٹس (ریٹائرڈ) عبدالرزاق تھہیم: میں اسی لئے کہتا ہوں کہ نماز کے بعد رکھا جائے میں کورم کی نشاندہی نہیں کررہا۔ مگر بات ہے کہ ہاؤس کو دیکھیں ممبران نہیں آتے تو پھر ہم کیوں شکایت کریں Ministers کی۔

(اس موقع پر جناب خلیل الرحمان، ڈپٹی چیئرمین نے کرسی صدارت سنبھالی)

جناب ڈپٹی چیئرمین: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: I have a submission to make to this House بات کچھ ایسی ہے کہ تقریباً تین sittings ہوئی ہیں دس گیارہ گھنٹے کی اور اس میں صرف ہم اکیس ممبر ابھی تک بول سکے ہیں اور تقریباً پچاس کے قریب باقی رہتے ہیں۔ Now we have around ten to eleven hours speaking time in three sittings, minus prayers time and break times اگر ہم اسے تقسیم کریں اور یہ چاہیں کہ ہم سب بولیں تو ہر ایک کے حصے میں کوئی بارہ منٹ آتے ہیں اب یہاں میں آپ کی توجہ Rule 202 کی طرف دلواتا ہوں۔ Rule 202 کہتا ہے۔

"Whenever the debate on any motion in connection with a bill or any other motion becomes unduly protracted, the Chairman may, after taking the sense of the House, fix a time limit for the conclusion of discussion on any stage or, all stages of the bill or as the case may be."

مسئلہ یوں ہے کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ سب بولیں تو we have to follow this time. Can the House tell me what kind of time limit do you want because we have that much time and we have.

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: کیسے چلائیں گے کیونکہ end تو ہوگا اس کا کل شام کو اسی وقت۔

سینیٹر وسیم سجاد: جناب میں ایک گزارش کرسکتا ہوں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی وسیم صاحب۔

سینیٹر وسیم سجاد: جناب نے صحیح فرمایا ہے کہ یہ ایک اہم debate ہے اس پر میرا خیال ہے تقریباً پچاس اور ہمارے speakers بولنا چاہتے ہیں۔ اگر ہر ایک کو موقع دینا ہے تو پھر ہمیں کچھ نہ کچھ قربانی بھی دینی پڑے گی۔ میری suggestion یہ ہوگی کہ ایک ممبر کے لئے آپ اس وقت صرف دس منٹ رکھیں اور دس منٹ strictly follow کئے جائیں اور دس منٹ سے ایک سیکنڈ بھی کسی کو زیادہ نہ بولنے دیا جائے۔ اس سے سب کو موقع ملے گا اور پھر کسی کو شکایت کا موقع بھی نہیں ملے گا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی رضا ربانی صاحب۔

سینیٹر میاں رضا ربانی: جناب! آپ کو یاد ہوگا کہ پرسوں بھی جب آپ کے چیمبر میں یہ بات ہوئی تھی تو اس میں یہی طے پایا تھا کہ ہر سپیکر کو دس سے پندرہ منٹ ملیں گے۔ ابھی بارہ منٹ مل رہے ہیں تو دس اور بارہ منٹ کے درمیان میں سمجھتا ہوں کہ اگر آپ regulate کرلیں تو we will be able to do it اور یہ کہ تھوڑا سا آج ان کو allocate کر لیں، ابھی اگر اور کوئی نہیں بولنا چاہ رہا تو فاروق نائیک صاحب ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: نہیں، نہیں یہاں ابھی میں پوچھ لیتا ہوں۔ اب دیکھئیے ہوگا تو یوں ہی جیسے you see at night I said this, it sounds like that مگر کچھ ظالم سماج ادھر بیٹھا ہوا ہے۔ This is not the case because it is question of time and question of a number of people. اگر آپ سارے بولنا چاہتے ہیں تو we have to strict ourself for twelve minutes. do I have the consensus of the House.

جی دلاور صاحب۔

Senator Syed Dilawar Abbas: I think the members who are not present and their name is called, their name should be struck off.

Mr. Deputy Chairman : Normally this is a procedure but ....

Senator Syed Dilawar Abbas, : No, but I am saying about the

response. The member are not taking that responsibility that they have given the name and they are not making ...

Senator Mian Raza Rabbani : They should be given. They want to choose the time of their own speaking.

Mr. Deputy Chairman : They should give the time to somebody else. If that is a possibility, somebody is not speaking .....

Senator Wasim Sajjad : I think that is acceptable that the members who are sitting and they want to speak, they should be given time.

Mr.Deputy Chairman:O.K.fine. So, let's go to the next speaker.

تھیم صاحب! آپ نہیں بولنا چاہتے۔

سینیٹر جسٹس (ریٹائرڈ) عبدالرزاق تھیم : میں نے نہیں کہا کہ میں نہیں بولنا چاہتا۔ میں نے عرض کیا کہ House, if is running according to the law میں پوائنٹ آؤٹ نہیں کرنا چاہتا وہ بات۔ اسی لئے میں کہہ رہا ہوں-----

جناب ڈپٹی چیئرمین : Normally تھیم صاحب، یہ discussion past پندرہ سال سے چل رہی ہے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ تین تین آدمی بول رہے ہوتے ہیں۔

سینیٹر جسٹس (ریٹائرڈ) عبدالرزاق تھیم : میں ایک لفظ کہوں گا تو adjourn ہو جائے گا۔ میں وہ کہنا نہیں چاہتا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین : اچھا! اگر آپ adjourn کروانا چاہتے ہیں تو کروا دیں۔

سینیٹر جسٹس (ریٹائرڈ) عبدالرزاق تھیم : نہیں، نہیں۔ میں نہیں چاہتا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین : Normally تھیم صاحب، یہاں practice یہ رہی ہے کہ جب اس قسم کی discussion ہوتی ہے تو تین تین چار چار آدمی بھی ہوتے ہیں، کورم نہیں پوائنٹ آؤٹ کیا جاتا۔ آپ ابھی بولیں گے۔

سینیٹر جسٹس (ریٹائرڈ) عبدالرزاق تھہیم : آپ کی discretion پر میں چلتا ہوں۔

Mr. Deputy Chairman : Thank you very much.

سینیٹر جسٹس (ریٹائرڈ) عبدالرزاق تھہیم : جناب والا! ایک ایک گھنٹہ ' پونا پونا گھنٹہ سن رہے ہیں' سارے issues discuss ہوگئے ہیں۔ GDP growth, development, میں ان باتوں کو چھیڑنا نہیں چاہتا۔ میں کچھ اور بات کرنا چاہتا ہوں کیونکہ بجٹ پر general discussion ہے - Law and order, education, judiciary, medical, health, electricity and then something. General discussion sir, law and order کی position due to terrorist activities جو آج ملک میں ہے specially کراچی میں سارے مئی کے مہینے میں جو واقعے ہوئے ہیں اس سے آنکھیں بند نہیں کی جا سکتیں۔ ساری terrorist activities ہیں۔ کون ذمہ دار ہے؟ گورنمنٹ کیا کر رہی ہے؟ اسی کو دیکھنا ہوگا اور اس کا علاج کرنا ہوگا۔ ہمیں بیماری کا علاج چاہیے۔ جناب! بڑے دکھ سے مجھے کہنا پڑتا ہے کہ لاء اینڈ آرڈر میں کچھ lapses judiciary کے ہیں۔ کچھ بھائیوں نے کہا کہ وہ زمانہ تھا کہ کوئی بھی نہیں چاہتا تھا کہ military courts ہوں' military courts ہیں' دو دو دن میں فیصلے ہوئے۔ کسی innocent آدمی کو سزا نہیں ملی - سپریم کورٹ آگئی کہ regular court میں جائیں ' ضرور جائیں۔ اب دیکھیں کیا ہو رہا ہے' سات سات' آٹھ آٹھ سال سے cases پڑے ہوئے ہیں۔ ATC court fail ہوگئی ' الیکشن ٹربیونل میں پڑے ہوئے ہیں ' تین سال گزر گئے ' disqualified persons چل رہے ہیں مگر فیصلے نہیں ہو رہے۔ فیڈرل سروس ٹربیونل میں سیڑھیوں پر آدمی بیٹھے ہوئے ہیں' ناؤٹ بیٹھے ہوئے ہیں۔ سپریم کورٹ خود کو بچا نہیں سکتی۔ attack ہوا تو ملزموں کو کہا کہ کوئی دوش نہیں ہے۔ ہمیں کون سا relief ملے گا کس طرح خود کو بچائیں گے۔ اسی لئے میں عرض کرتا ہوں کہ اس پہلو کو بھی دیکھنا چاہیے کہ جو lapses judiciary کے ہیں ان کو کیسے دور کیا جائے۔ صدر صاحب کی کراچی میں تقریر تھی کہ speedy trial ہو جائے' ان courts سے ہمیں امید کم ہے۔ تین دفعہ صدر پر حملہ ہوا ہے'

کیس کا کوئی decision نہیں ہوا۔ ابھی کور کمانڈر پر حملہ ہوا ہے' اس میں غریب مارے گئے ہیں' شہری بھی مارے گئے ہیں تو کیا وہ کورٹ اچھی تھیں یا یہ کورٹس اچھی ہیں جہاں فیصلے جلدی ہوتے ہیں۔ میں President Sahib کے اس فیصلے کو support کرتا ہوں۔ سپریم کورٹ کی judgement پر جو abolishing تھی اور سپریم کورٹ نے بھی کہا تھا کہ کھلے عام پھانسی نہ دو۔ سعودی عرب میں پھانسی ہوتی ہے۔ terrorists ادھر بھی ہوتے ہیں۔ اگر یہ اقدام کئے جائیں تو میں سمجھتاہوں کہ law and order کا آپ کا ایک پہلو ختم ہو سکتا ہے۔

جناب والا! اس کے علاوہ cases میں اتنی delay ہوئی ہے ۔ میں اس کی مثال دیتا ہوں ۔ میں ایک جیل میں گیا تو میں نے ایک سے کہا کہ بھائی cases نہیں چل رہے۔ وہ بولے کہ ہم دو سال تک case نہیں چلا رہے ' ہماری bail ہو جائے گی۔ جناب والا! سپریم کورٹ میں کتنی election petitions پڑی ہوئی ہیں؟ کوئی 100 ہوں گی ۔ آپ کون سی بات کرتے ہیں۔ چلیئے ! آپ دوسروں کو تو دوش دیتے ہیں مگر گورنمنٹ نے کبھی اس پہلو پر بھی سوچا ہے کہ اس میں کچھ relief دیا جائے۔ Civil cases کے دوران آدمی مر جاتے ہیں باپ ' دادا ختم ہو جاتے ہیں لیکن ان کے فیصلے نہیں ہوتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ یہ tribunals نہیں ہونے چاہئیں' آرمی کے tribunals نہیں ہونے چاہئیں تو پھر کیا ہونا چاہیے۔ کیونکہ آپ نے time کی پابندی ڈال دی ہے۔ میں بڑے دکھ کے ساتھ بہت ساری چیزیں اسی حوالے سے عرض کرنے والا تھا۔

جناب والا! اب ہم health پر آتے ہیں۔ جناب! بڑے آدمی کا علاج تو ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر بیٹھے ہوتے ہیں۔ ہمارے وزیر خزانہ کہاں ہیں ؟ میں انہیں بتاؤں کہ جب ہم شام کو ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں تو اسے 600 روپے دیتے ہیں یا 800 روپے دیتے ہیں۔ یہ وہی ڈاکٹر ہوتے ہیں جو صبح کو ہسپتالوں میں سروس کرتےہیں ۔ یہ شام کو دس' دس ' بیس' بیس ہزار روپے لےکر گھروں کو جاتے ہیں لیکن کیا یہ tax pay کرتے ہیں؟ آپ کو کوئی ایسا ایک ڈاکٹر نہیں مل سکتا جو tax دیتا ہو ۔ ایک ڈاکٹر عزیز رضوی ہے' آپ اس کے ہسپتال میں جائیں' وہ آپ سے ایک پیسہ بھی نہیں لیتا۔ کوئی چپڑاسی بھی ایک پیسہ نہیں لیتا۔ آپ عبدالستار ایدھی کو دیکھیں ، جہاں بھی کوئی casuality ہوتی ہے وہاں عبدالستار ایدھی کی ambulances

آتی ہیں۔ جناب چیئرمین! آپ نے دیکھا ہوگا کہ ایدھی کی ambulances آتی ہیں۔ کیا کبھی گورنمنٹ کی کوئی ایمبولینس آتی ہے؟ اس لئے health insurance بھی ہونی چاہیے۔ یہ ضروری ہے کہ غریبوں کی health کے لئے insurance scheme شروع کی جائے۔

اب education کی طرف آتے ہیں۔ ابھی education کے بارے میں high level پر باتیں ہوئی ہیں۔ میں یہ نہیں کرنا چاہتا۔ College level پر گورنمنٹ کے اداروں میں کوئی جانا پسند نہیں کرتا۔ یہ provincial subject ہے۔ ٹھیک ہے۔ کراچی اور دوسرے شہروں میں پچاس پچاس ہزار admission fee وصول کی جا رہی ہے۔ پانچ پانچ ہزار روپے monthly fee وصول کی جاتی ہے۔ وہاں بچوں کے داخلے کے لئے زور دیا جاتا ہے۔ کیا ان پر tax عائد نہیں ہوتا ہے؟ کیا tax صرف ہم پر ہے۔ جتنے بھی higher educational institutions ہیں'وہ ایک پیسہ بھی tax نہیں دیتے ہیں۔ اب یہ ایک earning business ہو گیا ہے۔ وہاں کوئی ایک پیسہ بھی ٹیکس ادا نہیں کرتا higher education کو چھوڑکر اب جناب low level education کے اداروں پر لوگوں کو confidence نہیں رہا ہے۔ یہ ساری عجیب باتیں ہیں۔

جناب والا! اب میں electricity کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں ۔ہزاروں گاؤں کے لئے بجلی منظور ہو رہی ہے۔ گورنمنٹ اچھا کام کررہی ہے۔میں نے water and power کی standing committee میں شکایت کی کہ ہمارے گاؤں میں چار دن سے بجلی نہیں ہے جہاں heat 52 degree تک جاتی ہے۔ ہر روز دو، تین گھنٹے بجلی چلی جاتی ہے۔ مجھے رات کو فون آیا کہ آپ نے شکایت کی تو جیکب آباد' District Head Quarter کی بجلی کاٹ دی گئی ۔ اس بارے میں' میں نے کل شیرپاؤ صاحب سے بھی کہا ہے۔ یہ ساری چیزیں ہیں جنہیں monitor کرنا ہوتا ہے' supervise کرنا ہوتا ہے۔ یہ بھی تو کام ہے۔ گورنمنٹ اچھے کام بھی کر رہی ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ میں گورنمنٹ کو criticize کر رہا ہوں۔ مگر بات یہ ہے کہ کچھ ادارے ہیں جیسے میں نے کہا کہ judiciary ہے' health ہے' education ہے' اداروں کی غلطیاں ہیں' ان کو monitor کرنا چاہیے۔ ان کو کسی کا ڈر نہیں ہے۔

جناب والا! میں time بھی دیکھ رہا ہوں۔ اب میں بجٹ پر آتا ہوں۔ صدر صاحب نے agriculture کو incentives دیئے ہیں' یہ بجٹ میں include ہو گئے ہیں۔میں اس کی

detail میں نہیں جانا چاہتا۔ salaries میں increase ہوئی ہے development schemes کے لئے پہلی بار 202 billion روپے رکھے گئے ہیں تو اچھی باتیں بھی جو ہیں ان کو بھی ہمیں نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ Sir, senior citizens بہبود فنڈ میں، tax میں exemption دی گئی ہے۔ Income tax rate پر some rebate دی گئی ہے اور کچھ tax relief electricity میں دی گئی ہے، یہ چیزیں ایسی ہیں جن کو ہم نظر انداز نہیں کر سکتے and I appreciate this budget and congratulate the President, Prime Minister and the government. Sir, still something is to be done. جیسے کچھ بھائیوں نے کہا کہ ابھی کمیٹی ہے کچھ اس کے متعلق recommendations کی جائیں گی وہ بھی ذہن میں رکھی جائیں کل یا پرسوں اس پر discussion ہوگی ۔ اس پر میں ابھی جانا نہیں چاہتا کیونکہ کمیٹی بیٹھی ہوئی ہے فنانس کمیٹی اسی میں کرے گی ۔ آخر میں یہ کہوں گا کہ last year بھی میں نے کہا تھا عرض کیا تھا کہ retired judges کو incentive دیں ۔ وہ 62/65 سال میں ہوتے ہیں اور وہ line میں کھڑے ہوئے ہیں۔ ان کو کوئی ائیرپورٹ کا سکیورٹی پاس نہیں دیتا۔ ان کو blue passort نہیں ملتا۔ Blue passport اور ایجنٹ کے بغیر سعودی عرب نہیں جا سکتے اور اس پاسپورٹ کے سکینڈل میں ہائیکورٹ کے ایک جج نے نوکری بھی گنوائی تو ان کو بھی کچھ نہ کچھ incentive دینا چاہیے ۔ آخری بات جو میں عرض کر رہا ہوں کیونکہ Law Minister بھی نہیں ہیں، منسٹر بھی نہیں ہیں کوئی جواب دینے والا بھی نہیں ہے یہ تو ہم exercise in futility کر رہے ہیں۔ جناب رٹیائرڈ ججز کو tribunals میں لگایا جاتا ہے ۔ آپ حساب کریں ان کو پوری تنخواہ بھی ملتی ہے پنشن بھی ملتی ہے ۔ I am also a retired Judge. Rs.58000/- salary ہے، Rs.40000/- pension ہے۔ وہ جیسے کہتے ہیں کہ زندہ ہاتھی اتنے کا مرے کو دو، تو اسی حالت میں گورنمنٹ کو یہ سوچ نہیں آتی کہ کسی کو retire نہ کریں ۔ Retirement کے سارے benefits دے دیں اور ان سے کام لیں یا sitting judges کو دیں وہ وہاں نہیں جاتے ۔ یہ بھی retired Judges کو ایک incentive ہے کہ آپ کو نوکری ملے گی آپ ہماری مرضی سے کام کریں گے ۔ اس لیے یہ ساری باتیں ہیں اس کے لیے کوئی کمیشن ہو judiciary کو strong کرنے کے لیے۔ جج سارے خراب نہیں ہیں۔ Judiciary بڑی اچھی ہے، ایک

important pillar ہے، مگر آج کل آدمی کا confidence judiciary پر رہا نہیں - یہ حقیقت ہے ----

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ -

سینیٹر جسٹس (ریٹائرڈ) عبدالرزاق تھہیم، جناب، میں time دیکھ رہا ہوں میرے ابھی دو منٹ ہیں۔ کل ہمارے ایک محترم ممبر نے other side سے کہا تھا - ہم جہاں جاتے ہیں ہم پاکستان کو برا بھلا کہتے ہیں یہ غلط ہے - پاکستان ہماری جان ہے ہم خوش نصیب ہیں۔ وہ لفظ کہے تھے کہ، بدنصیب پاکستانی، مجھے بڑا دکھ ہوا کیونکہ تقریر میں، میں مداخلت نہیں کرتا وہ الفاظ مہربانی کرکے expunge کریں - پاکستانی بدنصیب نہیں ہیں - پاکستان کے پاس سب کچھ ہے - انڈیا میں، ممبئی میں آدھے آدمی فٹ پاتھ پر سوتے ہیں - دوسری بات انہوں نے کہی تھی، اس وقت شاید آپ بھی بیٹھے تھے کہ ایک آٹھ سال کے بچے نے جھنڈا اٹھایا - محترم بھائی وہاں 25 سال رہے ہیں انہوں نے خود نہیں اٹھایا - وہاں جو function میں بیٹھے تھے انہوں نے نہیں اٹھایا وہ پاکستانی نہیں تھے تو آپ یہ جذبہ رکھیں - میں لبنان میں گیا مجھے پتا تھا کہ یہاں Christian اورمسلمان کی equality نہیں ہوتی۔ یہ آخری ہے - یہاں ہاؤس میں بولنے والا بھی کوئی اور نہیں ہے - وہاں میں گیا وہاں میں نے پوچھا کیونکہ میں مسلمان تھا - میں نے کہا یہاں کے مسلمانوں کے جذبات کیسے ہیں - Are you Muslim or Christian? تو اس نے کہا "no", I am Lebanese first and nothing, don't ask this question. تو پھر جب میں ٹیکسی سے اترنے لگا تو اس نے ایک جگہ لکھا تھا اللہ اور محمدؐ، پھر اس نے کہا you see that I am a Muslim. So, we should be first Pakistani, پاکستان زندہ باد۔ یہ ہے تو ہم ہیں - نہیں ہے تو پھر اللہ حافظ ہے - اس کو جو برا بھلا کہتا ہے تو دل کو دکھ ہوتا ہے -

جناب ڈپٹی چیئرمین ! شکریہ۔ فرحت اللہ بابرصاحب۔

سینیٹر فرحت اللہ بابر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین ! شکریہ کہ آپ نے مجھے نئے مالی سال کے بجٹ پر اپنے خیالات کے اظہار کا موقع دیا۔ بجٹ پر بہت ساری باتیں ہوئی ہیں۔ وقت کی کمی کے باعث ہم یہ afford نہیں کر سکتے کہ ان کو repeat کریں۔ صبح کے

اجلاس میں سرکاری بینچوں سے ہمارے ایک فاضل دوست محترم سینیٹر صاحب، پتا نہیں بھنڈر صاحب نے کہا یا نثار میمن صاحب نے کہا، انہوں نے کہا کہ جہاں مسائل بہت ہوں، وسائل کم ہوں تو بجٹ بنانا بڑا مشکل ہوتا ہے اور ان حالات میں عوام کے تمام نمائندوں اور طبقوں کی خواہشات کو پورا نہیں کیا جا سکتا۔ مجھے ان سے اتفاق ہے۔ ان تمام دوستوں سے اتفاق ہے جو کہتے ہیں کہ وسائل کم ہیں اور مسائل زیادہ ہیں لیکن جب کوئی یہ کہتا ہے کہ مسائل کی بہتات اور وسائل کی کمی کے بعد عوام کے تمام طبقوں کی خواہشات کو مدنظر نہیں رکھا جا سکتا تو میں یہ عرض کروں گا کہ مسائل بہت سہی، وسائل کم سہی لیکن ایک کام ضرور ہو سکتا ہے اور ہو سکتا تھا اس بجٹ میں جس سے ملک کے تمام طبقوں کی کم از کم ایک خواہش پوری ہو جاتی۔

جناب والا! 902 billion روپے کا یہ بجٹ وزیر خزانہ نے تمام سرکاری محکموں، وزارتوں اور ڈویژنوں میں پھیلایا، کس کو کتنا ملا، کیا ملا؛ انہوں نے تقریباً کوئی آدھ درجن سے زائد کتابوں میں اس کو بیان کیا ہے اور اگر آپ یہ ساری کتابیں دیکھ لیں ان کے تمام صفحات 4300 سے اوپر بنتے ہیں۔ 902 billion روپے بجٹ کی وضاحت کہ کس کو کتنا ملتا ہے اس کی 4000 سے اوپر صفحات میں تشریح کی گئی ہے لیکن اس 902 billion روپے بجٹ میں 193 billion روپے کا بجٹ جو تمام بجٹ کا 17.2% ہے، ان 4300 صفحات میں اس کے بارے میں صرف ایک line ہے اور وہ یہ ہے کہ to defray salary and other expenses on the Defence Forces of Pakistan. میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر اس ایوان سے اور قومی اسمبلی سے یہ توقع رکھی جاتی ہے کہ اس 902 billion روپے بجٹ کی منظوری دے تو یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے کہ 193 billion روپے بجٹ کی منظوری کے لئے صرف یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ to defray salary and other expenses on the Defence Forces of Pakistan. میں مانتا ہوں کہ وسائل کم ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ مسائل زیادہ ہیں لیکن کیا اگر محترم وزیر خزانہ یہ بتا دیتے کہ 193 billion روپے کے اخراجات ہیں اس میں salary کے مد میں کتنا ہے اور جو other expenses کہے گئے ہیں وہ other expenses کیا ہیں؟ یہ کوئی ایسا مطالبہ نہیں جو وہ پورا نہیں کر سکتے تھے۔ کم از کم وہ یہ بتا دیتے کہ 193 billion روپے میں آرمی کا کتنا share ہے، پاکستان ائرفورس کا کتنا share ہے اور پاکستان نیوی کا کتنا share ہے؟ وسائل کم ہیں اور

مسائل زیادہ ہیں لیکن ملک کے تمام طبقوں کی یہ خواہش ضرور پوری ہوسکتی تھی کہ 193 billion روپے کے بجٹ کے لئے جو blanket approval مانگی گئی ہے اگر اس کی تھوڑی سی وضاحت کر دی جاتی۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ 193 billion روپے بجٹ کم ہے یا زیادہ ہے۔ اس پر علیحدہ بحث ہو چکی ہے۔ قطع نظر اس کے کہ یہ amount کم ہے یا زیادہ ہے۔ کافی بات ہو گئی ہے۔ کم از کم یہ بتا دیتے کہ اس کا break up کیا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ وسائل کی کمی کے باوجود عوام کے تمام طبقوں کی ایک خواہش پوری ہوسکتی تھی۔ جناب چیئرمین! میں یہ اس لئے کہہ رہا ہوں کہ خود اس میں افواج پاکستان کی عزت اور توقیر کی بات ہے۔ ہم افواج پاکستان کی بہت عزت کرتے ہیں، احترام کرتے ہیں لیکن میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ایک public perception ہے کہ کیا defence budget واقعی ملک کی دفاعی صلاحیت کو بڑھانے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ وہ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ اس defence budget میں کتنی رقم فوجی افسران کے بنگلوں کی تعمیر و تزئین پر خرچ ہوتی ہے، کتنی رقم messes بنانے اور ان کی تزئین وتعمیر پر خرچ ہوتی ہے، شکوک و شبہات اٹھتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ یہ شکوک و شبہات غلط ہوں گے لیکن یہ شکوک و شبہات ضرور اٹھتے ہیں کہ کیا یہ تمام رقم محض دفاعی صلاحیت بڑھانے پر خرچ ہوتی ہے یا اس میں recreation centres بھی بنتے ہیں، swimming pools بھی بنتے ہیں، golf courses بھی بنتے ہیں اور شام کو polo کھیلنے کے لئے گھوڑے بھی پالنے پڑتے ہیں۔ اگر یہ مختلف heads بنا دیجئے تو یہ جو شکوک و شبہات لوگوں کے دلوں میں ہیں، کم از کم ان کا ازالہ ہو جاتا اور یہ خود فوج کے لئے، ہماری انتہائی معزز فوج کے لئے ان کے وزن اور وقار میں اضافہ ہوتا۔ یہ وسائل کی کمی اور مسائل کی زیادتی کی بات نہیں ہے، transparency کی بات ہے۔

میں جانتا ہوں کہ 56 سال تک ہمیں یہی کہا گیا کہ دیکھو یہ جو defence budget ہے، یہ ہم پارلیمان میں زیر بحث نہیں لا سکتے، اس لئے کہ اس سے پاکستان کی جو defence صلاحیت ہے، وہ expose ہو جائے گی۔ جناب والا! آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں کہ کسی بھی ملک کی defence صلاحیت آپ web site پر جا کر دیکھ لیں۔ Defence and Strategic Institute of London کا دیکھ لیں، آپ کو تمام تفصیل مل جائے گی کہ کس ملک کے پاس

کتنی افواج ہیں، کتنے tanks ہیں، کتنے ہوائی جہاز ہیں، کتنے submarines ہیں، کہاں سے خریدے گئے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ ہم یہ نہیں جاننا چاہتے کہ آپ نے اپنے جہاز کہاں کھڑے کئے ہیں، آپ کے پاس کتنے submarines ہیں، آپ کے پاس کتنے tanks ہیں۔ ہم نے تو صرف یہ جاننے کی کوشش کی ہے کہ آپ اس defence budget کو کس طرح سے، کن مدوں میں استعمال کرتے ہیں۔ بہتر ہوتا کہ محترم وزیر خزانہ صاحب اس کی تھوڑی سی تشریح کر دیتے، اس سے خود حکومت، وہ حکومت جو transparency کی دعویدار ہے، خود اس حکومت کے وزن اور وقار میں اضافہ ہوتا۔

جناب والا! اسی defence budget کےحوالے سے میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ یہ وہ بجٹ ہے جو ہمیں کتابوں میں دکھایا گیا ہے، visible ہے۔ بدقسمتی سے اس بجٹ کے کچھ اور ایسے پہلو بھی ہیں جن کو چھپا کر، بجٹ کے documents میں اور جگہوں میں دکھایا گیا ہے اور وہ بھی دراصل defence budget ہی کا حصہ ہے۔ جناب چیئرمین! اگر آپ budget documents دیکھیں صفحہ نمبر 248 پر Atomic Energy Capital outlay 4.8 billion روپے ہے۔ NAB ایک فوجی ادارہ ہے، اس کے لئے 467 million روپے ہیں۔ مرکزی حکومت کے وہ تعلیمی ادارے جو cantonments اور garrisons میں قائم ہوتے ہیں، ان کے لئے 860 million رکھے گئے ہیں۔ ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے، ' garrison اور cantonment میں جو بھی تعلیمی ادارے ہیں، فوجی اور ان کے بچوں کا حق ہے لیکن خدارا! جو پیسہ وہاں defence expenditure کی مد میں خرچ ہوتا ہے، اس کو civil میں نہ دکھائیں۔ میں نے list بنائی ہے، list لمبی ہے ایسے کئی مد ہیں جس کا تعلق defence سے ہے اور ان کو civil کے محکموں میں دکھایا گیا ہے۔ مثلاً پاکستان رینجرز 3.2 بلین، Civil Armed Service Forces 5.3 بلین، Pakistan Coastal Guards 280 ملین، یہ سب ملا کر 20 بلین روپے بنتے ہیں۔ 193+20 billion.

اسی طرح جناب چیئرمین! کچھ ہمارے ساتھ ہاتھ کی صفائی بھی دکھائی گئی ہے اور وہ اس طرح کہ آج سے تین سال پہلے فوجی پنشن کی مد میں جو 27 ارب روپے تھے انہیں نکال کر civil کی مد میں دکھایا گیا اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی کہ گویا defence expenditure

کم ہو گیا ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین، جناب فرحت اللہ صاحب! ذرا wind up کرنا شروع کر دیں۔ آپ کے دس گیارہ منٹ ہو گئے ہیں۔ مجھے پتا ہے yor are very relevant. دیکھیں پھر we will have the same problem.

سینیٹر فرحت اللہ بابر: ٹھیک ہے جناب۔ آپ نے تو میرے تسلسل کو توڑ دیا ہے۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اس کے علاوہ وہ بجٹ جو visible نہیں ہے' یہ 20 billion اور اس کے علاوہ اب فوجی پنشن 38 billion ہے وہ بھی civil میں دکھایا گیا ہے۔ 38 بلین' 20 بلین ' 193 بلین۔

جناب چیئرمین! ہمارے ساتھ ایک تو ہاتھ ہوا' ہاتھ کی صفائی ہوئی اورمیں انتہائی دکھ کے ساتھ کہتا ہوں کہ دھوکہ دہی کی گئی ہے اور وہ اس طرح سے کہ حکومت کی زمینیں ہوتی ہیں' ان کو A-1 land کہا جاتا ہے' وہ defence forces کو خاص مقاصد کے لئے ' defence مقاصد کے لئے دی جاتی ہیں۔ ہمارے جرنیل صاحبان نے ان زمینوں پر پلازے تعمیر کئے' commercial purposes کے لئے استعمال کیا جن میں ایک لاہور فورٹریس سٹیڈیم ہے' اس سے آمدنی آتی ہے۔ اسی ایوان میں ہم نے سوال اٹھایا تھا کہ لاہور فورٹریس سٹیڈیم کی جو آمدنی ہے کیا وہ Federal Consolidated Fund میں جمع ہوتی ہے یا نہیں؟ اسی ایوان میں جواب آیا کہ وہ آمدنی Federal Consolidated Fund میں جمع نہیں ہوتی بلکہ وہ فوجی افسران کے بنگلوں اور ان کی گاڑیوں کے لئے استعمال ہوتی ہے۔

جناب والا! میں جو کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ایک اور مد ایسی ہے کہ جس سے آمدنی ہوتی ہے' اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ آمدنی کتنی ہوتی ہے۔ وہ آمدنی Federal Consolidated Fund میں جانی چاہیے تھی آئین کے آرٹیکل 78 اور 79 کے تحت لیکن وہ Federal Consolidated Fund میں نہیں گئی بلکہ وہ defence budget کو مزید strengthen کرنے کے لئے' اس کا audit کوئی نہیں ہوتا۔ میرے دوست بلیدی صاحب نے کہا کہ یہ 5% لوگوں کا بجٹ ہے میں کہتا ہوں کہ this is the budget of the army, for the army, by the

army. We condemn it thoroughly.

Mr. Deputy Chairman: Thank you very much.

جی نعیم چٹھہ صاحب۔ میں آپ کو بتا دوں آپ یہاں پر نہیں تھے، ہم نے ٹائم کی paucity کی وجہ سے sense of the House لیا تھا اور time limit fix ہے 12 منٹ۔

سینیٹر نعیم حسین چٹھہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! سب سے پہلے میں آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے اس اہم موضوع پر مجھے بھی اظہار خیال کا موقع دیا۔ آج کل اس معزز ایوان میں بجٹ بابت سال 2004-5 زیر بحث ہے۔ پارلیمنٹ میں دونوں فریق، حزب اقتدار اور حزب مخالف اپنی اپنی سوچ و فکر کے مطابق طبع آزمائی کر رہے ہیں۔ دونوں طرف سے زیادہ تر repetition سے کام لیا جا رہا ہے لیکن میرے خیال میں ایک ذمہ دار شہری کی حیثیت سے ہمیں اچھی بات کو کم از کم اچھا کہنا چاہیے اور کمزور پہلوؤں کی نشاندہی کرنی چاہیے تا کہ ملک و ملت کے وسیع تر مفاد کی خاطر اس میں بہتری لائی جا سکے۔

میرا خیال ہے کہ موجودہ بجٹ غربت کم کرنے، صنعت سازی کو ترقی دینے، روزگار بڑھانے اور دفاع کو مضبوط کرنے کے لئے ایک سازگار فضا اور بنیاد مہیا کرتا ہے۔ ملکی اور بین الاقوامی حالات کو مدنظر رکھیں، اپنے مسائل اور وسائل کا موازنہ کریں، اپنے سابقہ دور کی بد حالیوں اور بدعنوانیوں کو مدنظر رکھیں۔ ground realities کو سامنے رکھیں تو میں بلاخوف تردید یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ under the circumstances ان نامساعد حالات کے باوجود یہ بجٹ بہترین اور خوش آئند ہے جس میں بہتر مستقبل کے لئے نہایت ہوشمندی سے منصوبہ بندی کی گئی ہے اور زندگی کے ہر شعبہ کو address کیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے موجودہ حکومت یعنی صدر مملکت، وزیر اعظم اور خاص طور پر وزیر خزانہ مستحق مبارکباد ہیں۔

ایک اچھا بجٹ پیش کرنا ملک کی اس دگرگوں اقتصادی حالت کو سنبھالا دینے میں جو سب سے زیادہ حکمت عملی کامیاب ہوئی اور جس نے بہتر کارکردگی دکھائی میری نظر میں ان ساری پالیسیوں کا ایک بنیادی نکتہ یہی ہے کہ اس موجود حکومت نے سابقہ حکومت کی financial policies کو تسلسل دیا اور بڑی محنت اور ہمت سے ان پر کاربند رہی۔ میں سمجھتا ہوں

کہ پالیسیوں کا تسلسل یقیناً آگے بڑھ کر ملک و ملت کے لئے بہتری اور کامیابی کا باعث بنتا ہے۔ اس سے پہلے ہر حکومت اپنے سے پہلی حکومت کی نفی کرتی چلی آئی ہے۔ ایک حکومت نے motor way بنایا، پیلی ٹیکسی سکیم متعارف کرائی اور بہت ساری دوسری green tractor schemes وغیرہ، لیکن جب اس کی successor حکومت آئی تو اس نے اس ساری investment کو غارت کر دیا اور پسماندگی اور مایوسی میں اس ملک کو دھکیل دیا جس سے ملک کمزور اور غریب تر ہوتا چلا گیا۔ میں سمجھتا ہوں یہ قابل مذمت بات ہے کہ ہم آنے والی پہلی حکومت کی ہمیشہ نفی اور اس کی بیخ کنی کرنے میں اپنے سارے وسائل ضائع کر دیتے ہیں یہ ایک بہت غلط روایت ہے۔ اس کی نفی کرتے ہوئے موجودہ حکومت نے پہلے تین سالہ فوجی دور کا جو تسلسل دیا اس کا نتیجہ آج ہمارے سامنے ہے۔

ایک حکومت نے hydel power بنانے کی بجائے مہنگے داموں تھرمل پاور سٹیشنز کے قیام کے لئے معاہدے کئے اور اس مصیبت میں قوم کو جکڑ دیا گیا جس کا نتیجہ آج بھی قوم بھگت رہی ہے اور اس کا نتیجہ بدحالی، مایوسی اور غربت کے سوا کچھ نہیں۔ اپنی عیاشی اور نادانیوں سے ملک کو دیوالیہ کی حد تک پہنچا دیا، گداگر بنا دیا، جرائم پیشہ بنا دیا اور اس کے نتیجے میں دہشت گردی، فرقہ واریت، غربت، بدامنی اور انتشار نے جنم لیا۔

حال ہی میں صدر صاحب نے کسان کانفرنس کی جس میں انہوں نے زرعی پیکج دیا جو کہ یقیناً زراعت کی بہتری اور ترقی کے لئے ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے اور پھر بعد میں اسے اس بجٹ کا حصہ بنایا۔ یقینا پاکستان ایک زرعی ملک ہے اور اس کی 70 % آبادی اس پیشہ سے منسلک ہے۔ اس آبادی سے غربت دور کرنے سے ہی ملک خوشحال ہو سکتا ہے۔ اگر 70 % آبادی کو غریب رکھا جائے، دیہاتی آبادی کو پسماندہ رکھا جائے تو آپ کچھ بھی کرلیں اس ملک کو کم از کم آپ خوشحال نہیں کر سکتے۔ یہ ایک بنیادی حقیقت ہے اور صدر صاحب نے بروقت اس کا ادراک کیا اور اس کا اعتراف کیا۔ زراعت کی ترقی کے بغیر ملک مزید ترقی نہیں کر سکتا اور میرا خیال ہے کہ کوئی ایسی صنعت بھی پنپ نہیں سکتی جس کا raw material ملک کے اندر میسر آئے۔ ماضی قریب میں بین الاقوامی سطح پر financial recessions آئے، ملک مالی بدحالیوں کا شکار ہوئے لیکن بڑی خوش آئند بات ہے کہ پاکستان اس سے بہت کم متاثر ہوا ہے۔ اس کی

بنیادی وجہ یہ تھی کہ انسان کی بنیادی ضروریات جو کہ روٹی' کپڑا' دودھ ' پانی ' چینی وغیرہ ہے اس میں پاکستان خودکفیل رہا ہے اور پاکستان نے ان ضروریات کی وجہ سے ہی اس recession کا کوئی خاص اثر قبول نہیں کیا۔

یہ television and cosmetics کی imports پر جو خرچ ہوتا ہے اس کے بغیر بھی ملک اور ملکی آبادی گزارہ کر سکتی ہے ۔ صدر صاحب نے اس شعبہ میں کافی مراعات دی ہیں مگر اس شعبہ کی اہمیت اور بنیادی ضرورت کو اگر سامنے رکھا جائے تو یہ امداد اور مراعات میں اور اضافہ ہونا چاہیے۔ اس میں حکومت کی ' وزیر اعظم کی ' وزیر خزانہ اور صدر صاحب کی مزید توجہ اور دلچسپی کی ضرورت ہے جو کہ یقیناً ملک اور قوم کی خوشی اور خوشحالی کی ضمانت فراہم کرے گا ۔میں سمجھتا ہوں کہ اس لحاظ سے یہ بروقت امداد ہے لیکن still it needs a kind attention to.

اس کے بعد اس بجٹ میں بہت سارے تقریباً زندگی کے ہر اہم شعبے کو اور National Buildings Department کو خوش اسلوبی سے address کیا ہے جس میں تعلیم سرفہرست ہے۔ کوئی بھی قوم تعلیم کے بغیر ترقی نہیں کر سکتی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ تعلیم میں موجودہ حکومت نے جس طرح اضافہ کیا ہے وہ یقیناً خوش آئند اور قابل تعریف ہے۔ اس میں اللہ اور اس کے رسول(صلعم) کا حکم بھی ہے کہ تعلیم حاصل کرو اور تعلیم حاصل کرنے کے لئے اگر دور دراز چین جیسے ملک بھی جانا پڑے تو جائیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ سلم کا یہ اشارہ چین بھیجنے کی طرف صرف مذہبی تعلیم حاصل کرنے کے متعلق نہیں تھا بلکہ بنیادی سائنسی علوم کاحصول یقیناً ان کا مقصد تھا۔ اس لحاظ سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ خواندگی کو بڑھانے کے لئے ہر طریقہ ہمیں اختیار کرنا چاہیے کیونکہ یہی ایک موجودہ دور میں ترقی کی بنیاد ہے اور ترقی کا باعث ہو سکتا ہے ۔جن لوگوں نے ترقی کی ہے ان کی سو فیصدی خواندگی ہے اور خاص طور پر سائنسی علوم کی خواندگی ہے۔ اس لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ تعلیم پر اور خرچ کیا جانا چاہیے۔ اس لحاظ سے پنجاب کی حکومت خاصا اس پر توجہ دے رہی ہے اور اس نے بہت سارے اہم اور انقلابی اقدام محکمہ تعلیم میں کئے ہیں جو یقیناً قابل تعریف ہیں۔

اس کے بعد جناب والا! محکمہ صحت' جیسا کہ مقولہ مشہور ہے کہ تندرستی ہزار نعمت ہے۔ ہر چیز سے زیادہ تندرستی اور تندرست قوم ہی بہتر نتائج کی حامل ہوسکتی ہے۔ اس لحاظ سے

میں سمجھتا ہوں کہ صحت کے لئے جو آج کل دوائی اور طبی سہولتیں ہیں وہ ایک غریب کی رسائی سے بہت آگے ہیں۔ اس کو سستا کرنا چاہیے اور مزید فراواں کرنا چاہیے کیونکہ کامیابی کے لئے ایک تندرست قوم پیدا کرنا ازحد ضروری ہے۔

بہبود آبادی بھی یقیناً ایک اہم شعبہ ہے۔ اس کو بھی انہوں نے اچھا address کیا ہے اور کافی اس میں اضافہ کیا ہے لیکن یہ اضافہ بھی کافی نہیں ہے۔بہبود آبادی اور آبادی کی صحت مندی اور اس کو بہتر سہولتیں فراہم کرنا یقیناً ملک و قوم کی ایک بنیادی ذمہ داری ہے۔ اس کے بعد جناب والا! سب سے اہم جو شعبہ ہے پانی اور بجلی کا۔ میرے خیال میں ماہرین کی مستند سوچ آجکل یہ ہے کہ مستقبل قریب میں پانی کی کمی ہو رہی ہے اور پاکستان جو کہ زرعی ملک ہے اور پانی ہی پر ہر جاندار کی زندگی کی بنیاد ہے تو ہمیں پیش از وقت پانی کا بندوبست کرنا چاہیے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کتنی بدقسمتی ہے کہ پاکستان میں اچھی زمین اور بہت سارا پانی وافر موجود ہے لیکن ہماری منصوبہ بندی کی کمزوری اور اس پر توجہ نہ دینے سے ہم خواہ مخواہ غربت کی طرف جا رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: چٹھہ صاحب ذرا wind up کرنا شروع کر دیں۔

سینیٹر نعیم حسین چٹھہ: پانی ہی سے ہائیڈل بجلی بھی پیدا ہو سکتی ہے۔ آج کل یہاں بڑا عجیب سا موقع ہے کہ جو کوئی آج کالا باغ ڈیم یا بھاشا ڈیم کا نام لے اسے بڑی عجیب نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں اگر یہ قومی مفاد میں ہے۔ میرا ایمان ہے کہ اس کے بغیر، وافر ہائیڈل پاور کے بغیر نہ ملک خوشحال ہو سکتا ہے اور نہ ہی باقی رہ سکتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک قومی فریضہ ہے، اور قومی مفاد ہے۔ اس پر کسی مصلحت اور کسی مفاہمت کے بغیر فوری طور پر بلا تامل ہمیں کالا باغ ڈیم اور بھاشا ڈیم دونوں کو شروع کرنا چاہیے اگر ہم یہ کرلیں تو ہمیں WTO سے کسی قسم کے خوف کی ضرورت نہیں ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ مواصلات پر بھی کافی توجہ دی جا رہی ہے۔ مہنگائی کا خاتمہ بھی کرنا ضروری ہے چونکہ مہنگائی بہت ہے اور لوگوں کی بے روزگاری بہت ہے اور اس لئے صنعت سازی اور زراعت کو ترقی دینا بنیادی ضرورت ہے۔ جناب والا! امن عامہ کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ جب

تک اپنی بنیادی ذمہ داری جو state کی ہے کہ وہ شہری کو اپنی حفاظت اور اس کی مال، جان اور عزت کی حفاظت نہیں تو شہری سے توقع کرنا کہ وہ ملک کے لئے sincere خیرخواہ اور محب وطن رہے گا تو میں سمجھتا ہوں یہ عبث ہے۔ یہ ایک بنیادی ذمہ داری ہے اور بلاتاخیر اس اپنی ذمہ داری کو پورا کرنا ہو گا۔۔۔۔۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: چٹھہ صاحب اب وقت ہوگیا ہے پلیز۔

سینیٹر نعیم حسین چٹھہ: جناب والا! اب اس کے ساتھ میں سمجھتا ہوں کہ کئی چیزیں رہ گئی ہیں۔ لیکن موجودہ حالات کے مطابق یہ۔۔۔۔۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: دیکھیں یہاں پر ہم نے بارہ منٹ وقت ایوان میں طے کیا ہے تو اب آپ کسی اور کا وقت لے رہے ہیں۔ مطلب یہ ہے۔ پلیز۔

سینیٹر نعیم حسین چٹھہ: یہ مہنگائی الاؤنس جو دیا ہے، اسلامی بینکنگ کا اجراء کیا ہے، اسلامی شریعت کے مطابق انہوں نے انشورنس سکیم متعارف کرائی ہے، سرحدوں پر خصوصی حالات کے پیش نظر دفاعی بجٹ میں اضافہ کیا ہے، غربت میں کمی کرنے کے اخراجات میں اضافہ کرکے ۲۷۷ ارب کا ریلیف دیا ہے، بیواؤں اور بوڑھوں کو ریلیف دینے کے لئے کئی خصوصی سکیموں کا اجراء کیا ہے، تنخواہوں میں اضافہ کیا ہے، یہ سارے اقدامات ثابت کرتے ہیں کہ یہ بجٹ عوام دوست بجٹ ہے اور حالات کے مطابق ایک بہترین بجٹ ہے اور میں اس کو appreciate کرتا ہوں۔ شکریہ جناب۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ۔ لیاقت بنگزئی صاحب میں ان حضرات کو بتا دوں جو late آئے ہیں کہ اس ہاؤس میں sense لیا گیا تھا وقت کے لئے کہ آدمی اتنے زیادہ ہیں، وقت اتنا کم ہے تو سب کے لئے بارہ منٹ ہاؤس کی رائے سے approved ہیں۔ مہربانی کرکے اس پر سختی سے عمل کریں۔ جی بنگزئی صاحب۔

سینیٹر لیاقت علی بنگزئی: جناب میں آپ کی توجہ کورم کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: نہیں، آپ ایسا کریں کہ آپ کی تقریر کا وقت ہے۔ آپ فوراً تقریر شروع کردیں۔ پلیز۔

سینیٹر لیاقت علی بنگزئی، چلیں جی ہم نے تو نشاندہی کی ہے آپ کی جیسے منشا ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: بس کافی نشاندہی ہوگئی ہے۔ آپ بولیں۔

سینیٹر لیاقت علی بنگزئی: جناب چیئرمین! چونکہ یہ انتہائی اہم نوعیت کا حساس معاملہ ہے۔ اس کے ہر پہلو کو دیکھنا ہوگا۔ بجٹ ایک ایسی چیز ہے کہ اس پر پورا سال قوم کا دار و مدار ہے۔ سب سے پہلے میں اللہ تعالیٰ کا شکرگزار ہوں کہ انہوں نے مجھے یہ موقع عنایت فرمایا کہ میں آج تاریخ کے ایک انتہائی اہم موڑ پر قوم کے جذبات کی ترجمانی اور عکاسی کے لئے ایوان بالا کے فورم کو استعمال کر رہا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ھذا من فضل ربی۔

جناب چیئرمین! جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ بجٹ ایک انتہائی خشک اور ایسا موضوع ہے جس پر سننے والا اور سنانے والا، دونوں کے حوصلوں کو داد دینی چاہیے۔ اگر یہ کوئی اور ایسا موضوع ہوتا جس پر رائے زنی کرنی ہو، بہرحال میں آپ کے موڈ کو دیکھ رہا ہوں کہ جارحانہ انداز میں دیکھ رہے ہیں۔ میں گھڑی کو بھی دیکھ رہا ہوں۔ پینتالیس اور پچپن منٹ تک یہاں تقریریں ہوئی ہیں اور کم ازکم پچپن منٹ تو نہ سہی، تیس منٹ تو ہمارا حق ہے۔

جناب چیئرمین! اب یہ ملک جن سیاسی، اقتصادی، معاشرتی، معاشی، جغرافیائی اور عدالتی نشیب و فراز سے گزر رہا ہے، یہ اپنی نوعیت کا سب سے اہم اور نمایاں موڑ ہے۔ سیاسی اعتبار سے آپ ملک کو گزشتہ ۵۵ برسوں میں کوئی سیاسی نظام دینے میں مکمل طور پر ناکام ہو گئے ہیں۔ ناکامی کی وجوہات جناب چیئرمین! میں سمجھتا ہوں کہ اب جب ہم نے جو بیج بویا ہے تو ہم نے اس زمین کی زرخیزی کو بھی مدنظر نہیں رکھا۔ حالات اور موسم کو بھی مدنظر نہیں رکھا اور ہم نے ایک بیج بو تو دیا لیکن جب وہ بیج زمین سے نکل نہ سکا، تو ہم بعد میں پچھتاتے رہے کہ ہم نے کیا غلط موقع پر غلط فیصلہ کیا تھا۔ تاہم اب بھی ہم نے جس مقصد کے لئے پاکستان کو حاصل کیا تھا۔ ہماری ناکامیوں میں سب سے اہم وجہ یہ ہے کہ ہم اپنے مقصد سے ہٹ گئے۔

پاکستان کا مقصد ہم نے یہ لیا تھا کہ لا الہ الا اللہ، تو ہمیں خلوص دل سے اس پر عمل کرنا چاہیے تھا مگر افسوس کہ ہم نے صرف زبانی طور پر تو نعرہ بلند کیا lip service ہم نے کافی

حد تک کی لیکن عملی طور پر ہمارا کردار قوم کے سامنے ہے اور ظاہر سی بات ہے کہ جب ہم زبان سے کچھ کہیں اور ہمارے قول و فعل میں تضاد ہو تو پھر منزل دور ہوتی چلی جاتی ہے، قریب نہیں ہوتی ۔ ہم جو خواب دیکھتے ہیں وہ بکھر تے جاتے ہیں، ان کی تعبیر ہمیں نہیں ملتی ۔

جناب چیئرمین ! اس وقت ہماری یہ حالت ہے کہ کسی مستحکم نظام کے متعارف نہ ہونے کی صورت میں ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ پاکستان میں کون سا نظام اس وقت رائج ہے ۔ کبھی ہم نے صدارتی طرز حکومت آزمایا ، کبھی پارلیمانی طور پر ایک تجربہ کر ڈالا، کبھی ہم نے ڈکٹیٹر شپ کے سائے میں وقت گزارا، کبھی democracy ہوئی، کبھی جنرل کریسی ہوئی اب تو میرا خیال ہے اس کو ہم general democracy کہہ سکتے ہیں ۔جب کوئی ملک سیاسی نظام دینے میں ناکام ہوجاتا ہے تو اس کی کوکھ سے کئی ایک ایسے مسائل جنم لیتے ہیں کہ جن پر قابو پانا آسان نہیں ہوتا۔ اقتصادی اونچ نیچ اور نشیب و فراز نے ہمارے معاشرتی اقدار اور values کو اس انداز میں ملیامیٹ کردیا کہ ہم بری طرح ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوگئے اور کاسہ گدائی اٹھانے پر مجبور کیا گیا۔ پھر ستم بالا ستم یہ کہ بدعنوانیوں نے ہماری طرف ایسا رخ کیا کہ آج ہمارے ملک کے کسی بھی محکمے میں، کسی بھی شعبہ زندگی میں آپ کو سوائے بدعنوانیوں کے اور کوئی چیز نہیں ملے گی اور ساتھ میں جو کاسہ گدائی ہم لے کر پھرتے رہتے ہیں کبھی عمرہ اور زیارت کے بہانے کبھی کسی اور بہانے لیکن افسوس کی بات تو یہ ہے کہ ہمارا جو کاسہ گدائی ہے اس میں اس قدر چھید پڑ چکے ہیں ، اس قدر سوراخ ہیں کہ اس میں کوئی چیز ٹک کر نہیں رہتی ۔

جناب چیئرمین ! بھیک مانگنے کے عمل کو ہم نے اپنی فطرت کا ایک حصہ بنالیا ہے ۔ قومیں بھیک سے نہیں بنتیں ۔ قومیں خودمختاری اور وقار کے ساتھ جیا کرتی ہیں ۔ ہمیں چاہیے تھا کہ ہم روز اول ہی سے بدعنوانیوں کی تمام راہوں کا سدباب کرنے کے لئے ان کو روک لیتے لیکن افسوس کہ ہم نے جو اسلامی اصول ہیں ان کو نظرانداز کیا ۔ہم نے اس ملک کو ایک تجربہ گاہ بنا لیا ۔نت نئے تجربے ہوتے رہے اور نئی راہیں کھلتی گئیں ، نئے تکر آتے گئے لیکن جس حوالے سے ہم نے ملک حاصل کیا تھا وہ ملک ہم سے آج بھی سنبھالا نہیں جا رہا ہے ۔

جناب چیئرمین ! ناقص اقتصادی پالیسیوں کی وجہ سے ہمارے ملک میں 22 خاندانوں نے جنم لیا۔ اگر صحیح طور پر سود سے پاک معیشت ہوتی تو آج ہمارے ملک میں 22 خاندانوں کی

بجائے ساڑھے چودہ کروڑ عوام کے خاندان خوشحال ہوتے ۔ صورتحال یہاں تک پہنچی کہ اگر بازار سے کوئی ایک سوئی تک خریدنی ہو تو اس کے لئے بھی ہمیں رشوت دینی پڑتی ہے ۔ چہ جائیکہ اگر ہم کوئی اور چیز اپنے ملک کے لئے خریدیں ۔ ہمارا تمام سرمایہ 22 تجوریوں میں منتقل ہوتا گیا۔

جناب چیئرمین! معاشی اونچ نیچ کے قصے بہت طویل اور دل کو ہلانے والے ہیں مگر ہم اب اپنی ان ہی پالیسیوں کی بنا پر اپنی جغرافیائی پوزیشن کو بھی برقرار رکھنے میں ناکام ہو گئے جس کے نتیجے میں ہمارا ملک دو لخت ہوا ۔ جس کے لئے آج بھی اگر آپ تھوڑا سا پیچھے ماضی کے اوراق کو پلٹ لیں تو آپ کو اپنی اقتصادی غلطیوں اور سیاسی نظام نہ ہونے کی وجہ سے نتیجہ آپ کے سامنے آئے گا کہ ان عوامل میں یہ عمل بھی ایک انتہائی اہم عنصر تھا۔

Mr. Deputy Chairman: Can we please have this mobile shut off.

سینیٹر لیاقت علی بنگزئی : جناب ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر اور ائرکنڈیشن کمروں میں بیٹھ کر جب پالیسیاں بنائی گئیں تو اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لینا چاہتا لیکن مجھے افسوس اس بات کا ہوتا ہے کہ ایک طرف تو ملک میں رونا روتے ہیں کہ ہمارے پاس پیسے نہیں ہیں۔ دفاع کے لئے ہم نے سات ارب روپے رکھے ہیں۔ اچھی بات ہے لیکن آج یہ اخبار گواہی دے رہا ہے کہ اس میں سے تین ارب روپے آج ہی چلے گئے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین : ذرا زور سے بولیں۔

سینیٹر لیاقت علی بنگزئی : آپ اندازہ لگائیں جناب چیئرمین کہ آج کے اخبار میں یہ لکھا ہوا ہے کہ صدر مشرف کے لئے تین ارب روپے کا جدید طیارہ خریدنے کا فیصلہ کیا گیا۔ لو جی بسم اللہ سات ارب سے صرف ایک طیارے کی خریداری پر پچاس فیصد تو چلے گئے۔ اس میں پوری تفصیل ہے کہ ساڑھے پانچ کروڑ ڈالر میں ایک طیارہ جب ہم خریدتے ہیں جس کی پاکستانی روپوں میں قیمت تین ارب تھی تو آپ سمجھیں کہ ہم ملک میں غربت کو کس طرح ختم کریں گے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین : آپ ذرا وائنڈ اپ کرنا شروع کریں۔

سینیٹر لیاقت علی بنگزئی : یہ بھی اسی بجٹ کے حوالے سے ہے۔ دوسری آپ کی

توجہ اس طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں کہ ہمارے صوبے کے لئے جو اس وقت پینسٹھ لاکھ کی آبادی ہے اس سلسلے میں، میں صرف دوشعبوں کے حوالے سے بات کرنا چاہ رہا ہوں ایک صحت اور دوسری تعلیم۔ میں انشاءاللہ تعالیٰ بجٹ سے باہر نہیں نکلوں گا ویسے یہ تو میرا حق بنتا ہے کہ میں کسی بھی موضوع پر بات کروں لیکن چونکہ وقت بھی کم ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین : آپ کے پاس صرف ایک منٹ ہے۔

سینیٹر لیاقت علی بنگزئی : بس جی پھر تو میں بیٹھ جاتا ہوں۔

Mr. Deputy Chairman : Thank you, so much.

سینیٹر لیاقت علی بنگزئی : میں احتجاجاً بیٹھ جاتا ہوں۔ آپ اس کو نوٹ کریں۔ یہاں چلے گی تو ایک صورتحال چلے گی۔

جناب ڈپٹی چیئرمین : لیاقت صاحب جب آپ نے شروع کیا تھا تو میں نے عرض کی تھی اور اب میں دوبارہ عرض کرتا ہوں ان ممبران کے لئے جو کہ بعد میں آئے ہیں۔ وقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے، جتنے سپیکر ہیں ان کو پیش نظر رکھتے ہوئے ، House کا sense لیا گیا تھا under Rule 202 اور سارے House نے agree کیا کہ time limit 12 minute ہو گی تو سارے بول سکیں گے ورنہ کوئی نہیں بول سکے گا۔ یا تو میری گھڑی کا ڈرائیور مرا ہوا ہے یا آپ کا slow ہے ٹائم پورا ہو گیا۔

سینیٹر لیاقت علی بنگزئی : آپ اپنے کمپیوٹر میں دیکھیں کہ 55 منٹ تک لوگ بولے ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین : دیکھیے جناب یہاں پر ٹائم لکھا ہوا ہے پورے بارہ منٹ ہو گئے ہیں۔ آپ ایک دو منٹ اور بول لیں۔

سینیٹر لیاقت علی بنگزئی : اب مسئلہ یہ ہے کہ پینسٹھ لاکھ کی آبادی ہے۔ صحت کے حوالے سے اگر آپ دیکھیں کہ ہمارے 8666 بندوں کے لئے ایک ہسپتال ہے۔ بجٹ کے حوالے سے بات کر رہا ہوں، یہ سروے ہے پاکستان an official book اس کے حوالے سے میں بات کر رہا ہوں، میں اپنی طرف سے بات نہیں کر رہا، آپ اس کو دیکھ لیں۔ 9490 افراد کے لئے

ایک ڈسپنسری ہے۔ 10833 آدمیوں کے لئے ایک rural health center ہے۔ 14750 کے لئے ایک DHQ ہے۔ یہ ہمارے صوبے کی حالت ہے ۔ جبکہ تعلیم میں آپ دیکھیں کہ پورے پینسٹھ لاکھ آبادی کے لئے ایک پولی ٹیکنیکل ادارہ ہے۔ دو یونیورسٹیاں ہیں۔ آپ یہ اندازہ لگائیں کہ ہر بتیس لاکھ آبادی کے لئے ایک یونیورسٹی ہے جبکہ میں کہتا ہوں کہ صرف ایک اسلام آباد میں اس وقت اٹھارہ یونیورسٹیاں ہیں۔ چونتیس لاکھ آدمیوں کے لئے ایک ڈگری کالج ہے۔ 171000 آبادی کے لئے ایک انٹرمیڈیٹ کالج ہے۔ میں آپ کو ان کے حوالے دے رہا ہوں۔ میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا۔ یہ کتاب ہر سینیٹر اور ایم این اے کو ملی ہے۔ آپ اس کا مطالعہ کریں اگر اس میں یہ figure نہیں ہے۔ 15700 افراد کے لئے ایک ہائی سکول ہے۔ یہ کیا ہے؟ ہم کیسے ترقی کر سکتے ہیں جبکہ ہمارے بلوچستان میں صرف ایک میڈیکل کالج ہے۔ چہ جائیکہ ہمارے پاس وہاں اس وقت کم از کم دس medical colleges ہونے چاہیئے تھے۔ پچھلے 55 برسوں میں ہمیں صرف ایک medical college ملا ہے۔ یہ باتیں ہیں جن کے بارے میں ہم آپ کو آگاہ کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کا زیادہ وقت نہیں لینا چاہتے لیکن ہم اپنی آواز کو یہاں پہنچانا چاہتے ہیں۔

جناب والا! اس کے علاوہ live stocks, fisheries, جنگلات، صنعت mines, اور سڑکوں کی جو حالت ہے، اگر آپ وہاں کبھی آئیں تو آپ کو دکھاؤں گا۔ میں آپ کو یہ دکھانے کے لئے interior بلوچستان لے جاؤں گا۔ انشاء اللہ آپ خود بھی دیکھ لیں گے کہ اس وقت ہماری کیا حالت ہے۔ اگر قوم پرست حضرات یہاں صبح شام روتے ہیں تو ان کے رونے میں کوئی شک نہیں ہونا چاہیے، وہ بجا طور پر روتے ہیں اور وہ انہی چیزوں کے لئے روتے ہیں۔

جناب چیئرمین! میں آپ کو ایک چھوٹا سا واقعہ سناتا ہوں ۔ ہماری اس وقت حالت یہ ہے کہ ہم ہر شعبہ زندگی میں پھنسے ہوئے ہیں ۔ کسی بھوکے شخص سے کسی نے پوچھا کہ دو اور دو کتنے ہوتے ہیں تو اس نے کہا کہ چار روٹیاں ۔ آپ "روٹی" پر توجہ دیں۔ اب چار کے ساتھ اس نے " روٹی " بھی کہا ۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ بھوکا ہے۔ اس لئے اسے ہر طرف روٹی ہی روٹی نظر آتی ہے۔ اس وقت ہماری یہ حالت ہے۔ جناب والا! یہاں کے جو مقتدر حلقے ہیں، جن کے پاس اختیارات ہیں، وہ پچپن پچپن منٹ بات کرتے ہیں تو انہیں اجازت دی جاتی ہے اور ہمیں سات منٹ بھی بات کرنے نہیں دی جاتی۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: لیاقت بنگزئی صاحب! بہت شکریہ۔

سینیٹر لیاقت علی بنگزئی: صرف ایک منٹ بات کرنے دیجئیے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ ساری limits cross کر گئے ہیں۔

سینیٹر لیاقت علی بنگزئی: صرف پانچ منٹ، صرف پانچ منٹ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ کے پاس پانچ منٹ نہیں ہیں بلکہ 30 seconds ہیں۔
دیکھیں! یہ ہاؤس کا فیصلہ ہے۔ میرا نہیں ہے۔

سینیٹر لیاقت علی بنگزئی: اگر یہ ہاؤس کا فیصلہ ہے تو اسے سب پر لاگو ہونا چاہیے تھا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: سب پر ہی لاگو کیا ہے۔سب نے بارہ بارہ منٹ تقریر کی ہے۔

سینیٹر لیاقت علی بنگزئی: جناب والا! Leader of the Opposition نے 55 منٹ تقریر کی ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: جو پہلے بولے ہیں، ان کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ دیکھیئے جناب! جو پہلے 55 منٹ دیئے گئے ہیں، وہ وقت چلا گیاہے۔

"وہ دن ہوا ہوئے جب پسینہ گلاب تھا"

اب بارہ منٹ کا وقت مقرر ہے۔

سینیٹر لیاقت علی بنگزئی: بہرحال جناب والا! میں آپ کو ایک چھوٹی سی بات بتاتا ہوں کہ اس وقت میں اپنے تعلیمی نظام کے بارے میں ایک مشورہ دینا چاہتا ہوں۔ پھر اس کے بعد میں بیٹھ جاؤں گا ۔ جناب والا! جب ہمارے طلباء Middle پاس کر لیتے ہیں تو ان کو ہمیشہ دو groups میں تقسیم کر دیا جاتاہے۔ ان میں ایک سائنس ہے اور دوسرا آرٹس۔ میری تجویز یہ ہے کہ اس میں ایک تیسرا group بھی ہونا چاہیے۔ ہماری حکومت کافی عرصہ سے دینی مدارس، دینی مدارس کا بار بار ذکر کر رہی ہے۔ اس لئے میں یہ تجویز پیش کروں گا کہ ایک تیسرا group بنائیں جو Islamic Studies کے نام سے ہو۔ اس group کو بھی شروع کیا جائے۔

Mr. Deputy Chairman: Thank you so much. Liaquat Sahib. Mrs. Fauzia Fakhar-uz-Zaman Sahiba.

سینیٹر فوزیہ فخر الزمان خان : شکریہ جناب والا! بجٹ پیش ہو گیا ہے۔ ہم سب کو پتا تھا کہ حکومتی اراکین اس کی تعریف کریں گے اور اپوزیشن کے اراکین اس کی برائیاں کریں گے لیکن خدا کا شکر ہے کہ اس دفعہ اپوزیشن کی طرف سے تازہ ہوا کے کچھ جھونکے ملے ہیں۔ مجھے اس عمر میں جاکر پتا چلا کہ میں کانوں کی کتنی کچی ہوں۔ جب right side سے باتیں ہوتی ہیں تو مجھے لگتا ہے کہ سب درست ہے اور جب left side سے باتیں ہوتی ہیں تو مجھے لگتا ہے کہ یہ سب درست ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین : آپ تو پھر بڑی بھولی ہیں۔

سینیٹر فوزیہ فخر الزمان خان : بس ایسا ہی ہے جی۔ خدا کرے کہ ہمارے لئے یہ بجٹ بہت خوش آئند ہو۔ شوکت صاحب بہت ذہین، حساس اور اچھے دل کے انسان ہیں۔ انہوں نے بہت عرق ریزی سے یہ بجٹ بنایا ہے۔ اپنے وسائل میں رہتے ہوئے وہ یہی کچھ کر سکتے تھے۔ لیکن بات وہی ہے کہ

بدلنا ہے تو مے بدلو، نہ جام مے کدہ بدلو
وگرنہ ساغر و مینا بدل جانے سے کیا ہو گا

(ڈیسک بجائے گئے)

جناب ڈپٹی چیئرمین : آپ ان سے ساغر و مینا کی بات کر رہی ہیں۔

سینیٹر فوزیہ فخر الزمان خان : یہ کیا بات ہے کہ یہ بات آپ نے زیادہ محسوس کی ہے اور انہوں نے نہیں کی ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین : میں انہیں یہاں سے دیکھ سکتا ہوں۔

(قہقہے)

سینیٹر فوزیہ فخر الزمان خان : اچھا جی!

ایک معزز رکن : مکرر۔ ارشاد۔

سینیٹر فوزیہ فخر الزمان خان: بدلنا ہے تو مے بدلو' نہ جام مے کدہ بدلو
و گرنہ ساغر و مینا بدل جانے سے کیا ہو گا
(ڈیسک بجائے گئے)

جناب والا! سالہا سال سے ہماری قوم جون کے مہینے سے یوں ڈرتی ہے جیسے کوئی ایٹم بم گرنے والا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ جب یہ گرتا ہے تو ذرا مخمل میں لپٹا ہوا گرتا ہے' تکلیف تو کافی ہوتی ہے لیکن پھر حالات آہستہ آہستہ بہتر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ شوکت صاحب بجٹ بہت عرق ریزی سے بناتے ہیں لیکن وہ کیا کریں ۔ ہمارے وسائل محدود ہیں۔ ان وسائل کے اندر رہتے ہوئے ہی انہیں سب کچھ کرنا ہوتا ہے۔

جناب والا! پلک جھپکتے ہی ایک سال گزر گیا۔ پچھلے سال یہیں کھڑے ہوکر میں نے اسی طرح بولا تھا کہ ابھی کرنے کے لئے ہمارے پاس بہت کچھ ہے۔ ان کی 60% باتیں اس لئے درست لگتی ہیں کہ غربت ' مہنگائی' اور بے روزگاری میں ہمارے بجٹ سے ذرا بھی فرق نہیں پڑا۔

ڈیسک بجائے گئے)

بلکہ زیادہ ہوگئی ہے۔ اگر شوکت صاحب 15% بڑھاتے ہیں تو وہ 30% بڑھ جاتی ہے ۔ مجھ سے حالات دیکھے نہیں جاتے ۔ میں آپ کو کیا بتاؤں جی ' میرے پوتے gun لے کر پھر رہے ہیں کہ ہم بڑے ہو کر رابن ہڈ بنیں گے ۔ امیروں کو لوٹیں گے اور غریبوں کو دیں گے شاید یہ باتیں آپ کو اچھی لگ رہی ہوں گی لیکن کافی دکھ کی باتیں ہیں کہ چھوٹے چھوٹے بچوں کے دل بھی بھوکے لوگوں کو دیکھ کر خراب ہوتے ہیں ۔ اب یوں ہے کہ باقی باتیں تو یہ اتنی detail سے کر چکے ہیں تو ان کو مجھے کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہے ۔ ایک بات جو میں کہنا چاہتی ہوں کہ نئے ڈیمز بنانے کی باتیں ہو رہی ہیں ۔ پرانے ڈیم کو کیوں نہیں سنبھالتے ہیں ۔ ہمارے جنگلات چوری ہو رہے ہیں ۔ سب جانتے ہیں' کوئی نہیں بولتا سوائے میرے۔ ایک سال سے میں چیخ رہی ہوں کہ صوبہ سرحد کی حکومت دن رات چوری کرکے آپس میں بانٹ رہی ہے اور erosion ہو رہی ہے اور وہاں سے تربیلا ڈیم میں سلٹ گر رہا ہے اور اس تیزی سے تربیلا ڈیم بھر رہا ہے کہ جب تک آپ

نئے بنائیں گے وہ تو ییول ہو چکا ہوگا۔بہتر ہے جنگلات کی چوری کو روکیے اور اس کو سنبھالیئے۔

دوسرا یہ کہ بیروز گاری کی انتہا ہو چکی ہے ۔ میں جب سینیٹ میں آئی تھی تو مجھے سب سے زیادہ خوشی یہ تھی کہ میں اپنے کچھ لوگوں کو نوکریاں دلوا دونگی ۔ میں سارا دن ان کی درخواستیں recommend کرکے لیکر پھرتی رہی ۔ آپ یقین جانیئے کہ آج تک ایک بھی نوکری نہیں دلوا پائی ۔ میرے علاقے کے لوگ میرے سب بچے ہیں۔ وہ آتے ہیں تو میں انہیں کہتی ہوں کہ میں آپ کی گناہگار ہوں ۔ واقعی میں سینیٹ میں بیٹھی ہوں اور میں کسی کو نوکری نہیں دلوا سکی ہوں ۔ اگر شوکت صاحب پڑھے لکھے بیروز گاروں کے لیے تھوڑا سا allowance رکھ دیتے تو شاید یہ چوری چکاری لوٹ مار اور ڈکیتیوں میں فرق آ جاتا ۔ ابھی law & order کی بات آ رہی ہے تو میں کچھ اور بھی کہنا چاہوں گی پٹری سے اترنے والی ہوں آپ مجھے روکیئے گا نہیں میں ۱۲ منٹ سے زیادہ نہیں لونگی ۔ وہ یوں ہے کہ ۲۵ مئی کو ایک لڑکا لندن سے ایم بی اے کرکے اپنے والدین کو ملنے یہاں آیا ۔ آیا تو وہ کچھ پہلے تھا لیکن ۲۵ مئی کو وہ صبح اپنے باپ کے آفس میں نہیں پہنچا اور دوپہر کو اپنی بہن کو pick کرنے نہیں پہنچا۔ وہ سب بڑے پریشان ہو گئے۔ پولیس ان کے ہاں آ کر براجمان ہوگئی جیسا کہ اکثر ہوتا ہے ۔ ۲۸ تاریخ کی شام کو ان سے کسی نے کہا کہ آپ کا بیٹا ہمارے پاس محفوظ ہے ۔ آپ ہمیں ransom تین ملین دے دیں ۔ ابھی خورشید صاحب نہیں ہیں وہ میرے ساتھ اس کو پوری طرح سے جانتے ہیں ۔ ہوتے تو وہ بھی اس بات پر بولتے ۔ ماں باپ پریشان ہو گئے انہوں نے جلدی میں کوئی سوا چار لاکھ کا بندوبست کرکے دے دیا۔ انہوں نے کہا کہ F-11 کے کسی بکس میں ڈال دیجئے گا۔ پولیس کو سب کچھ پتہ تھا لیکن پیسے ڈالے گئے اور وہ سب کچھ لے گئے پولیس انہیں arrest نہیں کر سکی اور پولیس ان کی اوپر کی منزل میں بیٹھی موجیں اڑاتی رہی۔

۲۹ تاریخ کو اطلاع ملی کہ عبدالستار ایدھی کے پاس ایک لاش ہے جسے وہ لاوارث قرار دے کر دفنائیں گے، یہ لوگ بھاگے گئے اور وہ لاش اتنی مسخ ہو چکی تھی۔ ۲۵ مئی ہی کو اسے مار دیا گیا تھا اور ۲۹ تک اس کا حلیہ بگڑ چکا تھا بعد میں بڑی مشکل سے پاؤں کی ایک چوٹ سے پہچانا کہ یہ اس کا بیٹا ہے۔ منگیتر بیچاری لندن ہی میں تڑپتی رہی ۔ ماں باپ کے پاس آہوں اور سسکیوں کے سوا کچھ نہیں ہے ۔ آج تک پولیس ان کو نہیں پکڑ سکی ہے کیونکہ وہ لڑکا جس کے

گھر سے لاش نکلی ہے وہ مفرور ہے اور وہ ایک S. S. P کا بیٹا ہے ۔ اس کو کوئی ہاتھ نہیں ڈالتا ۔ اس کا دوست کوئی آرمی آفیسر کا بیٹا ہے۔ اس کو بھی کوئی ہاتھ نہیں ڈالتا ۔ پولیس اچھی طرح جانتی ہے ۔ اسی مقتول کا موبائل ان کے پاس ہے۔ اسی سے messages آ رہے ہیں signals مل رہے ہیں وہ کبھی مری میں ہوتے ہیں۔ کبھی نتھیا گلی میں ہوتے ہیں ۔ اب آپ سوچیئے کہ ہماری پولیس کے یہ حالات ہیں۔ مجھے تو شرم آتی ہے اپنے آپ کو سینیٹر کہتے ہوئے ۔ میں تو ہر ایک کو کہتی ہوں کہ میں آپ کی گناہگار ہوں ۔ اب ماں باپ کے پاس آہوں اور سسکیوں کے سوا کچھ بھی نہیں ہے ۔ انہوں نے میری خوش آمد کی ہے کہ میں یہاں پر بولوں کہ پولیس والوں کو بتائیے کہ وہ SSP کا بیٹا غالباً ناصر مغل ہے ۔ وہ مری اورنتھیا گلی میں ہے اور اس کے فون پر messages آ رہے ہیں اور اس کو کوئی بھی نہیں پکڑ رہا ہے۔ دوسرا عمر ہے اور ایک فون ایک لڑکی کا بھی بار بار آ رہا ہے اور ان سے باتیں ہو رہی ہیں ۔ ابھی انہوں نے یہ کہا تھا کہ آپ نے ransom پورا نہیں دیا ہے تو آپ نے تین ملین پورے کرنے ہیں لیکن اتفاق سے لاش مل گئی۔ آپ بتائیں ہم نے کیا کرنا ہے۔ یہ تو ہمارے حالات ہیں۔ میں law and order پر بات کر رہی ہوں کیونکہ اگر بے روزگاروں کو تھوڑا سا الاؤنس مل جائے تو شاید ان چیزوں میں کمی آ جائے۔ اور please اس بات کا نوٹس لیجیئے اور کچھ کیجیئے۔ میں تو اپنے طور پر پولیس سے بہت لڑتی رہی ہوں لیکن میری بھی بات کسی نے نہیں سنی۔ Thank you.

Mr. Deputy Chairman: Thank you very much.

اکبر خواجہ صاحب! آپ بولنا پسند کریں گے؟

سینیٹر ڈاکٹر محمد اکبر خواجہ: جناب چیئرمین ! میں ابھی دوسری Standing Committee میں جا رہا ہوں۔ کل میں نے چیئرمین سومرو صاحب سے request تھی۔ انہوں نے مجھے کہا ہے کہ صبح ۱۱ بجے میں بولوں گا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: نائیک صاحب، آپ 12 منٹ بولیں۔

Senator Farooq Hamid Naek: Mr. Chairman, I have heard the eloquent speeches of my colleagues and I would not like to repeat

whatever they have said plus this constraint on the time also. To start with, I would say, that the consensus on the 6th NFC Award failed. As provinces could not reach a decision on fund sharing formula. As a consequence whereof Federal Budget placed before this House was pasted on the existing 5th Award and so will be the case of budgets that will be placed before the respective Provincial Assemblies. What a shame? The beneficiary of this lapse is the Federal Government which is going to save about Rs. 30 billion and so much one can say about the Provincial Autonomy. Mr. Chairman, in the present days the quest for the Government is to bring in justice and equality and the various administrative units or the provinces or States get together for a better life for the people of their area. This is the base of the Federation but over here, unfortunately, the 6th NFC Award which should have been the basis of the Financial Bill is not there. In this respect, I would draw, Mr. Chairman, your attention on Article 160 of the Constitution. The last NFC Award was given in 1997 and under Article 160 sub-Article (1) of the 1973 Constitution of Pakistan, which lays down that "at intervals not exceeding five years", these are the words which have been used in the Constitution. Now, more than 5 years have passed. No doubt, the National Finance Commission was constituted by the President of this country, constituting of the Finance Minister of the Federal Government as well as the Provincial Governments, as has been laid down in Article 160 but Mr. Chairman, we would appreciate that in Punjab, the Government is of the Treasury Benches, in Sindh the Government is of the

Treasury Benches, in Baluchistan, no doubt, there is a coalition Government but the Chief Minister belongs to the Treasury Benches and in the Frontier Province, the Chief Minister of the Government is that of the MMA. In the morning

نثار احمد میمن صاحب نے کہا کہ President کیا کر سکتا ہے؟ Opposition والوں نے NFC کو پاس نہ ہونے دیا۔

But if you look into the Constitution of our country, it is the Provincial Governments and the Finance Minister alongwith the Federal Minister that have to pass the Award, have to give an Award with regard to the National Finance Commission. Now, under Article 160, sub-Article (2), it is the duty of the National Finance Commission to make recommendations to the President of Pakistan, which they have miserably failed to do so and what is the consequence of this failure on the part of the National Finance Commission. The failure has been laid down in sub-Article (3), it lays down that the Taxes referred to in paragraph (a) of Clause (2) are the following taxes raised under the authority of the Parliament. Now, if there is no recommendation, there cannot be any revenue sharing, the taxes which have been collected cannot be made a part of the budget or the Finance Bill for the prupose of allocating it to the provinces and on various heads. In the light of all this, I would submit that the Finance Bill which has been presented or the Budget which has been laid down, is totally unconstitutional because without an award, the sixth National Finance Award which was mandatory because five years have passed the Finance Bill which has been placed, is totally unconstitutional. This is

my first submission over here because in the absence of this Award, the preparation and the laying of the Budget by the Federal Finance Minister is totally unconstitutional.

Without prejudice to what has been stated, I would say that the law and order situation in the country is pathetic, everybody has spoken about that, there has been continuous violation of Pakistan's air and land space by the United States military force but nothing has been done. National Security Council has been formed and we had opposed it because it would not serve any purpose and I am saying with conviction that our idea, our proposal for rejecting that Bill is found to be true because nothing has been done by the National Finance Commission at the most, more money would be spent which should have been spent on the social sector.

Mr. Chairman! the present regime has a vested interest in creating problems specially law and order so that they should continue their illegal regime. they do not care as to what has happened to the people of Pakistan, our own people have been bombed and invaded by the military might, by the military regime of this country. The people are committing suicide, the suicide bombers are there but no one is being apprehended. When the law and order situation is of such a nature, how can we expect that the investments would flourish, the jobs would be created and a common man's misery would finish and for this all, the law and order problem, whatever budget has been given, whatever allocation has been made, it would be reduced to a knot because of the law and order situation.

The Military expenditure has been increased by 21% 194 billion but look at the social sector, in social sector, if you look into the Health 6 billion, Education is about 3 billion and population is about 2.6 billion which is all cosmetic but if we compare the increase in the Military spending that is 21%. If we look at all that, such a small allocation Mr. Chairman, for social sector as compared to the high allocation of defence, places Pakistan on a very low level, even then we compare to the African countries with regard to the human resource development. So, this is the situation, how can a common man's misery can be finished when only 0.5% of the Budget is allocated for the purpose of social sector by which a common man and the population at large in Pakistan would benefit.

Mr. Chairman! the Governement has not announced any mega projects for the purpose of creating jobs for the unemployed youth of the country, whatever employment that would be created, that has been mentioned in the Finance Bill, is on the basis of the private investments and not on basis of the investments made in the public sector. The youth in this country when they do their M.A, their Law, their Medicine and their Engineering, they do not get any jobs. What do they do? As the learned member has just pointed out that they become decoits and when they become decoits they take up the guns and law and order situation is created. So, something has to be done, some comparison has to be made between the military spending which we cannot discuss in this House, between the spending which we spend on the judiciary which we cannot discuss in the House. The spending which is done by the Presidency

which we cannot discuss in the House. Until it is created in some form or the other, I have got my greatest of doubt that this country would raise from the ashes where we are right now.

Mr. Chairman, one of the main reasons of corruption in this country is not because of the greed of the people, not because of the need of the people. The income of a common man has got no parity with the expenditure incurred per month. I challenge the Federal Finance Minister to make a budget for a common man on the basis of the earning per month and let us see either he will succeed or not and if he succeeds he is the good Finance Minister of this country. What is the budget, let's start from the home.

اگر میرے پاس مہینے کی ہزار روپے کی تنخواہ ہے تو میں اس میں ہی چلوں گا' اگر ہزار روپے میں روٹی نہیں کھا سکتا' کپڑا نہیں پہن سکتا' بچوں کو education نہیں دے سکتا' بچوں کو medicines نہیں دے سکتا' اگر وہ ہزار روپے میں پورا نہیں ہوتا تو پھر میں کہاں سے لاؤں گا۔ میں ڈاکہ ڈالوں گا یا چوری کروں گا یا ادھار لوں گا یا پھر corrupt ہو جاؤں گا۔جناب چیئرمین! اس ملک میں corruption کی one of the main reasons is that there is no parity اور جب تک کہ between the income and the expenditure of the common man. Ministry of Finance یا Federal Minister اس چیز پر نظر رکھ کر بجٹ نہیں بنائیں گے تو اس ملک میں law and order situation ہمیشہ خراب رہے گی' اس ملک میں سے corruption کبھی ختم نہیں ہو گی۔

اب آپ دیکھیئے National Accountability Bureau پر پچھلے سال 409 ملین allocate کئے گئے ہیں اور انہوں نے 417 ملین spend کر دیئے۔اس دفعہ بھی بے اندازہ ان کو پیسہ دیا گیا' what is the need of the NAB, what is the NAB doing? What NAB has done until today? ان کے trump travels ہیں' they go all over the

they draw happy salaries and what do they do in world ان کے جو officers ہیں

return? They only victimize the politicians sitting on the right or in the left.

That is what the NAB people are doing. ' one agenda ہے آصف علی زداری '

one agenda ہے پاکستان پیپلزپارٹی اور اس کے سیاستدان' اس کے علاوہ ان کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ اس ملک کے لئے انہوں نے کیا کیا؟

Look at the allocation of social sector. Oh! God, this is so shameful.

جناب ڈپٹی چیئرمین، میرا خیال ہے اب ذرا wind up کریں Please

Senator Farooq Hamid Naek: Mr. Chairman, let us see what they have done to the sales tax law, for the first time in Pakistan and all over the world the amendments that have been made in the Sales Tax Law, the government has officially formalized the role of Police and Civil Armed Forces under the Sales Tax Act.

ہر جگہ Armed Forces آ رہی ہیں' Civil Armed Forces کے نام سے یا کسی اور نام سے' ہر محکمے Tax Officers بھی Under Section 51(a) of the Sales Tax Act اگر وہ کسی recovery سے نہیں کر سکتا وہ Civil Armed Forces کو بلا لے گا۔ Power corrupts and absolute power corrupts absolutely and this is what that could happen to the recovery of the Sales Tax also.

because you are making that ' recovery کم ہو گی تو رشوت زیادہ ہو گی ' وہ Sales Tax Officer totally powerful. threat کرنے گا کہ اگر اتنے پیسے نہیں دیئے تو میں Armed Forces کو بلاؤں گا اور ایک businessman یا دکاندار مجبور ہو گا کہ ان کو پیسے دے تاکہ اس کا کام ہو جائے۔ اگر آپ ہر طرف دیکھیں تو کوئی بھی چیز ٹھیک نہیں کی گئی ہے۔ Agriculture کو دیکھیں

it has suffered a biggest set back with growth registering a drastic

downfall in the wheat crop, in the cotton crop, in the livestock.

حکومت نے کہا بجلی سستی ہوگئی ہے، دو مہینے پہلے announce کیا تھا۔

sir, befooling the nation, till today the electricity charges have not been reduced.

Mr. Deputy Chairman: Naik Sahib, you have gone beyond time. I give you one minute only.

Senator Farooq Hamid Naek: Sir, one minute only. Sir, instead of curtailing the non-development expenditure.

بجٹ کے اندر سب سے زیادہ جو تکلیف دہ چیز ہوتی ہے وہ non-development expenditure ہوتا ہے، non-development expenditure increase ہوتا چلا جا رہا ہے اور جو development expenditure ہے اس کے مطابق increase نہیں ہو رہا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ پیسہ زیادہ برباد ہوا جا رہا ہے گاڑیوں پر، travel پر، Presidency پر، اور خرچوں پر جس سے ملک کی کوئی development نہیں ہو رہی ہے۔ پیسہ وہاں زیادہ expend کرنا چاہیئے جس سے کہ development ہو۔

Thus I would say, as a whole budget is totally uninspiring and it would increase rather than decrease the misries and problems of the common man. Thank you sir.

Mr. Deputy Chairman: Thank you sir. A short lapse on my part. I want to refer to Mr. Liaquat Bungalzai's point of quorum, let it come on record that the House has the quorum and had the quorum at that time. Bibi Yasmeen Sahiba.

سینیٹر بی بی یاسمین شاہ، جناب چیئرمین! آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے اس اہم بجٹ پر اظہار خیال کا موقع دیا ہے۔ سب سے پہلے میں وزیر خزانہ جناب شوکت

عزیزصاحب کو 2004-2005 کے لئے ایک متوازن، tax free اور اصلاحی بجٹ دینے پر مبارکباد دیتی ہوں۔ یہ کئی حوالوں سے ایک منفرد بجٹ ہے اور یہ صدر پرویز مشرف اور وزیر اعظم جمالی صاحب کی دوراندیش معاشی پالیسیوں، مدبرانہ اور قائدانہ صلاحیتوں کی وجہ سے ممکن ہوا ہے ۔ اس لئے میں جناب صدر صاحب کو اور وزیر اعظم کو بھی مبارکباد دیتی ہوں ۔

جناب والا! بجٹ 2004-2005اس ایوان کے floor پر table ہو چکا ہے اس لئے اس ایوان کا وقت بچانے کے لئے میں کچھ باتوں کا ذکر ضرور کروں گی۔ جناب والا! اس بجٹ سے پاکستان میں معاشی اصلاحات کی مضبوط بنیاد رکھ دی گئی ہے ، حقیقت میں یہ بجٹ ترقی کی راہ میں بڑھنے کا وسیلہ ثابت ہوگا۔ اس سے پہلے حکومتی پالیسیوں میں تواتر نہ ہونے کی وجہ سے سرمایہ کاروں کا اعتماد ممکن نہ تھا مگر اب تمام اندیشے اور غیر یقینی صورتحال کا خاتمہ ہو چکا ہے جو کہ مثبت اور بہتر اقتصادی صورتحال کا باعث بنے گا۔

پاکستان میں خوش قسمتی سے وہ تمام حالات اور عناصر موجود ہیں جن کی بدولت ایک قوم کو عزت، خود مختاری اور خوشحالی کے ساتھ زندہ اور ترقی یافتہ رکھنا ممکن ہوتا ہے، کمی صرف خلوص نیت اور جذبہ حب الوطنی کی ہے جو کہ موجودہ حکومت نے بھرپور طور پر پوری کر دی ہے۔ یہ پہلا مالی سال ہے جو کہ جمالی حکومت نے مکمل طور پر پورا کیا جبکہ پچھلے مالی سال کی آدھی مدت اس حکومت کے زیر انتظام رہی۔ مالی سال 2003-2004 میں economic indicators میں نمایاں بہتری آئی اور اصلاحات کا عمل بھی بلا روک ٹوک جاری رہا ۔ جناب والا! وزیر اعظم نے قوم سے کیا ہوا اپنا وعدہ صدق دل سے نبھایا اور صدر جنرل پرویز مشرف کی گزشتہ حکومت میں کی جانے والی اصلاحات اور ترقی کا عمل جاری رکھا۔ اس دانا فیصلے کی بدولت اقتصادی امور مضبوط اور پائیدار ہوئے۔

اب پچھلے مالی سال کا ایک جائزہ لیتے ہیں - میں اس طرف بیٹھے ہوئے اپنے ساتھیوں سے کہوں گی کہ اس کو غور سے سنیں اور پھر خود فیصلہ کریں کہ کیا صحیح ہے اور کیاغلط ہے ۔ گزشتہ ایک دہائی میں پہلی دفعہ GDP کا % 6.4 کا growth rate حاصل کیا گیاجو کہ مقررہ target سے 1.1فیصد زیادہ ہے ۔ زراعت کے شعبے میں مقررہ targetسے بہ نسبت کم رہا جس کی وجہ کم بارشیں اور پانی کی کمی اور خالص کیڑے مار دوائیوں کی عدم دستیابی تھی، البتہ فصلوں کی

قیمتوں میں اضافے کا فائدہ کسانوں کو ملاجس کی وجہ سے کسانوں کو ساٹھ ارب روپے اضافی آمدنی ممکن ہوئی ۔ بڑی صنعتوں کے شعبے میں تاریخی growth جو کہ 17.1 per cent رہی جس کی وجہ سے جی ڈی پی کی اضافی growth ممکن ہوئی اور زراعت کے شعبے میں جو کمی واقع ہوئی اسے بھی کسی حد تک پورا کیا جا سکا ۔ اس کامیابی کی وجہ سے صنعتی روزگار میں خاطرخواہ اضافہ بھی ہوا۔ سروسز کے شعبے میں مقررہ حد 5.2% growth register کی گئی۔ مالیاتی management جس میں بجٹ کے خسارے کو 4% سے نہ بڑھنے دیا گیا۔ میں یہ بھی بتاتی چلوں کہ ملکی تاریخ میں یہ سب سے lowest figure ہے۔ یقیناً اس کی وجہ فضول اخراجات سے اجتناب اور غیر معمولی revenue collection رہی۔ اس کے علاوہ قرضے کی ادائیگی کو ٹوٹل اخراجات کے پچاس فیصد سے گھٹا کر ستائیس فیصد تک لایا گیا۔اس سے مزید مالیاتی گنجائش بھی پیدا ہوئی۔اخراجات میں مالیاتی گنجائش پیدا کر کے اس رقم کو عوام کی فلاح و بہبود، روزگار کے ذرائع پیدا کرنے اور صحت و تعلیم کی سہولیات فراہم کرنے کے لئے استعمال میں لایا گیا اور سماجی شعبے میں 14% اضافی اخراجات ممکن ہوئے۔ ہماری برآمد 8% کی مقررہ حد سے کافی زیادہ بڑھ کر 13% رہی۔ یہ برآمدات ساڑھے بارہ ارب ڈالر سے بھی تجاوز کر گئیں۔ اسی طرح ہماری درآمدات میں بھی خاطر خواہ اضافہ ہوا جو کہ پانچ فیصد مقررہ target سے بڑھ کر 19% تک پہنچ گئی جن کی مالیاتی figure 15 ارب ڈالر کچھ ہونے لگی۔ برآمدات اور درآمدات کے عدم توازن کی وجہ وہ صحت مندانہ اضافہ ہے جو کہ صنعتی raw-material اور capital goods کی درآمد کی وجہ سے عمل میں آیا۔ ان درآمدات کی وجہ سے صنعتی سرگرمیوں میں اضافہ ہوا اور مستقبل کی growth کے لئے راہ ہموار ہوگئی۔

بیرون ممالک سے آنے والی رقوم میں بھی اضافہ ہوا جو کہ دس مہینے کی مدت میں 3.2 ارب ڈالر سے تجاوز کر گئیں جبکہ پورے سال کے لئے مقررہ حد 3.6 ارب ڈالر تھی ۔ ان اقدامات کے علاوہ نجکاری اور بیرونی سرمایہ کاری میں بھی تیزی آئی جس میں نجکاری کی بدولت 35ارب روپے حاصل ہوئے جبکہ بیرون سرمایہ کاری ایک ارب ڈالر کو چھونے لگی۔

اب ہم نئے بجٹ کی طرف آتے ہیں۔ سب سے پہلے تنخواہوں اور پنشن کا اضافہ ' اس سے بیواؤں اور بزرگ شہریوں کے لئے relief پہنچائی گئی۔ڈیوٹیوں اور ٹیکسوں میں خاطر خواہ relief' بجلی کے نرخوں میں کمی، ترقیاتی بجٹ میں خاطر خواہ اضافہ' Defence کے بجٹ میں اضافہ

جو وقت کی بہت ضرورت ہے۔ جناب چیئرمین! جیسا کہ وزیر خزانہ نے فرمایا کہ ہمارے مستقبل کا دارومدار زراعت کی ترقی پر ہے۔ یہ خوش آئندہ بات ہے کہ موجودہ سال کے پندرہ ارب روپے کے مقابلے میں آئندہ سال کے لیے 21 ارب روپے رکھے گئے ہیں اور یہ بڑی اچھی بات ہے۔

کچھ تجاویز میں پیش کرنا چاہوں گی۔ تعمیر پاکستان پروگرام ایک اچھا پروگرام ہے اور اس کے مثبت نتائج بھی برآمد ہوئے ہیں۔ وزیر خزانہ نے فرمایا ہے کہ موجودہ سال کے 3.9 بلین روپے سے بڑھا کر اس پروگرام میں 5.4 بلین روپے کردیے گئے ہیں لیکن میں یہ ضرور کہوں گی کہ اس کو مزید وسعت دینے اور فنڈ فراہم کرنے کی ضرورت ہے۔

اس کے بعد میں زرعی package پر آتی ہوں۔ ہم کہتے ہیں کہ ہمارے مستقبل کا دارومدار زراعت کی ترقی پر ہے۔ زراعت ہماری معیشت کی ریڑھ کی ہڈی ہے تو اس کے لئے میں یہ کہوں گی کہ اس پر جتنی زیادہ رقم خرچ کی جائے بہتر ہے۔ اس بجٹ میں کافی اچھی باتیں ہیں اور زرعی package پر کچھ تجاویز دینا میں اور بھی ضروری سمجھوں گی۔ زرعی package پر جو باتیں کہی گئی ہیں جیسا کہ DAP کھاد پر ایک سو روپے کم کرنا بہت ہی اچھا اقدام ہے لیکن ہمارے کسان DAP بہت کم استعمال کرتے ہیں جبکہ یوریا، نائٹروفاس، SSP اور امونیم کھادوں کا فاضل مقدار میں استعمال کیا جاتا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ ان پر بھی کمی کی جانی چاہیے۔ Sir مارکیٹ میں یوریا کی بوری 435 روپے کی ملتی ہے جبکہ نائٹروفاس -/700 روپے فی بوری ہے۔ یہ بہت زیادہ قیمت ہے اور کسانوں کی پہنچ سے دور ہے اسلئے ان کھادوں میں بھی relief ہونا چاہیے۔

اب میں ٹریکٹر وغیرہ پر بات کروں گی جیسا کہ وزیر خزانہ صاحب نے فرمایا کہ 35 ہارس پاور سے کم اور 100 ہارس پاور کے زیادہ سے ٹریکٹروں پر ڈیوٹی میں چھوٹ دراصل کسانوں کے لیے بہت اچھا اقدام ہے لیکن پاکستان میں 50,55 اور 60 ہارس پاور کے ٹریکٹر استعمال ہوتے ہیں اور ان میں 55 ہارس پاور کے مقبول ہیں اور اس ٹریکٹر کو بھی سستا ہونا چاہیے۔۔ جناب! میں پچھلے دو دنوں سے اپوزیشن کے ساتھیوں کی تقاریر سن رہی ہوں۔ ان تقاریر میں اٹھائے جانے والے اعتراضات پر میں زیادہ تو کچھ نہیں کہوں گی بس صرف یہی کہوں گی کہ جب اتنی ساری باتیں ہو چکی ہیں

کہ وہ بات سارے فسانے میں جس کا ذکر نہ تھا

وہ بات ان کو بہت نا گوار گزری ہے

بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: جو بات سارے فسانے میں جس کا ذکر نہ تھا

وہ بات ان کو بڑی نا گوار گزری ہے

شکریہ۔ ڈاکٹر کوثر فردوس صاحبہ۔

سینیٹر ڈاکٹر کوثر فردوس: جناب چیئرمین! پہلی بات تو میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ ہمارے وزیرخزانہ شوکت عزیز صاحب نے جو پانچویں دفعہ بجٹ پیش کیا ہے یہ پالیسی میں ایک تسلسل ہے۔ صدر مشرف صاحب کی رائے اورمشورے سے جو بجٹ تین سال پہلے بنا اور اس سال اس میں جمالی گورنمنٹ بھی شامل ہے۔ اس گورنمنٹ میں ہم لوگ بھی کسی نہ کسی طرح شامل ہیں لیکن اس میں ہماری رائے اورمشورہ کتنا شامل ہے یہ سوچنے کی بات ہے؟

پچھلے سال جب سینیٹ کا اجلاس ہوا اس میں اپوزیشن تو نہیں تھی لیکن جو سفارشات گئیں ان کا کیا حال ہوا؟ اس سال جو دو resolutions اپوزیشن کی طرف سے اور ایک resolution حکومت کی طرف سے گئی ہے امید ہے کہ اس پر غور کیا جائے گا اور انہیں بجٹ میں شامل کیا جائے گا۔

خود قومی اسمبلی کے جو اتنے سارے ممبران اتنے دن بیٹھ کر بجٹ پر بحث کر رہے ہیں۔ اس سے بجٹ میں کتنی تبدیلی آئے گی یہ بھی سوچنے کی بات ہے عوام کے نمائندوں کی اس بجٹ میں شمولیت کتنی ہے عوام کے نمائندے جو یہاں پہنچتے ہیں۔ وہ expert نہیں ہوتے کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جانا چاہیے کہ اس میدان کے جو ماہرین اور تجربہ کار ہیں، صحت کے ہیں، زراعت کے ہیں، تجارت کے ہیں ان کی تجاویز بھی کسی طرح سے شامل کی جائیں۔ عام آدمی سے بھی کوئی رائے اورمشورہ لیا جانا چاہیے اور جیسا کہ یہاں بھی پہلے تجویز آئی کہ pre- budget session ہونا چاہیے جس میں کہ ہم سب کی تجاویز اکٹھی ہوں۔ ایک مذاکرے کی شکل ہو، عوام کی جو تجاویز ہوں وہ بھی سامنے رکھی جائیں اور اس کے بعد بجٹ بل بنایا جائے۔ بجائے اس میں کہ پیش کردہ بجٹ بل میں کچھ تبدیلی کی کوشش کی جائے جو کہ

- بہت تھوڑی ہوتی ہے ۔ تو ایک تجویز تو میری یہ ہے ۔

دوسری بات جناب یہ بڑی خوش آئند ہے کہ آئی ایم ایف سے ہمیں چھٹکارہ مل جائے گا ۔ ہم اس کے چنگل سے آزاد ہو جائیں گے ۔ یہ ایسی بات ہے جس پر میرا خیال ہے پورا ایوان خوش ہے اور دونوں Houses خوش ہیں ۔ جناب ! میں تھوڑا سا تجزیہ کرنا چاہوں گی کہ ہم کیوں خوش ہیں؟ پہلی بات میرے خیال میں تو یہ ہے کہ جو ہمارے اوپر ایک pressure تھا کہ ترجیحات یہ ہونی چاہئیں ۔ priorities ان کی مرضی کے مطابق ہونی چاہئیں ۔ اب شاید ہم آزاد ہوں گے کہ ہم اپنی مرضی سے جو چاہیں ترتیب و ترجیحات بنا سکیں ۔ لیکن میں یہ بھی توجہ دلانا چاہوں گی کہ وہ ترجیحات اب بھی کسی نہ کسی طریقے سے ہمارے اوپر مسلط ہیں ۔ ہیلتھ میں جو بجٹ ملنا ہے reproductive health پر کتنا لگے گا ؛ education میں جو بجٹ ملے گا ' اس میں gender sensitive کتنا ہوگا اور اس میں ہماری ترجیحات کیا ہوں گی اور دینے والوں کی ترجیحات کیا ہوں گی ؛

دوسرا حصہ میرے خیال میں ہماری خوشی کا یہ ہے کہ جو آئی ایم ایف کا قرضہ ہمیں ملتا تھا اس پر جس سود در سود پر ہم پھنسے ہوئے تھے اب وہ نہیں ہوگا۔ صرف سود سے ہم اتنے ہی نالاں ہیں اور یوں خوش ہیں تو پھر ہمیں اپنے گھر میں بھی اس سود کو ختم کرنے کا سوچنا چاہیے۔

وفاق جو صوبوں سے سود وصول کرتا ہے عام شرح جس پر قرضہ ملتا ہے اس سے بھی زیادہ ہے تو کیا یہاں اس پر غور نہیں کیا جانا چاہیے ؛ Women Bank جو قرضہ عورتوں کو دیتا ہے اس پر بھی 14% mark up لیتا ہے تو کیا وہاں پر یہ مارک اپ ختم نہیں ہونا چاہیے ؛ عام آدمی جو قرضہ لیتا ہے اور میرا خیال ہے اور شاید آپ سب کا بھی تجربہ ہوگا ۔ میرے پاس بہت سارے ایسے لوگ آئے جنہوں نے قرضے کی اصل رقم تو ادا کردی تھی لیکن ابھی بہت ساری رقم ان کی باقی تھی۔ وہ بہت غریب لوگ ہیں اور سفید پوش بھی ہیں۔ یہ سود کا نظام ہی ایسا ہے کہ ایک بار جب قرضہ لے لو تو اس سے جان نہیں چھٹتی ہے ۔ جناب! اصل بات تو یہ ہے کہ ہم اس Islamic نظام کی طرف آئیں جس میں اس سود کے خاتمے کی کوششیں ہوں اور ہم اپنی ان

ترجیحات پر اپنا بجٹ بنائیں جو اسلام ہمیں دیتا ہے۔

جناب چیئرمین! تیسری بات میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ NFC Award پر کوئی تصفیہ نہ ہونا صوبوں میں عدم تحفظ کا احساس بیدار کرتا ہے۔میرا تو خیال تھا کہ اس بجٹ سے پہلے کچھ نہ کچھ حصہ ، کچھ نہ کچھ اضافہ یا کچھ نہ کچھ agreement کی شکل بنا دی جاتی۔ مجھے تو ایسے لگتا ہے کہ اپنے بچوں کو ماں ہی کسی نہ کسی طرح بہلا کر ایک تصفیہ پر لے آتی ہے۔ یہ بڑا ہی اہم کام تھا جو ہونا چاہیے تھا مگر نہیں ہوا۔ صوبہ سرحد میں خاص طور پر جو ان کی طے شدہ رقم بنتی تھی وہ بھی ان کو نہیں ملی بلکہ اس سے کم ملی ہے اور اس کے ساتھ ہی جو بجلی کا خالص منافع تھا' اس کی ادائیگی بھی قاضی قانون کے تحت ہونی چاہیے تھی مگر وہ بھی نہیں ہو رہی۔

جناب چیئرمین! میں پھر یہ کہنا چاہوں گی کہ عوام کو ریلیف کی جو بات ہے اس میں 15% مہنگائی الاؤنس دیا گیا۔ بڑی اچھی بات ہے لیکن یہ ملا کس کو؟ یہ تو صرف تنخواہ دار طبقے کے لئے ہے۔ہمارے ہاں بہت سارے لوگ بے روزگار ہیں ، بہت سارے لوگ private sector میں ہیں ،ان کو تو اس الاؤنس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور پھر جناب !یہ بات بھی ہے کہ جو غریب، آدمی ہے اس کو تو شاید ڈیڑھ سو روپے کا اضافہ ملے گا جو امیر آدمی ہے اس کو شاید ڈیڑھ ہزار کا مل جائے گا۔ڈیڑھ سو سے اس غریب کو بھی کوئی فرق نہیں پڑتا جس کی تنخواہ میں تو اضافہ اتنا ہوا ہے مگر مہنگائی 60 سے 250% تک بڑھ چکی ہے۔میری تجویز یہ ہے کہ اگر کوئی ایک Fix رقم سب کے لئے دے دی جاتی تو شاید اس میں غریبوں کا کچھ زیادہ بھلا ہوجاتا اور امیر جو ہیں ان کو تو ویسے اتنا فرق نہیں پڑ رہا تھا۔ پھر دوہرے ٹیکس کی بھی بات ہوئی کہ نیا بھی نہیں لگا اور دوہرا بھی نہیں لگا لیکن جناب! میں یہ کہنا چاہوں گی کہ یہ ٹی وی کی جو فیس انہوں نے کہا ہے کہ سالانہ کی بجائے ماہانہ 25روپے وصول کر لی جائے گی' اس میں ایک تو یہ ہے کہ بہت سارے، گھروں میں ٹی وی نہیں ہے ، بہت سارے لوگ ٹی وی afford تو کرسکتے ہیں لیکن رکھتے نہیں ہیں۔ بہت سارے گھروں میں دو دو ،تین تین ٹی وی ہیں ، بہت سارے گھروں میں دو دو میٹر لگے ہوئے ہیں تو اگر اس حساب سے کٹوتی ہوگی تو ان لوگوں پر بوجھ پڑے گا جن پر نہیں پڑنا چاہیے۔

جناب والا! اس کے ساتھ ایک بات اور بھی ہے کہ یہ کیبل آپریٹر فیس جو حکومت

ہزاروں میں ان سے لائسنس دیتے وقت وصول کرتی ہے گھریلو صارفین سے بھی ڈھائی ، تین سو روپے کے حساب سے وصول کرلیتے ہیں تو indirectly یہ ایک دوہرا ٹیکس ہے جو لگایا جا رہا ہے ۔ کہا گیا ہے کہ بجلی کی قیمت میں دس پیسے فی یونٹ کمی کر دی گئی ہے لیکن پچھلے سال جتنا اضافہ اور بار بار اضافہ ہوا اگلے سال کے لئے یہ guaranteeدے دیں کہ اب مزید اضافہ نہیں ہو گا۔

جناب والا! Health Policy پر اور جو budget allocationہے 'اس کے بارے میں تھوڑا سا تفصیل سے بتانا چاہوں گی کہ ایک بات تو یہ ہے ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین، بی بی آپ کا time تقریباً پورا ہونے والا ہے ۔

سینیٹر ڈاکٹر کوثر فردوس، بس تھوڑی سی بات کرلیتی ہوں ۔ جو ایک غریب ملک ہے جو اپنا پیسہ صحت کے شعبہ پرخرچ نہیں کرسکتا ہے اس کے لئے preventive measures اختیار کرنا ایک blessing ہے ۔ ہمارے ملک میں بھی جو preventive measures ہیں ان پر زیادہ توجہ دی جانی چاہیے اور اس کے لئے budget allocation بھی زیادہ ہونی چاہیے ۔اس میں جیسے طہارت کا نظام ہے وہ خود بہت ساری بیماریوں سے جسم کو بچاتا ہے ۔ اسلام کا نظام جو نماز ' قناعت اور توکل ہے وہ بہت ساری psychological اور psychiatric illnessesسے ہمیں بچاتا ہے تو یہ preventive measures اختیار کئے جانے چاہئیں اور اس میں جو budget allocation ہےصحت کا معیارتسلی بخش رکھنے کے لئے وہ چار سے پانچ فیصد GDP کا ہونا چاہیے ۔ ہماری پچھلے سال کی جو allocation تھی وہ .92% تھی ' میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ اس کو بڑھایا جانا چاہیے' اس لئے پہلی بات یہ ہے کہ پچھلے سال میں' یہ خاص بات ہے ذرا سی میں توجہ چاہوں گی کہ ایک فیصد پاپولیشن کے لئے allocation of resources 40% تھے اور جو 90% population ہے اس کے لئے allocation of resources 15% تھے ۔ اس کو ضرور reverse ہونا چاہیے کہ جو ہمارے دیہاتوں میں Primary Health Care Units ہیں ان کا نظام بہتر بنایا جائے صرف بڑے شہروں کے ہسپتالوں کو ہی establish نہ کیا جائے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین : جی شکریہ۔

سینیٹر ڈاکٹر کوثر فردوس : صرف دو منٹ لوں گی۔

جناب ڈپٹی چیئرمین : دو منٹ تو زیادہ ہیں صرف ایک منٹ میں ختم کریں۔

You have gone beyond time.

سینیٹر ڈاکٹر کوثر فردوس : اچھا جی۔ ایک بات میں یہ کہنا چاہ رہی تھی کہ جو human resources imbalance ہیں ان کو چیک کرنا کہ جو ہم نے resources لگائے ہیں ان سے فائدہ اٹھایا جائے ۔ اس میں' میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ ہم جو لیڈی ڈاکٹر ملک میں بناتے ہیں۔ اس ایک لیڈی ڈاکٹر پر بہت زیادہ پیسہ ہمارا خرچ ہوتا ہے۔ اس وقت تمام پرائیویٹ اور گورنمنٹ میڈیکل کالجز میں 70% females ہیں اور 30% males ہیں لیکن female ہماری service structure میں نہیں آتی۔ وہ اپنے گھروں کی وجہ سے خاندان' شادی سسرال کی وجہ سے Jobs نہیں کرتی تو ہم ضرور بجٹ میں ایسی allocation کر کے ان کو سروس میں شامل کریں اور ان کی گھنٹوں کے حساب سے ہم سروس لیں اور ان کے بچوں کے لئے کوئی day care center سہولیات ہوں کہ وہ اپنی سروس ہمیں دے سکے۔ پھر پرائیویٹ اور گورنمنٹ میڈیکل کالجز ہیں اس وقت ایک پرائیویٹ میڈیکل کالجز ہے جو recognised ہے چوبیس ایسے پرائیویٹ میڈیکل کالجز ہیں جو recognised نہیں ہیں۔ ان میں ایک بچہ پندرہ سے بیس لاکھ فیس ادا کرتا ہے لیکن اس کو job surity نہیں ہے تو میں اس میں یہ تجویز دینا چاہتی ہوں کہ ایسا سسٹم ہو کہ یہ semi government ہوں۔ مطلب دونوں کی collaboration سے ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ درمیان میں ہی کالج کھولنے والا تین سالوں کی فیس لے کر کالج بند کردے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین : پلیز اب آپ wind up کریں you have gone beyond time.

سینیٹر ڈاکٹر کوثر فردوس : جی صحیح ہے۔ جناب آخری بات Women development میں پونے چار ارب روپے کا بجٹ رکھا گیا ہے۔ اس میں N.C.S.W کے لئے چھیاسی لاکھ کا ہے۔ پچھلے تین سال میں بھی National Commission on Status for Women نے کام کیا اور سفارش اس نے یہ دی کہ حدود آرڈیننس کو ختم کر دیا جائے۔ جناب

قانون سازی کے لئے جب یہ دونوں ایوان موجود ہیں تو میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور یہ چھیاسی لاکھ روپے اس پر خرچ نہیں ہونے چاہئیں۔

Mr. Deputy Chairman: Thank You so much. Amjad Abbas. You proceed and till the Maghrib finish, you can continue later, do not waste the time.

Senator Muhammad Amjad Abbas: Thank you sir, I start with thanking President Musharraf for giving a true independence to the farmers. Sir, Pakistan got independence in 1947, but the farmers were still ruled by the India Act of 1930s. Where they could be arrested for non payment of loans. We had presidents in the past who belonged to the Agriculture sector but nobody had the courage to abolish a cruel law of Indian Act 1930. At the same time sir, there is a section in a Finance Bill 51(a) that gives I.T.O. power, to use the police let us not go into that. We are freeing one sector and capturing the other. Similarly in section 25 where they have the power to decide whether for under invoicing the items should be auctioned, shall be auctioned, not may be. Sir, I thank Mr. Shaukat Aziz for including agriculture sector in the five drivers of growth. In the last decade, above rupees 500 billion got transferred from the rural areas to the urban areas, first floods then droughts have caused drastic losses to the agricultural economy. These losses are amounted to Rs. 1000 billion to 1500 billion during the last two decades. Man made disasters in the form of heavy taxation and natural calamities in the form of floods and droughts have totally devastated our entire agriculture sector.

Sir, 65% of the population of Pakistan resides in the rural areas. 25% of the G.D.P is earned from the agriculture sector where the growth remained 2.6% last year which shows the decrease from the last fiscal year. It is because of the drought and also because of the multiple taxes like taxes on pesticides, on electricity consumed by the farming sector, diesel engine, fertilizers and the list goes on, and the high rate of interest like 11% which has been finally reduced by the President Musharraf at 9%. It is a step but we need more.

Sir, growth in agriculture sector not only increases avenues for employment but also discontinues the trend of migration from rural areas to urban areas. Therefore, it is essential for agriculture sector that all taxes should be reviewed and the disparity between the two sectors should be removed. As such, rate of interest, specially the rates for the timely pay back of the loans, should be 6% not 8% for the farmers. It is for the first time sir, we are developing a new culture, repayment of the loans. In the past, we have been writing off the loans. It is for the first time we are giving something back to a person who pays the loan on time. Before that, we introduced the culture of tolls in which you pay for the services you use, it is not shifted to the people who are not using the services.

Sir, the Opposition has termed this budget as the feudal budget. Sir, I do not think it is a feudal budget because the workers on the farms are not only the workers, they are the partners in the farming sector and I can prove it. If you grow one acre of sugarcane and you have a yield of one thousand *mounds* per acre, you are paying Rs. 9500 per acre to the

farm workers on the day of the harvest. Rs.4000 for the harvesting , 1000 for the loading and 4500 rupees per acre for the transport. So higher the yield, higher the rate goes to the workers. So they are not only the workers, they are partners.

Sir, look who is talking? People who introduced the scheme like yellow cab which benefitted the rich?. No poor can afford a car. If they had introduced at that time green tractor scheme. Who would have benefitted? May be the feudals. Where he is going to put the tractor? He is going to sell it. Who is going to buy it? Not a businessman, either a construction contractor or another farmer. He will not run it on the Motorway. He is going to use it for the construction business or the agriculture sector sir.

(اس موقع پر مغرب کی اذان سنائی دی)

جناب ڈپٹی چیئرمین: امجد صاحب آپ کے تقریباً سات منٹ رہ گئے ہیں اور اس کے بعد پروفیسر ساجد میر صاحب آپ کی تقریر ہوگی۔ The House is now adjourned to meet again at 2000 hours today the 16th of June, 2004.

[The House was then adjourned for *Maghrib* prayers to meet again at 8.00 P.M. same day.]

[The House reassembled after the Maghrib prayers with Mr. Deputy Chairman (Mr. Khalil-ur-Rehman) in the chair]

جناب ڈپٹی چیئرمین: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ امجد عباس صاحب آپ کے سات منٹ رہتے ہیں اور ایک منٹ for the collection of thoughts.

Senator Muhammad Amjad Abbas : Sir, It is very strange, the people who were criticising the budget, they introduced the Yellow Cab for the richer class instead of green tractors for a farmer. Sir, decentralization for development after decentralization of power is essential part to remove the disparity between the developed and underdeveloped areas. Unluckily even after the implementation of devolution plan, decentralization of development never took place. For instance, excise duties collected from crops like cotton, wheat, rice, sugarcane are not spent in the local area rather they are taken to the urban area. The provincial governments look reluctant in providing statutory rights accordingly required in the national policies. Sir, in the end I will come to the PSDP plan. Yesterday, when I was driving towards the Senate Secretariat I saw the people with the banners of Saraiki region. Sir, it is the public sector development programmes.

Sir, if you go through this, you do not see any major progammes in the Saraiki region or for the agriculture sector. Sir, there are no Health-Plans, no major programmes in the Saraiki region. If you go through these, if re-implement these, then we can have *Balochs*, *Pathans*, *Punjabis*, *Saraikis*, *Sindhis* whatesoever, but no Pakistanis. Sir, we should have studied all these areas especially when the Saraikis are claiming that they

produce 70% of the GDP from the cotton areas and there is not enough money allocated for the research, for the cotton or even for agriculture sector. Sir, Government have taken some steps but we need more. It is a small step but sir, if we spend on agriculture sector alone, this is the only sector which gives results within six months to a year. If you go to the industrial sector, we can see the results in 3 to 5 years to increase the GDP of the country and that we lacked last year. We have a growth overall in the GDP but we have the decrease in the agriculture sector. It is attributed to drought but sir, still we are protecting the local tractor industry at the cost of 65% of the population that is associated with the agriculture sector. Why? We are still charging 9% while industerial loans are given on 3 to 6%. Why there is a disparity among that?

Sir, people on that area have criticised the 10 paisa decrease in the electricity sector sir, yes, it is a small one but lets not forget sir, it is the so-called *Mard -e- Ahhin*, Asif Zardari, thanks to him. If we would have not negotiated our deals, it would be costing much higher. I think not only a poor but even people sitting on other benches could not afford the electricity sir. Sir, I admire Jeya Bhutto, he gave people a voice, he gave a *Naara," Roti, Kapra aur Makan"*. but unfortunately sir, by increasing the electricity alone, we have deprived people from *"Roti, Kapra and Makan"*.

Sir, in the end, I would like to say that more should be done for the agriculture sector and Public Sector Development Programme should be reviewed again, so that disparity between developed and under developed areas should be reduced. Thank you sir.

POINT OF ORDER; RE: TRAGIC ROAD ACCIDENT NEAR ISLAMABAD.

Mr. Deputy Chairman: Thank you Amjad Sahib. Prof. Ghafoor Sahib.

سینیٹر پروفیسرغفور احمد: جناب والا! آج صبح ایک بس اور trailer کے ایک حادثے میں چالیس افراد جاں بحق ہو گئے ہیں اور یہ ٹریفک کے حادثات ایک معمول بن گئے ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ حکومت ان کے تدارک کے لئے کوئی اقدامات نہیں اٹھا رہی ہے۔ اسلام آباد کے قریب چالیس قیمتی جانیں ضائع ہوئی ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: اس وقت کوئی وزیر تو حاضر نہیں ہے لیکن کافی عرصہ پہلے میں نے ایک motion دی تھی کہ جو trailers ہیں

they should be taken off from the roads. That I assured you. Why do not you move an adjournment motion that such a dangerous vehicle, with no safety devices, hardly any breaks and no lights, are not allowed to go on main roads.

آپ اس کے متعلق ایک adjournment motion لائیں۔

ایک معزز رکن: وفاقی وزیر صاحب تشریف لے آئے ہیں۔

Mr. Muhammad Naseer Khan(Minister for Health): Sir, I will just like to asnwer this question that this accident, a very tragic accident happened at about 6.40 in the morning and I heard it on the "Jeo News" and I phoned to Secretary Health to find what has exactly happened. Then I got to know that about twenty bodies were sent to PIMS and ten bodies to Poly clinic and there were ten who were seriously injured and were brought got to PIMS. I myself went there at about 8.30. I

was there for about two hours and infact the honourable member of the National Assembly Mr. Bukhari Sahib, he was also there because there were lot of people from his constituency and three were very seriously injured by head injuries. Two were being operated but the three others were in the hospital. It was a very serious accident, unfortunate accident. I have just got the latest report that we have sent all to collect and to arrange repatriations of the bodies where-ever the villages, they have to be taken. We have advised the relatives. So, all the action was taken but this is a very serious matter. It is not for the Government or for the Opposition or for this party or that party, it is a national problem. When I was elected this year as WHO's President in Geneva, even there this is now one of the main themes - road accidents and as you know my father also had a very unfortunate accident. So, it is very personal that I would like to do something but the time has come in Pakistan. This is the number three killer in the world and by the year 2015 this will be the biggest killer in the world even more than communicable diseases and non-communicable diseases. That is why it has come on the health sector.

So, I think it is time, the honourable Member is absolutely right, that we have to find ways and means. The problem is that we have laws in this country and I have seen it so many times, we don't need any new laws in Pakistan. Whether corruption or whether traffic, it is the implementation, the implementation and the implementation. In fact in 60s, if you realise,

پروفیسر غفور صاحب آپ کے زمانے میں 60s میں 70s میں تانگے پر بھی lights ہوتی تھیں اور

bicycles پر بھی lights ہوتی تھیں ، it was much better way the laws implemented. اب there are no laws. اب اس میں یہ ہے کہ trailer آیا اور bus کو پیچھے سے مارا۔ immediately ایک تو وہیں کافی fatal casualities ہوگئیں then it pushed the bus down into the hill whereby this accident happened. اب سب سے پہلے تو دیکھیں جی drivers جو licenced ہے ، they have to be corrected. Everybody must have a valid licence. They must be trained. اب پنجابی میں کہتے ہیں جی منڈا بڑا اچھا driver ہے جی trailer چلاندا رہندا ہے۔ آپ اس کو buses دے دیتے ہیں، tractors دے دیتے ہیں۔ ہماری laxity ختم ہونی چاہیے۔ پھر the vehicles that are on the road, they must be checked properly کہ ان کے brakes بھی ہیں کہ نہیں، فلاں چیز ٹھیک ہے یا نہیں۔

So, I think, there has to be a serious consideration from the honourable Members of the Senate, the National Assembly and the Provincial Assemblies to take it very seriously because this is an extremely serious matter. Thank you.

Mr. Deputy Chairman: Thank you, but this does concern the Government and I speak for the Senate when I say that you have to revamp the entire traffic system. Please put this up. This is the Government's job.

Senator Sardar Muhammad Latif Khan Khosa: Sir, the brakes are there, the licences are there, who has to do this.

Mr. Deputy Chairman: I made the point up for you. Professor Sajid Mir sahib.

FURTHER DISCUSSION ON BUDGET 2004-05

سینیٹر ساجد میر : شکریہ جناب چیئرمین! جناب گزشتہ نصف صدی سے پاکستان کی معیشت اور سیاست دونوں اپنے پاؤں پر کھڑی نہیں ہوسکیں۔ میں تکلیف کے باوجود اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اگر بیٹھنا پڑ گیا تو پیشگی معذرت کیونکہ پاکستان کی معیشت بھی بیٹھی ہوئی ہے۔

جناب چیئرمین! بجٹ پر ہر سال ہم تقریریں کرتے ہیں اور سنتے ہیں۔ ایک side سے کہا جاتا ہے کہ یہ وقت کا بدترین بجٹ ہے۔ دوسری side کے ساتھی کہتے ہیں کہ اس سے بہتر بجٹ بن ہی نہیں سکتا دنیا میں۔ وہ جو کہا گیا کہ "beauty lies in the eyes of beholder" حسن دیکھنے والے کی نظر میں ہوتا ہے۔ ویسے آپس کی بات ہے جناب چیئرمین! میں آپ کا پرانا نیازمند ہوں، حسن اگر آپ کا ہو تو اس کے لیے دیکھنے والے کی آنکھ matter نہیں کرتی وہ حسن حسن ہی رہے گا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین، وہ ہے ہی ہے۔

سینیٹر ساجد میر : جناب ہم سب بجٹ کو اپنی نظر سے دیکھتے ہیں لیکن دیکھنا یہ ہے کہ عوام اس بجٹ کو کس نظر سے دیکھتے ہے۔ ہمارے عوام ان بڑی بڑی اصطلاحات سے ناواقف ہیں' macro اور micro economics, اور economic indicators اور GDP ۔ عوام کی اصطلاحات ہیں' ہانڈی' روٹی' نمک' مرچ' سبزی' گوشت۔ اچھا اور بہتر بجٹ وہی ہے جو عوام کی زندگی میں بہتری لائے' ان کو آسانیاں فراہم کرے۔ میں یہ ضرور کہوں گا کہ کسی بھی فوجی یا نیم فوجی حکومت سے یہ توقع ہی نہیں کی جاسکتی کہ وہ عوام کی زندگی میں بہتری لائے یا اس کے بارے میں سوچے' اس لیے کہ وہ عوام کو جواب دہ نہیں ہیں۔ وہ عوام کے ووٹ سے نہیں آتی۔ یہ لوگ یا تو زبردستی آتے ہیں اور یا بالائی قوتوں کی شفقت سے اور ان کے دست کرم کی بدولت آتے ہیں۔ اس لیے انہیں کوئی غرض نہیں عوام کی فلاح و بہبود تو دور کی بات ہے ان کی دو وقت کی روٹی سے بھی ان کو کوئی غرض نہیں اس لئے ان سے یہ توقع رکھنا کہ وہ عوام دوست اور عوام کے کام آنے والے اور عوام کی بہتری کا حامل بجٹ پیش کریں گے' شاید یہ زیادتی ہے۔

ہمارے وزیر خزانہ تشریف فرما نہیں ہیں۔ یقیناً وہ بڑے باصلاحیت وزیر ہیں۔ ان کے دور میں economic indicators چھت کو بلکہ آسمان کو چھونے لگے ہیں اور Foreign reserves کا ایک ڈھیر لگا ہوا ہے۔ ان کے لئے بڑے پیار اور محبت کے ساتھ میں آپ کی وساطت سے ایک خطاب اس ہاؤس کی طرف سے تجویز کرنا چاہتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ انہیں "ڈالر ملت" کہنا چاہیے جس طرح انہوں نے ڈالر جمع کئے ہیں۔ انہیں خوشنودی عوام کی تو مطلوب نہیں۔ جرنیلوں کی، بالائی طبقات کی، IMF کی اور جو ادارے انہیں تحصیلدار کے طور پر دیکھنا چاہتے ہیں کہ ہمارے قرض مع سود کے ہر حال میں واپس کرو۔ تم پر اور تمہارے عوام پر جو بیتے وہ تم جانو اور تمہارا کام جانے۔ جناب چیئرمین! بہت ہو چکی ہے۔ عوام کسی کو یاد نہیں۔ میں یہ عرض کروں گا کہ

اب ان کی تیرہ شبی بھی چراغ چاہتی ہے
جو لوگ نصف صدی تک رہے اندھیروں میں

اصل میں جناب! ہمارے بجٹ کا اور ہر وزیر خزانہ کا بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ ہمارا خزانہ تین بھوکے شیروں کے قبضے میں ہے۔ ان میں سے پہلا شیر فوجی اور دفاعی اخراجات ہیں۔ دوسرا سول ایڈمنسٹریشن کے حد سے بڑھے ہوئے اخراجات ہیں۔ تیسرا بیرونی قرضے ہیں۔ ان تین بھوکے شیروں کے ہوتے ہوئے ان کے منہ سے نوالہ چھین کر عوام کو دینا یہ کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اگر کوئی کر سکتا ہے تو وہی کر سکتا ہے جس کے دل میں عوام کا درد ہو اور وہ ان شیروں سے مقابلہ کرنے کا عزم، ارادہ اور حوصلہ بھی رکھتا ہو۔ چونکہ ایسا نہیں ہو پا رہا تو اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ ہماری ایک تہائی کے قریب آبادی جو پانچ کروڑ کے قریب بنتی ہے وہ خط غربت سے نیچے زندگی بسر کرنے پر مجبور ہے۔ دو وقت کی روٹی ان کے لئے مشکل ہے۔ صاف پانی، صحت اور تعلیم کی سہولتیں وہ بنیادی حقوق ہیں جو کہ مملکت ہر شہری کو پہنچانے کی پابند ہے۔ وہ ان کے لئے ترستے ہیں۔ جناب والا! اس خزانے کا کیا فائدہ ہے اور کیا فائدہ ہے اس بجٹ کا؟ جو عوام کو ان کا یہ حق نہ دے سکے۔ ان کو دو وقت کی روٹی فراہم نہ کر سکے۔ جس کے ہوتے ہوئے وہ نہ اپنے بچوں کو تعلیم دلوا سکے اور نہ ہسپتالوں میں اپنا اور بچوں کا علاج کرا سکیں۔ پرائیویٹ ہسپتالوں میں مریضوں کی کھال کھینچی جا رہی ہے اور سرکاری ہسپتالوں میں خاک اڑ رہی ہے۔ کوئی سہولت

موجود نہیں۔ عوام صحت اور تعلیم کے لئے ترس رہے ہیں۔ بڑے بڑے indicators ہیں جن کا بجٹ میں اور بجٹ تقاریر میں ذکر کیا گیا ہے۔ جناب چیئرمین! ایک ہی indicator کو لے لیں خودکشی ریٹ کا۔ آپ مقابلہ کرلیں، گزشتہ ادوار کے مقابلے میں اس دور میں خودکشیاں کتنی بڑھی ہیں؛ کس تعداد میں ہو رہی ہیں؛ یہی economic indicators کافی ہیں۔ آپ ہمیں بڑے بڑے economic indicators دکھا رہے ہیں۔ یہ دیکھیں کہ عوام غربت سے تنگ آکر دو وقت کی روٹی سے محروم ہوکر کس طرح ایک حرام طریقے سے اپنی موت کو گلے لگانے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین؛ محبت میں ناکامی بھی تو ہوسکتی ہے۔

سینیٹر ساجد میر: صحیح ہے۔ ہم جناب! اسلامی نظام کی بات کرتے ہیں government بھی، اپوزیشن بھی اور ہم سب لوگ۔ اسلامی نظام صرف حدود اور سزاؤں تک محدود نہیں ہے اور مجھے کہنے دیجئے کہ یہ صرف نماز روزے تک بھی محدود نہیں ہے۔ اسلامی نظام یہ بھی ہے کہ دجلہ کے کنارے اگر ایک کتا بھی بھوک سے مر جائے تو اس کی ذمہ داری حاکم وقت پر ہے۔ حاکم وقت اس کا ذمہ دار ہے۔ آج کون یہ ذمہ داری لینے کے لئے تیار ہے؟ کون یہ ذمہ داری لینے کے لئے آمادہ ہے کہ عوام کو خودکشی سے روک دیں اور ان کو دو وقت کی روٹی دینے کے لئے وہ بجٹ بنائے، سہولتیں فراہم کرے اور اپنی ذمہ داریوں کو صحیح طریقے سے ادا کرے۔

جناب چیئرمین! جن شہروں کا ذکر کیا ہے، ان کی موجودگی کے باوجود میں نے کہا کہ ان کے منہ سے نوالہ چھینا آسان نہیں ہے لیکن اگر درمیانے طبقے سے تعلق رکھنے والا، سیاسی ذہن والا، معاشی ذہن اور میں کہوں گا کہ دینی ذہن والا کوئی وزیر خزانہ ہو تو بہت کچھ کیا جا سکتا ہے، ان سے فوری نجات ممکن نہیں ہے لیکن اس کے باوجود ان کی ہلاکت خیزی کو کم کیا جا سکتا ہے۔ جناب چیئرمین! جہاں فوجی اخراجات کا تعلق ہے، آپ دفاع کے لئے فوجی اخراجات کریں لیکن انہیں شفاف بنائیں، انہیں auditable بنائیں، ان کا civil audit کرائیں۔ کہتے ہیں کہ ہمارا military accounts اور military audit کا اپنا نظام ہے، اس کا Auditor General سے

civil audit کرائیں جس طرح باقی accounts کا ہوتا ہے۔ اس کے لئے خاص طور پر دفاعی سودوں پر شفاف طریقے اختیار کریں اور پھر یہ بھی طے کریں کہ پلاٹ اور مربعے اور مراعات صرف ان لوگوں کو ملیں گے جو actual combat میدان جنگ میں شہید ہوئے ہیں یا زخمی ہوئے ہیں۔ بیرگیڈیئر، میجر جنرل، لیفٹیننٹ جنرل ساری عمر service کرتے ہیں، ایک دن میدان جنگ میں نہیں جاتے اور اس کے بعد ان کو مربعے بھی ملتے ہیں، پلاٹ بھی ملتے ہیں۔ ان چیزوں کے ہوتے ہوئے کس طرح عوام کے لئے انصاف اور روٹی فراہم کی جا سکتی ہے۔

جناب چیئرمین! اسی طرح جہاں تک بیرونی قرضوں کا تعلق ہے، کہتے ہیں کہ ہم IMF کو خیر باد کہنے جا رہے ہیں۔ جہاں تک مجھے یاد ہے، نواز شریف کی حکومت نے 2001 dead line announce کی تھی، ان کا کارنامہ یہ ہے کہ اس کو تین سال آگے کر دیا ہے، 2004 کر دیا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ IMF تو نہیں لیکن دوسرے اداروں سے ہم بدستور قرض لیتے رہیں گے گویا ناک سیدھے ہاتھ سے پکڑنے کے بجائے الٹے ہاتھ سے پکڑتے رہیں گے۔ آپ نے بیرونی قرضے لئے لیکن وقت آ گیا ہے کہ اس کے لئے ایک آزاد commission بنایا جائے جو یہ دیکھے اور اس بات کا فیصلہ کرے اور قوم کو بتائے کہ وہ قرضے کہاں خرچ ہوئے۔ ان کا قوم کو کیا فائدہ پہنچا۔ اسی طرح پارلیمنٹ کے member اور ماہرین پر مشتمل ایک اور committee ہونی چاہیے جو آئندہ لئے جانے والے قرضوں کے بارے میں طے کرے کہ ان کا مصرف کیا ہو گا اور ان کے مصارف پر control کس طرح کیا جائے گا۔

جناب چیئرمین! یہ ظلم کی بات ہے کہ قرضے اور ان کے سود کی ادائیگی وہ تو ہم کریں، ہماری آئندہ نسلیں کریں اور اس سے فائدہ صرف مراعات یافتہ طبقہ، صرف بالائی طبقہ حاصل کرے۔ Civil Administration کا جہاں تک تعلق ہے، public sector, private sector ملازمتوں کا وسیع تر موقع فراہم کرنا چاہیے اور civil servant کی تنخواہیں آپ بے شک کم نہ کریں لیکن ان کو بیجا اور بے پایاں مراعات ملتی ہیں، fringe benefits ملتے ہیں، جناب چیئرمین! اس پر نظرثانی ضروری ہے۔ اس میں کوئی کم اخراجات نہیں ہوتے، WAPDA کے ملازمین جوں جوں اوپر جاتے ہیں، بات بڑھتی جاتی ہے، WAPDA کے ملازمین free بجلی لیں اور ان کے جو افسران بالا ہیں، ان کے Airconditioners پر کوئی حد نہ ہو، کوئی قید نہ ہو۔ Telephone کے

اعلیٰ افسران --- آپ قواعد پڑھیں، rules دیکھیں، retirement کے بعد بھی لامحدود کالیں کرنے کے، پوری دنیا میں اوپر کے افسروں کو قانونی حق حاصل ہے اور service کے ہوتے ہوئے، وہ جو کمال دکھاتے ہیں، آپ کو وہ بھی معلوم ہیں۔ جناب! اس ice berg کی ایک tip کبھی کبھی دیکھنے کو ملتی ہے، گزشتہ دنوں تھوڑا ایسا چرچا رہا اور پھر بات ختم ہو گئی کہ Post Office کے ایک Director General جو خیر سے retired General بھی ہیں، انہوں نے تھوڑے اور محدود عرصے میں، لگا تار، پے در پے Switzerland کے دورے کئے، اس پر 25 لاکھ خرچ ہوئے جس میں سے 18 لاکھ بطور T.A. بطور D.A, D.G. صاحب کی جیب میں گئے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ ذرا wind up شروع کریں۔

سینیٹر ساجد میر: جناب والا! یہ صورتحال ہے آپ اس بجٹ میں ایوان صدر کا خرچ زیادہ کر رہے ہیں، 18 کروڑ سے 21 کروڑ کر رہے ہیں۔ Prime Minister House کا خرچ 19 سے 22 کروڑ کر رہے ہیں۔ جناب چیئرمین! جہاں تک taxation کا تعلق ہے، tax لگائیں، tax لگائے بغیر گزارا نہیں ہے لیکن تین اصول taxation کے لئے ضروری ہیں۔ سب سے پہلے representation، ہم نے تو یہی سنا تھا کہ no taxation without representation - پاکستان کے عوام کو صحیح معنوں میں representation حاصل نہیں ہے، ہم خود کو عوام کے نمائندے کہتے ہیں، ایک محدود معنوں میں، ایک محدود حوالے سے لیکن یہاں الیکشن اور اس کے results چرائے جاتے ہیں، عوام کے اس بنیادی حق پر ڈاکہ مارا جاتا ہے جو سب سے بڑی corruption ہے، سب سے بڑی corruption یہ ہے کہ آپ عوام کے اس بنیادی حق پر کہ وہ اپنی حکومت خود choose کر سکیں، اپنے نمائندے choose کر سکیں، ان کے results wreck نہ کئے جائیں، کوئی GHQ، کوئی گورنمنٹ، کوئی الیکشن کمیشن اس میں تبدیلی نہ لا سکے۔ یہ representation ان کو حاصل نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ۔

سینیٹر ساجد میر: ابھی جناب بہت سی باتیں باقی ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: نہیں جی آپ کا وقت ختم ہو گیا ہے۔

سینیٹر ساجد میر : جناب میں نے آپ کے حسن کی تعریف بھی کی تھی، اس کے لئے کم از کم تین منٹ اور دیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: یہ تو آپ کا حسن ظن ہے لیکن ٹائم ٹائم ہے۔

سینیٹر ساجد میر : اس کے ساتھ ساتھ taxation کے لئے انصاف ضروری ہے۔ آپ اس بجٹ میں تقریباً 80% یا کم از کم 78% ٹیکس کو indirect taxes کی شکل میں لیتے ہیں اور اس کا بوجھ کس پر پڑتا ہے' اس کا بوجھ عوام پر پڑتا ہے' سارے کا سارا بوجھ ان پر منتقل ہوتا ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ taxation کا فائدہ عوام کو پہنچنا چاہیے جو کہ ٹیکس دینے والے ہیں' ان کو اس کا فائدہ پہنچنا چاہیے۔ اگر آپ اس کا فائدہ نہیں پہنچاتے تو پھر آپ کو کوئی حق نہیں ہے کہ taxation میں اضافہ کرتے چلے جائیں۔ عوام کی طرف توجہ ' زیر دست طبقات کی توجہ ضروری ہے۔

خوشبوں کا اک نگر آباد ہونا چاہیے
اس نظام زر کو اب برباد ہونا چاہیے

جناب! ایک خطاب میں نے وزیر خزانہ کے لئے تجویز کیا ہے اس کے علاوہ میرے پاس دو خطاب اور ہیں مجھے ذرا اجازت دیں۔ دونوں خطاب پاکستان کی سب سی بڑی دو شخصیتوں کے لئے ہیں' ان میں سے ایک سے ایک بڑھ کر مستحق ہے۔ قوم نے متفقہ طور پر جناب محمد علی جناح کو قائد اعظم کا خطاب دیا' اس کے بعد لیاقت علی خان صاحب کے متنازعہ اقدامات کے باوجود انہیں قائد ملت کہا۔ اس کے بعد ایک صاحب آئے ان کے دور میں تھوڑی سی مہنگائی اور اشیاء کی نایابی ہوئی' انہیں [xxx] کہا گیا۔ اب اس دور میں عوام کے لئے مہنگائی کی وجہ سے چیزیں نایاب ہیں اور ان کی پہنچ سے باہر ہیں' اس لئے ان میں سے ایک کو تو [xxx] کا خطاب ملنا چاہیے اور دوسرا جو باقی بچے اس کے لئے کونسا ہو۔ میری تجویز یہ ہے کہ جس طرح پاکستان کے عوام کو' پاکستان کے وقار کو دنیا میں سربازار نیلام کیا گیا ہے' جس طرح رسوا کیا گیا ہے' جس طرح ہمیں امریکہ کا غلام بنایا گیا ہے' جو کچھ وانا میں ہو رہا ہے' جو کچھ FBI والے پورے ملک میں کر رہے ہیں' اس کے پیش نظر ان میں سے ایک کو [xxx] کا خطاب ملنا چاہیے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ پروفیسر صاحب۔ پروفیسر خورشید صاحب آپ یہاں نہیں تھے اور کچھ اور ممبران بھی نہیں تھے تو under Rule202 ہاؤس کا sense لیا گیا تھا۔ اب speakers کی limit ہم نے بارہ منٹ کر دی ہے تا کہ سب کو cover کیا جائے۔

سینیٹر وسیم سجاد: جناب یہ جو الفاظ انہوں نے ابھی استعمال کئے ہیں، میرے خیال میں انہیں حذف کیا جائے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: انہوں نے نام تو لیا نہیں۔

سینیٹر وسیم سجاد: نام نہ بھی لیں، کسی کے لئے بھی یہ غیر پارلیمانی الفاظ ہیں۔

سینیٹر ساجد میر: یہ پاکستان کی رسوائی کی بات ہے، یہ کسی شخصیت کی بات نہیں ہے۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: اچھا order، یہ [xxx] اور [xxx] کے الفاظ erase ہو گئے ہیں اس تمام wording میں سے۔ بس اب بیٹھ جائیں۔ جی نصیر مینگل صاحب۔

(مداخلت)

Mr. Deputy Chairman: No personal attack.

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: آغا صاحب آپ کا point بن گیا ہے، وہ الفاظ حذف ہو گئے ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: نصیر مینگل صاحب۔

سینیٹر میر محمد نصیر مینگل۔ بسم اللہ الرحمان الرحیم، جناب چیئرمین صاحب، بہت بہت شکریہ کہ مجھے بجٹ پر اظہار خیال کا آپ نے موقع دیا اور ساتھ ہی جو ماحول ہے دونوں طرف سے ہماری گزارش ہو گی کہ یہ پارلیمنٹ ہے، ایوان بالا ہے تو آپس میں احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے اگر ہم بات کریں اور جائز چیزوں پر تنقید کریں اور جو چیز اچھی ہو اس کو سراہیں تو یہ بہتر رہے گا۔ یہ جتنے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں ادھر، یا ادھر، مختلف پارٹیوں کے، ان کی حکومتیں رہی

+ [**** Words expunged by the order of Deputy Chairman]

ہیں۔ صرف دوسرے کو کوسنا اور دوسرے پر بلاجواز تنقید کرنا یہ سیاسی نقطہ نظر سے بہتر نہیں ہے بلکہ ہمیں آپس میں تہیہ کرنا چاہیئے کہ ایک ملک اور ایک قوم کے نظریئے کو مدنظر رکھ کر اس ملک کی خدمت کرنی ہے اور جو ہم سے ہو سکے اس کی بہتری کے لئے کرنا ہے۔

جناب چیئرمین! اب میں بجٹ کی طرف آتا ہوں۔ موجودہ بجٹ جو پیش کیا گیا ہے اس سلسلے میں وزیر خزانہ شوکت عزیز صاحب اور اس کی ٹیم نے جو شب و روز محنت کی ہے اس کے لئے ہم ان کو مبارکباد پیش کرتے ہیں اور چونکہ میر ظفر اللہ خان جمالی صاحب وزیر اعظم پاکستان کی حکومت کی سربراہی میں یہ بجٹ پیش کیا گیا ہے تو وہ بھی مبارکباد کے مستحق ہیں اور ساتھ ہی جنرل پرویز مشرف صاحب جو ہمارے صدر پاکستان ہیں اور پارلیمنٹ کا ایک اہم حصہ ہیں ان کی سرپرستی بھی رہی ہے اور ان کا جو سلسلہ معیشت وغیرہ کو ترقی دینے کا رہا ہے یہ بجٹ اس کی غمازی کرتا ہے کہ اس میں تسلسل ہے۔ لہذا وہ بھی مبارکباد کے مستحق ہیں۔ ساتھ ہی بجٹ پر کھلے ذہن اور دل سے جو اچھی چیزیں ہیں ان کو ہمیں appreciate کرنا چاہیئے۔ اگر کہیں کوئی کمی رہ گئی ہے تو اس کی نشاندہی کرنی چاہیئے۔ مجھے افسوس ہے کہ جو مقررین اس طرف سے آتے ہیں یا دوسری طرف سے آتے ہیں وہ صرف تنقید برائے تنقید، مخالفت برائے مخالفت کرتے ہیں۔

اب میں اس پر آتا ہوں کہ کیا کیا اقدامات کئے گئے ہیں جن سے ترقی کی رفتار تیز ہوگی۔ اس بجٹ کو دیکھ کر ہمیں امید پیدا ہوگئی ہے کہ اس سے اس ملک کی معیشت پر اچھے اثرات مرتب ہوں گے بلکہ دو سب سے اہم چیزیں جن کے متعلق وزیر خزانہ نے ہمیں اپنی تقریر میں بتایا کہ IMF سے ہم چھٹکارا حاصل کریں گے، یہ بہت بڑی خوشخبری ہے، کم سے کم اس کو appreciate کرنا چاہیے اور ہمیشہ اچھائی کی امید رکھنی چاہیئے کہ آگے بڑھیں گے اور "کشکول فری" جو کلچر دیا جا رہا ہے تاکہ آئی ایم ایف اور بعد میں باقیوں سے ہم چھٹکارا حاصل کریں یہ بہت اہم بات ہوگی۔

دوم یہ ہے کہ جو بتایا گیا ہے کہ GDP 6.4 ہوگیا ہے، یہ بھی اہم چیز ہے۔ یہ اس کا غماز ہے کہ واقعی معیشت میں improvement ہوئی ہے۔ لہذا ان چیزوں کو مدنظر رکھ کر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم زرعی جنگ میں کامیابی کے ساتھ achievement کی طرف جا رہے ہیں جس

کا سارا credit موجودہ حکومت کو جو جمالی صاحب کی سربراہی میں ہے اور صدر صاحب ہماری سرپرستی کر رہے ان کو جاتا ہے۔

سب سے اہم مسئلہ ' کہتے ہیں کہ اس بجٹ میں relief نہیں دیا گیا ہے۔ میرا تعلق interior سے ہے اور میں ایک عام درمیانے درجے کا زمیندار ہوں۔ جو relief زراعت کے سلسلے میں زرعی پیکج میں دیا گیا ہے وزیر خزانہ نے بعد میں اس کی یہاں وضاحت کی ہے کیونکہ 80 per cent دارومدار اسی پر ہے ۔ قرضہ جات کی سہولت بہت بڑی چیز ہے کیونکہ یہاں بڑے لوگوں کو اس سے پہلے صنعتی اور دوسرے قرضہ جات دیئے گئے اور انہیں write off کیا گیا لیکن عوامی سطح پر اس کا اثر نہیں ہوا ان لوگوں نے جو ہمارے چھوٹے کاشتکار ہیں ' زمیندار ہیں ان کو 14 per cent سے گھٹا کر 9 per cent کیا گیا اگر بر وقت اس کی ادائیگی کی جائے تو یہ 8 per cent ہے۔ پانچ لاکھ کے قرضے پر انہوں نے 50 per cent کی settlement کی چھوٹ دی ہے اور خاص طور پر میں ان کا مشکور ہوں کہ موجودہ حکومت نے بلوچستان کیلئے ' جو قحط سالی کی زد میں رہا ہے ' ان کے لئے دو لاکھ کی حد ہے 25 per cent پر وہ اس کو settlement کر سکتے ہیں۔
تو اس سے زیادہ relief موجودہ حالات میں مشکل تھا۔ اس سے پہلے زراعت کے میدان میں اس قسم کے اقدامات کبھی نہیں کئے گئے جو قابل ستائش ہیں۔ اس کے علاوہ زرعی آلات میں 35 horse power سے چھوٹے اور 100 horse power سے زیادہ کے ٹریکٹر کی درآمد کی اجازت دی گئی ہے۔ اس سے چھوٹے کاشتکاروں کی حوصلہ افزائی ہوگی جو کہ چھوٹے ٹریکٹر import کر کے اپنے پچاس سو ایکڑ پر آسانی سے کاشتکاری کر سکیں گے۔ ساتھ ہی زرعی آلات پر جو یہاں نہیں بنتے ہیں ان کی import پر ٹیکس میں چھوٹ دی گئی ہے مثلاً بلڈوزر پر ' ٹریکٹرز پر باقی جو زمین ہموار کرنے کی مشینیں ہیں۔ یہ سب اہم اقدامات ہیں جن سے کاشتکاروں پر کو بلکہ چھوٹے لیول کے کاشتکاروں اور زمینداروں پر اچھے اثرات مرتب ہوں گے۔

اس کے ساتھ ہمارے صوبے کے علاقے یا پنجاب کے بارانی علاقے اور سندھ اور سرحد کے ' وہاں سب سے اہم کام بلڈوزر کا ہے۔ اس لئے تین سو بلڈوزر import کیے جا رہے ہیں۔ یہ بھی بہت اہمیت کا کام ہے کہ جس کے لیے سالہا سال سے ہم کوشش کر رہے تھے لیکن اس پر کوئی پیش رفت نہیں ہو رہی تھی۔ اس کے علاوہ DAP کی بوری پر جو سو روپے کی چھوٹ دی

گئی ہے' اس کے بارے میں آپ عام یا چھوٹے کاشتکار سے پوچھیں کہ ان کی کتنی حوصلہ افزائی ہوئی ہے۔ بڑے لوگوں کو تو فرق نہیں پڑتا کہ سو روپے زیادہ دیں یا کم لیکن چھوٹے طبقے پر' چھوٹے زمینداروں پر بڑے اچھے اثرات مرتب ہوں گے۔

زرعی بنک کے علاوہ باقی بنکوں کو بھی پابند کیا گیا ہے اور وہ بھی زمینداروں کو زرعی قرضے دے رہے ہیں ۔ یہ بھی خوش آئند بات ہے کہ وہ اب زرعی بنک تک محدود نہیں ہے۔ credit card کا سلسلہ بھی پہلی دفعہ introduce کیا گیا ہے جس کے دور رس اثرات ہوں گے اور چھوٹے کاشتکار یا زمیندار اس سے استفادہ کر سکیں گے اور اس سے ان کی کارکردگی بہتر رہے گی۔ کاٹن' گندم یا دوسری فصلیں ہیں ان کی پیداوار میں اضافہ ہوگا اور ہمیں درآمدات سے نجات حاصل ہو گی۔

سب سے اہم چیز جو کہ چھوٹے طبقے کی تذلیل کی جاتی تھی وارنٹ کی صورت میں' بڑے بڑے کارخانہ دار اور دوسرے سرمایہ داروں کے قرضے write off ہوتے تھے ۔ کبھی ان کی گرفتاری کی نوبت نہیں آتی تھی۔ ہمیشہ چھوٹے لوگ بے چارے چھپتے رہتے تھے۔ قحط سالی کاشکار تھے۔ ایک طرف زرعی بنک کے وارنٹ اور اوپر سے گرفتاریاں تو ان کو باعزت ادائیگی کا ایک موقع دیا گیا ہے اور آئندہ کے لئے کوئی گرفتاری نہیں ہوگی۔ ان لوگوں سے پوچھا جائے کہ کیا ان کو خوشی محسوس ہو رہی ہے؟ بڑے شہروں میں بڑے لوگوں کو اس کا احساس نہیں ہے کیونکہ ان پر کبھی ہاتھ ڈالا نہیں گیا بلکہ مظلوم اور چھوٹے طبقے اس سے متاثر ہوتے تھے۔ یہ پہلی دفعہ ان کا چھٹکارہ ہوا ہے۔ یہ بہت بڑا اہم اقدام ہے۔

اب ہم پانی کے شعبے پر آتے ہیں۔ چونکہ زراعت کا دارومدار پانی پر ہے اور پانی کے سلسلے میں اس سے پہلے بھی اقدامات جاری تھے جس کی دو committees ہیں' ایک پارلیمانی کمیٹی نثار میمن صاحب کی جنہوں نے وضاحت کے ساتھ آج بتا دیا کہ انہوں نے کچھ اہم کام کئے ہیں اور ساتھ ہی یہ اعلان کیا گیا ہے کہ 87000 کھالوں کی صفائی ہوگی کیونکہ ہمارا 50% پانی تقریباً seapage کی نظر ہوتا ہے۔ اگر ان کھالوں کی مرمت ہوجائے اور لائنیں پختہ کی جائیں جس پر 66 ارب روپے خرچ ہوں گے چار سال میں اور 50% جو پانی کا ضیاع ہوگا اس کو بچانے کے لئے جو اعلانات کئے گئے یہ بھی---- .

جناب ڈپٹی چیئرمین: ذرا wind up شروع کردیں جی صرف ایک منٹ اور۔

سینیٹر میر محمد نصیر مینگل: ترقیاتی مد میں پہلی دفعہ 202 ارب روپ رکھے گئے ہیں جبکہ دفاع کے لئے 194 ارب روپے۔ اس کو اہمیت دی گئی ہے جس سے روزگار ملے گا اور اس میں کافی پیش رفت ہو گی۔ ساتھ ہی دفاع پر بھی ہمیں تنقید نہیں کرنی چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ و علیہ و الہ وسلم صحابہ کرام کے لشکر کو کہتے تھے کہ جنگ کی تیاری کے لئے دشمن کے مقابلے میں تیاری رکھیں ۔ بہت افسوس ہوتا ہے جب دفاع یا افواج پاکستان پر تنقید کی جاتی ہے ۔ اگر یہ مضبوط ہوں گے تو ملک مضبوط ہوگا ۔ پاکستان ایٹمی طاقت والا ملک ہے اور ہمیں بہت سے challenges ہیں تو اس سلسلے میں مناسب رقم رکھی گئی ہے لیکن پھر بھی ترقیاتی مد کے مقابلے میں اس سے زیادہ رکھا گیا یہ پہلی دفعہ ہوا ہے ۔

بجلی جس میں ہمیں دس پیسے فی یونٹ کے حساب سے گھریلو اورصنعتی و تجارتی وغیرہ پر بھی کچھ چھوٹ دی گئی ہے تو اس سے بھی روگردانی نہیں کی جا سکتی ہے ۔

مواصلات کا رول بھی بڑا اہم ہے ۔ پہلے مکران جانے کے لئے کراچی سے چار دن لگتے تھے ابھی کوسٹل مکران ہائی وے بنا ہے جس سے چار گھنٹے میں پہنچتے ہیں۔ گوادر پورٹ کے لئے پانچ ارب روپے رکھے گئے ہیں۔ تربت، خضدار کو انڈس ہائی وے سے ملایا جا رہا ہے farm to market roads بن رہے ہیں تو اس طرح معیشت، روزگار، ترقی اور سہولتوں میں اضافہ ہو گا ۔ ---

جناب ڈپٹی چیئرمین: مینگل صاحب! ٹائم شاید ہوگیا ہے پلیز ۔

سینیٹر میر محمد نصیر مینگل: پھر انسانی ترقی کے لئے تعلیم پر تیرہ ارب اور صحت پر چھ ارب سے زائد رکھے گئے ہیں تو اس قسم کے جتنے اقدامات ہیں جب ہم ان کی depth میں جائیں تو یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ اس بجٹ میں کچھ نہیں کیا گیا ۔ اس لئے ہمیں اس کو appreciate کرنا چاہیے ۔ ------

جناب ڈپٹی چیئرمین: مینگل صاحب وقت ہوگیا ہے پلیز ختم کریں ۔ وقت مقرر ہے ۔

سینیٹر میر محمد نصیر مینگل: ایک دو منٹ دے دیں کچھ تجاویز ہیں ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین:ٹھیک ہے ایک منٹ میں ختم کریں۔

سینیٹر میر محمد نصیر مینگل، بلوچستان کے سلسلے میں ہمیں این ایف سی ایوارڈ پر تشویش ہے ۔ اس سلسلے میں چاہیئے کہ جب تک یہ نہیں ہوتا ہے تو بلوچستان گورنمنٹ کو سپیشل گرانٹ دی جائے تاکہ اسے بجٹ کی تیاری میں سہولت ہو ۔

دوسری تجویز یہ ہے کہ جو پچاس لاکھ کی چھوٹ دی گئی ہے ۔ اس پر total amount پر پانچ لاکھ رقم پر on principal amount 50 % relief دیا جائے ۔

بجلی میں بلوچستان کے بارے میں عام مشہور کیا گیا ہے کہ flat rate پر چار ہزار ، لیکن وہاں دس سے بارہ گھنٹے تک بجلی نہیں ملتی ہے۔ کاٹن، گندم اس دفعہ نہیں ہوئی ہے، لوگ پریشان ہیں ، واپڈا کو کہیں کہ اگر وہ چار ہزار لیتے ہیں تو بجلی میں continuity ہونی چاہیے تاکہ ہمارے جو نقصانات ہوئے ہیں یا ہو رہے ہیں ، موٹریں جل گئی ہیں ، فصل نہیں ہو رہی ہے لہذا اس سلسلے میں یہ ہونا چاہیے۔

بلوچستان میں minings کے سلسلے میں توجہ دی جائے۔loan دیئے جائیں، leasing کا بندوبست کیا جائے، تو اس میں ہمارے ماربلز ہیں ، کرومائیٹ ہیں، آئرن ہیں۔ اگر اس پر توجہ دی جائے تو بلوچستان اتنا امیر ہو سکتا ہے کہ ہم خود کفیل ہو جائیں گے اور مختلف چیزیں ایکسپورٹ کرسکیں گے۔

گلہ بانی زمینداری کے بعد بلوچستان کا اہم مشغلہ ہے livestock ، اس طرف خاص توجہ دی جائے اور خصوصی اقدامات کئے جائیں تاکہ ہم مڈل ایسٹ ، گلف کے ایریاز کو گوشت بھجوا سکیں۔ میں نود ادھر رہا ہوں ۔ جتنی آسانی اور ریٹ سے ہم ان کو پہنچا سکتے ہیں اس طرح معاشی ترقی ہوسکتی ہے ۔

ایک اہم نکتہ یہ ہے کہ ہماری حکومت پاکستان کو گلف اور جی سی سی ملکوں کے ساتھ رابطہ رکھنا چاہیے۔ وہ سرمایہ کاری کرنے کے لئے تیار ہیں ۔ وہ پیسہ جو امریکہ ، یورپ اور لندن میں لگانا چاہتے ہیں اگر صحیح طریقہ سے ان سے رابطہ کیا جائے تو وہ پیسہ ادھر لگائیں تو ہماری معیشت میں بہتری آسکتی ہے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین، شکریہ - صفدر عباسی صاحب ! چلے گئے ہیں - باری تو اس وقت

مسز رخسانہ زبیری صاحبہ کی ہے - You have a point of order but there is no point of order when the discussion is going on,

Senator Engr. Rukhsana Zuberi: I just want to make a remark

اتنی اچھی ان کی تقریر تھی - اتنی ان کی suggestions تھیں اور especially agro based economy کے حوالے سے انہوں نے اتنی suggestions دیں - وزارت خزانہ سے ایک بندہ بھی نہیں ہے اور نہ ہی کوئی گیلری میں ہے - کوئی نوٹ ہی لے لے کہ کیا وہ کہہ رہے ہیں -

جناب ڈپٹی چیئرمین، ریکارڈ میں تو آگئی ہے - اب میرے خیال میں وہ بجٹ میں اتنے گھسے ہوئے ہیں کہ ان کو یہاں کا پتا نہیں ہے -

سینیٹر انجینئر رخسانہ زبیری، مطلب بہت ساری تقریریں ہوئی ہیں - ہر موضوع پر بات ہوئی ہے - انہوں نے تو صرف اکانومی کے حوالے سے بات کی ہے -

Mr. Deputy Chairman: Your point is noted. We should communicate that. Yes Rukhsana Zuberi Sahiba.

سینیٹر انجینئر رخسانہ زبیری، Thank you Mr. Chairman. جو بجٹ کا material ہمیں دیا گیا اس میں annual plan 2004-5 جو کہ economic framework and public sector development programme کے متعلق ایک synopsis ہے اس میں Deputy Chairman Planning Commission, good governance کے حوالے سے کہتے ہیں کہ every branch of the state executive, legislature, judiciary should work in a synchronized manner to enable the civil society grow and feel satisfied in the fulfilment of its emerging needs بات feeling satisfied with emerging needs اور focus کی ہے اور میں آپ کی توجہ صرف تین points کی طرف کرانا چاہوں گی one is about education and training. Second would be higher

education and infact education and higher education then science and
technoloy and women development ہم ان تین sectors کو کتنی اہمیت دے رہے
ہیں یہی میرا focus ہے Sir 2003-4 میں 2.2 billion رکھے گئے تھے for expansion and
developement of education جس میں سے 865 million provide کئے گئے تھے
education sector reforms specific programmes کو جناب ! یہ amount 865
million کا یہ سارے صوبوں کو بھیج دیا گیا تھا جس میں جو ان کا focus تھا آپ دیکھئے ان کا جو
term of reference تھا اس amount کو خرچ کرنے کا that was education for all
then introduction of technical education at secondary level then adult
literacy programme یہی نہیں quality assurance بھی اس میں شامل ہے teachers
training resource centre بھی اس میں شامل ہے Madrassa reforms for
introducing formal subjects یہ بھی ہے National education assistance
system then science education project and then non- formal basic
education schools, these are huge sectors اور اس کے لئے چاروں صوبوں آزاد
کشمیر سب ملا کر 865 million کی بات ہو رہی ہے۔ یہاں پر جناب! ابھی 2004-5 میں 34%
increase کے ساتھ یہ بجٹ 3.42 billion کا ہو گیا ہے اور اس میں جو on going projects
چل رہے ہیں اس کے علاوہ scholarships to Bangladeshi students بھی اس میں ایک
خطیر رقم رکھی گئی ہے۔ اگر ہم compare کرتے ہیں higher education سے تو وہاں
2003-4 میں 4.5 billion approximately جو بعد میں actual expenditure سے 5 billion
expenditure تھا ان کا اور جیسے میرے ساتھی ڈاکٹر ریاض نے کہا تھا کہ زیادہ تر ہم
infrastructure کی بات کرتے ہیں جس میں buying of equipment and you know
buildings and things like that effect trickle down common آدمی کو کتنا کرتا
ہے اس سے ہمیں اندازہ ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا تھا کہ 5 billion میں infrastructure
development libraries کو strengthen کرنا ہے faculty development کرنی ہے انہوں
نے popularization of RND culture کرنا ہے انہوں نے اور linkages with industry

چاہیے and then focus support key areas and curriculum development اس کے

علاوہ ان کا new initiative یہ تھا کہ modernization of universities to bring them

at par with international repute instituations اب جناب اس میں جو اخراجات ہیں اُن

میں NUST کا head quarter بھی ہے اب NUST is not such GHQ, but it is

National University of Science and Technology اس کے head quarter کے

لئے خطیر رقم خرچ کی گئی Virtual University پر رقم خرچ کی گئی۔ سافٹ ویئر ٹریننگ

پروگرام کرائے گئے all over Pakistan یہ 2000 کے بعد پچھلے سال بھی soft ware

training programmes, soft ware development پھر جناب ایک بہت بڑی رقم انہوں

نے خرچ کی medical transcription services programme پرلیکن اس کی کوئی

evaluationنہیں آئی ہے کہ اس کے effects کیا ہیں۔ پاکستان کو اس ایریا میں کیا فائدہ ہوا۔

Visionaries تو بہت آتے رہے ہیں اور آتے رہیں گے لیکن we have to analyse one

particular period has gone by. resources چلے جاتے ہیں we have to analyse

that what is the impact نہ کہ visionary کو نئے نئے visions اور employee کرنے کی

ہم ان کو open fields provide کرتے جائیں ۔جناب ! major initiatives for improving

the efficiency of higher education system was computerization

networking and introduction of IT culture at university level جناب اس میں

بھی I have my reservations کیونکہ بہت high level of hardware کی ضرورت نہیں

ہے۔ That was prouered اس کے بعد public sector universties میں کہا گیا کہ ہم

fiber optic networking کر رہے ہیں' ریڈیو link networks بنا رہے ہیں۔ Sir we all

know that it does not really need that kind of state of the art structure. پھر

2004-05 میں یہ amount 9.1 billion ہو گیا ہے۔ اس میں بھی جو expenditure ہے اس

میں, engineering sciences, basic sciences, pharmaceutical , bio-technology

information technology, health sciences, اور یہ کہتے ہیں کہ ہم education

research network بنا رہے ہیں اور transfer of audio, video and multi media

Sir, these are very big words 103% increase ہم بنا رہے ہیں۔ enabled lectures

اس میں ہوئی ہے۔ ساری دنیا میں 20/80 rule apply کرتا ہے لیکن under developed

countries جیسے پاکستان میں ہے تو I think it is gone to less than 6% resources

for the rest of the population. Science and technology میں جو annual plan

ہے جہاں پر کوئی کہتا ہے وہ یہی کہتا ہے کہ ہم نے recognise کیا ہے کہ یہاں neglect

ہوا ہے۔ پاکستان اس negligence کی وجہ سے صدیوں نہیں تو سالوں دور چلا گیا ہے

developed دنیا سے اور infrastructure کے لئے repid development کی ضرورت ہے۔

اس کے لئے 1.47 بلین پچھلے سال allocate ہوا تھا جس کا 95% utilise ہوا۔ اب یہاں پر

بھی آپ list دیکھیں تو it is so long and this is not concealable that how any

realistic attainable target can be achieved, like genetics technology میں جانا

چاہتے ہیں - Bio-technology, robotic technology, mecchatronics, materials

وغیرہmeans science, composit material, micro electronic ' وغیرہ ' and sir

space science also included that means we are taking up Pakistan's

NASA ان کی جو distribution ہے وہ بے حساب research organisations ہیں۔

PCSIR . Council for Research and Water resources , Natational Accreditaton Council , Council for Renewable Energy . Institute of Oceanography , the list is very very long , Pakistan Nuclear Regultory Authority . Sir , these organisations are provided enough funds . This is the statement from annual development plan to complete ongoing projects as well as initiate new projects

اب نئے سال میں ان سارے پراجیکٹس ان ساری دو درجن آرگنائزیشن کے علاوہ جو یا indentify

کر رہے ہیں W.T.O obligations focused یا ISO وہ critical areas ہیں کہ یہ

آرگنائزیشن میں اس کے enable ہوں اور اس میں 73.76% انہوں نے increase کیا ہے

which seems very very low جبکہ اس کو critical area accept کیا گیا تھا۔

جناب اب women development ایک بڑا classical example ہے کہ how

the women of this country are being taken for granted, sir 2003-04 میں 810

million allocate ہوئے تھے۔ کل سواتی صاحب نے کچھ calculation کیا تھا جس میں کوئی

10 روپے per head آرہے تھے the situation is still worst than that 700 million

اس میں سے توانا پاکستان کے لئے تھے اور 110 million normal women programme

کے لئے تھے۔ جناب اس میں سے جو expenditure ہوا ہے وہ 459 ملین روپے کا ہوا ہے۔

That means 10 روپے فی خاتون کے بدلے اب یہ صرف 6.12 rupee per woman is the

expense than the whole year. یہ ہم focus کر رہے ہیں خواتین کی ضروریات کو۔

Ministry of Women Development کی جو responsibilities ہیں وہ ہیں

It is charged with solving the problems of women in Pakistan. They have to come up with the national policies for their empowerment and this is the social economic and political empowerment

جناب کچھ چیزیں تو اس میں نام ہیں جو international organisation جہاں پر ہم signatory ہیں ان کو satisfy کرنے کے لئے ہمیں کرنے پڑتے ہیں اور اس کا رزلٹ ہم کچھ نہیں دیکھتے۔ I.T training for elected lady representatives we did not get any I.T training here. I do not know what training.Sir, this is the crux of major

event جو claim کیا گیا ہے annual development plan میں وہ ہے کہ

celebration of year 2003 as the year of Mohtarama Fatima Jinnah I think, it is a shame. Sir, in this very House, I have commended two ladies. Minister and Adviser there, and I had said that they have done a wonderful job. I am fully committed, I am fully convinced that the women are very capabale on that side also and they can do a wonderful job.

میں سمجھتی ہوں کہ Ministry of Women Development should really think either

change the system or the Head of the Government. Sir, یہ چار سو million کی رقم خرچ نہیں کر سکے۔ What an incapable, incompetant Ministry we have? And sir, this is ridiculous. اس میں سب سے بڑا جو مسئلہ ہے وہ یہ ہے کہ کہیں بھی کسی قسم کا خواتین کا نام آ جاتا ہے تو پھر پیسہ اس میں سے جانا ہے۔ For instance, NGO and private sector was attracted for Nursing Hostel ۔ اگر Nursing Hostel بنے گا Woment Development کے پیسوں سے بنے گا۔ وہ medical یا health sector کے پیسوں سے نہیں بنے گا۔ Industrial homes کا بھی یہی حال ہے۔

جناب والا! توانا پاکستان پروگرام، جس کا میں نے ذکر کیا ہے، اس کو quote as vitamin--

(مداخلت)

Senator Engr. Rukhsana Zuberi: Can I have your attention please? Food and vitamins supplements

سکولوں میں دیئے گئے تھے۔ یہ 765 سکولوں میں دیئے گئے تھے جس کی cost Rs.14 per head آئی تھی۔ اس قسم کے programmes نہیں ہونے چاہئیں۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ زیادہ تر project based programmes ہیں، جہاں پر کوئی خاص accountability نہیں آ سکتی۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: اب آپ ذرا wind up شروع کر دیں۔

Senator Engr. Rukhsana Zuberi: Sir, we should have a level playing here sir. I have taken seven minutes.

Mr. Deputy Chairman: You have gone through about eleven minutes.

Sentor Engr. Rukhsana Zuberi: Sir, please for some seconds.

اس دفعہ انہوں نے اس مد میں 925 millions رکھے ہیں لیکن اس میں اور بہت ساری چیزیں شامل کر دی ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ ہم نے 700 million پہلے دیئے تھے۔ آپ نے خرچ

نہیں کئے۔ اس لئے انہوں نے اس دفعہ 300 million دیئے ہیں the budget have been cut off by 60% انہوں نے بجٹ cut کر دیا ہے۔

جناب والا! اب ہم اس کو defence budget سے compare کرتے ہیں۔

Mr. Deputy Chairman: Please, order in the House.

سینیٹر انجینئر رخسانہ زبیری: اگر ہم education پر جاتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ ان کا پیسہ defence پر خرچ ہو رہا ہے۔ Garrison and Cantonments کے جو schools and colleges ہیں' ان کے اخراجات Ministry of Education سے جا رہے ہیں۔پھر اگر آپ Sparco, Pak Tech-1, Pak Tech-2 کو دیکھیں یا کوئی feasibility study بن رہی ہے تو اس کے اخراجات بھی Science and Technology کی وزارت سے آ رہے ہیں۔ یہ دفاعی بجٹ سے نہیں جا رہے ہیں۔ اچھا! Earth Observation Satellite System ہے ' اس کے اخراجات بھی Science and Technology کی وزارت سے جا رہے ہیں۔ اس کے بعد آپ دیکھیں کہ اگر NUST کی land خریدی جا رہی ہے یا computers کی net working کی جا رہی ہے جو کہ 244 million ہے' یہ رقم Higher Education Commission سے جا رہی ہے۔ بحریہ یونیورسٹی ہے ' C0MSAT ہے یہاں تک کہ National Defence College کے اخراجات بھی Higher Education Commission کی مد سے جا رہے ہیں۔ My friends here from the Senate, have attended the college. They came and said that کیا National Defence College کوئی پاکستان کا ہی institution ہے so beautiful facilties they have.

جناب والا! یہ اس کے علاوہ ہے۔ ابھی فرحت اللہ بابر صاحب نے بتایا ہے کہ apparently 191 billion تو خرچ ہو رہے ہیں but the fact is کہ ان کی pension کے اخراجات بھی ادھر ' civilian side سے ہی ادا کئے جا رہے ہیں۔ یہ اخراجات 30 billion کے قریب ہیں۔ اس کے بعد non tax revenues تھے جو Federal Budget کے brief میں دیئے ہیں' وہ 2003 اور 2004 میں budgeted 30 billion ہیں جو Defence Ministry نے

they paid میں 42.9 billion وہ ' ہیں revised جو ۔ تھے گئے pay سے National kitty more than the budgeted but this year sir, they have gone to 11.6 billion,

ہم that would be another 13 billion. Where this money is going?. And sir, internet ' ہے infrastructure کا Defence ہر چیز میں امریکہ کی بات کرتے ہیں' وہاں پر جو وہیں سے آیا ہے۔

Mr. Deputy Chairman: Thank you.

Senator Engr. Rukhsana Zuberi: Sir, I am just about to conclude now. Most research is coming from the Defence because during peace time, they have beautiful facilities. They have experts sitting here and they contribute and they come up with new researches. Sir, is it not this that we are talking of a state within a state.

کسی نے کہا ہے کہ ہر ملک کی فوج ہوتی ہے لیکن ہماری فوج کے پاس ایک ملک ہے because they are into every business and G.H.Q is meritly competing with the

ان کے ' ہیں different resources ان کے private sector without level playing--

پاس different facilities ہیں' ان کے پاس different perks and benefits ہیں

how private sector can compete with them. Sir, after the nuclear fiasco, is it not the time that GHQ budget should come under audit? It is very important that it should come to the Parliament and Parliament should discuss it.

Mr. Deputy Chairman: Thank you very much.

Senator Engr. Rukhsana Zuberi: Sir, last thing, I would say is, inflation allowance.

جو 15% دیا گیا ہے ' اس سے بسوں کے کرایوں میں اضافہ اور روٹی کی قیمتیں بڑھنے سے جو فرق

پڑا ہے' وہ پورا نہیں ہوگا۔ It should be in a split sort of thing جس طرح آپ کے different rate ہیں' اس حساب سے آپ inflation allowance دے سکتے ہیں۔ I am glad that Finance Minister has accepted at least 15% allownce as a inflation allowance.

Mr. Deputy Chairman: Thank you, Mrs. Rukhsana Zuberi Sahiba. Mohim Khan Baloch Sahib. There are no points of order allowed.

سینیٹر الیاس احمد بلور: منسٹری آف فنانس سے صرف ایک سکیشن آفیسر بیٹھا ہوا ہے یہاں دو تین آدمی بیٹھنے چاہیئں جو points note کریں یہاں نہ کوئی منسٹر ہے نہ کچھ ہے یا تو ہم تقریریں نہیں کرتے۔ بات ختم ہو گئی ۔ہمارے جو سپیکرز بول رہے ہیں --

جناب ڈپٹی چیئرمین: اگر آپ ہاؤس میں بیٹھیں تو آپ کو پتا چلا ہوگا کہ یہ پوائنٹ پہلے raise ہو چکا ہے and it has been noted and also notified. مہیم خان بلوچ صاحب۔

(مداخلت)

سینیٹر مہیم خان بلوچ: جناب چیئرمین! اگر کچھ خاموشی ہو تو ہمیں بولنے کا موقع ہو ---

جناب ڈپٹی چیئرمین: نہیں نہیں خاموش ہیں۔

سینیٹر مہیم خان بلوچ: دوستوں کی طرف سے کافی objections آ رہے ہیں ۔

Mr. Deputy Chairman: No Mohim Khan, please address the Chair.

سینیٹر مہیم خان بلوچ: جناب چیئرمین! آپ نے تو وقت کو ایسا بنا دیا کہ میں سمجھتا ہوں کہ ایک سورت ہم پڑھیں اور اس کا ترجمہ کریں ۔ بہت سے دوستوں نے ایک ایک دو دو سپارے بھی پڑھے اور ان کا ترجمہ بھی بڑے آزادانہ طریقے سے کیا' پتا نہیں ہماری باری میں ایک سورت آئی اور اس کا ترجمہ آیا۔

جناب چیئرمین! بجٹ ایک قومی آواز ہے جو ملک کے چودہ کروڑ عوام کو ایک سال کے لیے خوراک مہیا کرتا ہے ۔ بجٹ کا اعلان ہوا اور آج تیسرا دن ہے اور اس پر بحث ہو رہی ہے ۔ قومی اسمبلی میں بھی بحث ہو رہی ہے۔ عوام اس کے منتظر ہیں کہ بیروزگاری کتنی دور ہوگی، مہنگائی پر کتنا کنٹرول ہوگا اور عوام جو خط افلاس سے نیچے کی زندگی گزار رہے ہیں وہ بھی اس انتظار میں ہیں کہ ہمیں اس بجٹ کے ذریعے کیا مراعات ملیں گی کہ ہم جو دو وقت کی روٹی کے محتاج ہیں اس سے ہمیں چھٹکارا ملے۔ زراعت والے اور صنعتکار اس کے منتظر ہیں، ہمارے زراعت والے بھائیوں کا گزشتہ دو تین سال سے سب سے بڑا مسئلہ پانی کا ہے ۔ وہ اس کے منتظر ہیں کہ اس بجٹ میں ہمارے آبی ذخائر کے حوالے سے کیا اسکیمیں رکھی گئی ہیں جس سے ہماری مجموعی زراعت متاثر ہے اس سال ہمارے بجٹ میں بھی اس چیز کا بالکل کھل کر اظہار کیا گیا ہے کہ پیداوار کا جو ہدف رکھا گیا تھا وہ ہم حاصل نہ کر سکے۔ وہ اس کے بھی منتظر ہیں کہ زراعت کے حوالے سے ہماری جو ادویات ہیں، مشینری ہے اس پر ہمیں ٹیکس کے حوالے سے کتنی چھوٹ ملے گی اور زراعت کے حوالے سے دوست جو بنکوں کے مقروض ہیں وہ اس کے منتظر ہیں کہ بنکوں کے حوالے سے ہمیں کتنی چھوٹ ملے گی، بیج یا رعایت ملے گا تاکہ ہم آسانی کے ساتھ اپنے قرضے ادا کر سکیں ۔ صنعتکار اس بات کا منتظر ہے کہ ہماری سب سے بڑی ضرورت بجلی، گیس اور taxes ہیں ۔ بجلی اور گیس کے حوالے سے ہمیں ادائیگی کے سلسلے میں کتنی سہولت ہوگی اور مختلف قسم کے taxes کیا کم ہوں گے جس میں جنرل سیلز ٹیکس ہے، انکم ٹیکس ہے، manufacturing tax ہے ۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا، کیا ٹیکس ہمارے ملک میں لگے ہوئے ہیں اور وہ منتظر ہیں کہ ٹیکسوں کے حوالے سے ہمیں کتنی چھوٹ ملے گی تاکہ ہم اپنی انڈسٹری کو develop کرکے نہ صرف اپنی لوکل ضروریات پوری کریں بلکہ عالمی منڈی میں اپنی products کو لے جا سکیں۔ اسی طرح درآمدات اور برآمدات سے تعلق رکھنے والے تاجر بھی اس انتظار میں ہیں کہ ٹیکسوں کے حوالے سے ہمیں کتنی رعایت ملے گی تاکہ ہم باآسانی اپنی پیداوار کو عالمی منڈی میں لے جاکر اپنی برآمدات کو بڑھائیں کیونکہ اس ملک کو زرمبادلہ کی ضرورت ہے اور یقینی طور پر ہماری کوشش بھی ہے اور حکومت کی بھی کوشش ہے کہ ہم اپنے زرمبادلہ کے ذخائر کو جتنا ہو سکے زیادہ کر سکیں۔

اس کے علاوہ ایک اہم مسئلہ اس وقت یہ ہے کہ فیڈریشن کے اندر چار اکائیاں ہیں اور ان چار اکائیوں کے بجٹ کا مسئلہ بھی ہمارے اس بجٹ سے منسلک ہے۔ اس وقت NFC award کے حوالے سے issue موجود ہے۔ بہت سی باتیں ہوئی ہیں اور یقینی طور پر اس قسم کی باتیں ہوں گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ فیڈریشن کے اندر چاروں اکائیاں بالخصوص جس میں بلوچستان سرفہرست ہے، سرحد اور سندھ اس انتظار میں ہیں کہ اس بجٹ کے حوالے سے ہمیں کیا special fund ملے گا تاوقتیکہ 6th NFC award کا فیصلہ ہو تاکہ ہم اپنے بجٹ کو ایک بہتر شکل دے سکیں۔ یہ بھی ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔ عوام، صنعت کاروں، زراعت سے تعلق رکھنے والے دوستوں کی طرف سے، import and export کے تاجروں کی طرف سے اس بجٹ کے ساتھ توقعات یہ ہیں کہ ہمارے لئے کیا فیصلہ ہوگا؟ لیکن یہ میزانیہ جس کا اعلان ہوا ہے، میں اس پر روشنی ڈالوں گا۔ ہمارا ٹوٹل میزانیہ ۹۰۳ ارب کا اعلان ہوا ہے۔ ۹۰۳ میں سے ۷۰۱ اخراجات ہیں۔ ۲۰۲ ارب ترقیاتی سکیموں کے لئے رکھا گیا ہے۔ ۷۰۱ میں اخراجات کے حوالے سے اس پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو اس میں دفاع، قرضوں اور سود کی ادائیگی میں ۶۵ فیصد وہاں چلا جاتا ہے۔ پھر جب ہم اپنے ۲۰۲ ارب ترقیاتی فنڈز کی طرف آتے ہیں تو اس پر بھی ایک بڑا قدغن موجود ہے۔ ہمیں ڈر ہے کہ آنے والے وقت میں ظاہری بات ہے کہ جب یہ implement ہوگا تو اس پر قدغن نہ لگے۔ بجٹ کے خسارے کا جو اعلان کیا گیا ہے وہ بھی اس سے منسلک ہے۔ ظاہری بات ہے کہ بجٹ میں جو خسارے کا اعلان ہے اگر وہ پورا نہیں ہوگا تو یقینی طور پر ہمارے ترقیاتی ۲۰۲ ارب روپے کا جو بجٹ ہے وہ ضرور متاثر ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ جو میزانیہ ہے اس کو سامنے رکھتے ہوئے عوام کی جو توقعات ہیں، جو میں نے آپ کے سامنے رکھی ہیں وہ ایک بڑا سوال ہے۔ اس سوال کو ظاہری بات ہے ہم کس طرح آگے لے جائیں گے۔ بجٹ حکومت کی طرف سے پیش ہوتا ہے اور آج بحث ہے۔ حزب اختلاف offensive position میں ہے۔ وہ offence کر رہا ہے--------

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ کو یہ لوگ بڑے اچھے لگتے ہیں۔

سینیٹر مہیم خان بلوچ: ظاہری بات ہے ہم دفاعی پوزیشن میں ہیں۔ ہم اپنے بجٹ

کا دفاع کریں گے۔ میرے دوستو آپ کو حق ہے کہ آپ جتنا اس پر criticise کر سکتے ہیں کریں۔ جتنا بولنا چاہیں آپ بول سکتے ہیں لیکن مجھے اپنے حزب اختلاف کے دوستوں سے یہ گلہ ضرور ہے کہ انہوں نے بہت سی باتیں کی ہیں۔ IMF کے حوالے سے بات کی ہے' ورلڈ بنک کے حوالے سے بات کی ہے' سامراج کے حوالے سے بات کی ہے' یہ بات بھی ہوئی کہ یہ چند افراد کا بجٹ ہے' کہ یہ بجٹ بیوروکریٹس کا ہے لیکن میں اپنے دوستوں سے پوچھتا ہوں کہ آپ نے اس انداز میں بات کی ہے کہ ایسا لگتا ہے کہ آپ پہلے government میں نہیں رہے ہیں۔ میرے دوست آپ بھی government میں رہے ہیں' آپ بھی اس قسم کے بجٹ بناتے رہے ہیں۔ آپ اپنا بجٹ بھی ہمارے سامنے رکھتے کہ آپ نے عوام کے لئے کونسے کام کئے تھے کہ ہم نے یہ غلط کام کئے ہیں؟ میں سمجھتا ہوں کہ آج کا یہ بجٹ ماضی کے بجٹوں سے کم نہیں ہے۔ خامیاں ہیں' کمزوریاں ہیں اور کمی ضرور ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ جو عوام کے مسائل ہیں بے روزگاری کے حوالے سے ہیں' مہنگائی کے حوالے سے ہیں' poverty کے حوالے سے موجود ہیں۔ یقینی طور پر وہ مسائل ضرور ہیں لیکن ماضی کے جو بجٹ رہے ہیں' ان سے کم نہیں ہیں۔ آپ IMF کی بات کرتے ہیں کہ IMF کا ہاتھ اس پر ہے' World Bank کے ہاتھ میں ہے تو میں کہتا ہوں کہ اس ملک میں IMF اور World Bank کو طاقتور بنانے والے کون سے لوگ تھے۔ اگر آپ اس ملک کی تاریخ کو دیکھیں' 56 سے لے کر 70 تک جتنی حکومتیں گزری ہیں' 70 سے لے کر 77 تک' 77 سے لے کر 85 تک اور 85 سے 88 تک اور 88 سے 98 تک آپ دیکھیں قرضوں کی کیا average رہی ہے۔ 1988 کے general election سے پہلے آپ record کو دیکھیں' ہماری حکومت پاکستان 12 ارب dollars کی مقروض تھی' 1988 سے لے کر 1998 تک وہ قرضہ 38 ارب تک پہنچ گیا' یہ 26 ارب کس نے لئے؟ یقینی طور پر 1988 سے لے کر 1998 تک جو دو حکومتیں رہی ہیں' جو دو دفعہ آئی ہیں' انہوں اس ملک کو 26 ارب dollars کا مقروض کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ IMF اور World Bank کے ہاتھوں اس ملک کوگروی کرنے کے لئے' اس ملک کی معیشت کو گروی کرنے میں سب سے بڑا multi کردار جو حکومتیں دو سال کے دوران آئی ہیں' انہوں نے ادا کیا ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ ذرا اس کو wind up کرنا شروع کر دیں۔

سینیٹر مہیم خان بلوچ: ہمیں کچھ کہنے کا بھی موقع مل جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہم حقائق کی طرف جائیں، اگر ہماری کمزوریاں ہیں تو ہم اپنی کمزوریوں کو نہ چھپائیں۔ اگر ہم مخلص ہیں، ہم اس ملک کے ساتھ مخلص ہیں، اس ملک کے عوام کے ساتھ مخلص ہیں۔ آج ہم قومی بجٹ پر اس ملک کے ایک سال کے مستقبل کو، اس ملک کو زندہ رکھنے کے لئے بحث کر رہے ہیں۔ ہم بحث کرتے وقت قومی مفادات اور قومی یک جہتی کو سامنے رکھیں تاکہ ایک ایسا لائحہ عمل بنائیں جس میں واقعی آنے والے دنوں میں ہمارے غریب عوام جو مسائل کا شکار ہیں، کم سے کم ان کے مسائل حل ہوں لیکن وہ مطمئن ہوں کہ یہ قیادت ہمارے ساتھ مخلص ہے، نہ کہ ہمیں یہ کہیں کہ ہماری قیادت سب سے بڑی دھوکہ باز ہے، جنہوں نے اس قسم کی زندگی ہمیں دی ہے۔ اسی لئے میں کہتا ہوں کہ جب تک اخراجات کے حوالے سے یہ 65% ہمارے اوپر سب سے بڑا بوجھ ہے، اس بوجھ کو ہم ختم نہیں کریں گے، ہم اپنے ملک کے جو مجموعی مسائل ہیں، ان مسائل کو ہم دور نہیں کر سکتے ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: مہیم خان شکریہ۔ Thank you very much. ابھی بند نہیں ہوا۔ آپ کا time ہو گیا ہے، ختم کریں۔

سینیٹر مہیم خان بلوچ: میرے دوستو! sorry جناب صدر، میں آخر میں ایک لفظ یہ کہوں گا، اس سال کا بجٹ 2004 اور 2005 کا جو بجٹ ہے، اس بجٹ کو میں ماضی کے تسلسل کا حصہ سمجھتے ہوئے، اس کو قدرے مثبت بجٹ سمجھتا ہوں۔ یقینی طور پر یہ میں نہیں کہتا۔

Mr. Deputy Chairman: Thank you, good conclusion.

سینیٹر مہیم خان بلوچ: مسائل کا حل اس میں موجود ہے، غربت دور ہو گی، مہنگائی دور ہو گی۔ افراط زر اور دوسرے مسائل نہیں ہوں گے۔ اس لئے اس کے ساتھ میں نے چند recommendations بھی بھیجی ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: اپنی recommendations آپ کو دو منٹ پہلے دینی چاہیے تھیں۔

سینیٹر مہیم خان بلوچ: میں ایک منٹ میں ساری بیان کروں گا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: ایک منٹ .O.K

سینیٹر مہیم خان بلوچ: سب سے پہلے میں کہتا ہوں کہ ہمارا جو نچلا متوسط طبقہ جو گاڑیاں رکھتے ہیں، یقینی طور پر ہر ایک کی کوشش ہے کہ مجھے repair کے لئے سستے parts ملیں تاکہ میں اپنی گاڑی کو بنا سکوں۔ ہم پرانے کپڑے باہر سے درآمد کرتے ہیں تو ہماری local production پر کوئی اثر نہیں پڑتا تو ہم old spare parts جو smuggling کی شکل میں چمن کے راستے یا پشاور کے راستے آتے ہیں اور اس سے چند بندے فائدہ اٹھاتے ہیں تو ہم کیوں ناں اپنے اس بجٹ کے حوالے سے اس law میں نرمی کریں تاکہ direct ہمارے پاکستانی عوام یہی parts جو smuggle ہو کر آتے ہیں، یہ ہمارے دوست اس کو منگوا کر نچلے متوسط طبقے کی جو پرانی گاڑیاں ہیں ان کی بآسانی مرمت کرسکیں۔ اس کے علاوہ NFC کا تو میں نے کہا کہ وہ ایک general ضرورت ہے تاکہ آنے والے دنوں میں چھوٹے صوبوں کے دلوں میں مرکز کے حوالے سے کوئی ایسی بات نہ ہو جس سے کہ مرکز اور صوبوں کے درمیان محاذ آرائی بڑھے۔ اس کے علاوہ میں آپ سے کہوں گا کہ سب سے بڑا ادارہ جو محاصل کی وصولی میں مرکزی کردار ادا کرتا ہے وہ CBR ہے لیکن CBR میں کچھ ایسے laws ہیں اور ان laws کی وجہ سے CBR کے بیوروکریٹس بعض اوقات اسے غلط استعمال بھی کرتے ہیں۔ میری طرف سے تجاویز recommendation کے طور پر بھی بھیجی ہیں، وہ اس میں تبدیلی لائیں تاکہ CBR میں جو بیوروکریٹس ہیں وہ ان laws کو اپنے مفادات کے لئے غلط استعمال نہ کریں۔ یہ SRO ہے اور اب-----

جناب ڈپٹی چیئرمین: یہ suggestions تو آپ نے کمیٹی کو دی ہوئی ہیں میں نے پڑھی ہیں اور وہ کل پھر آئیں گی۔

سینیٹر مہیم خان بلوچ: اس لئے میں کہتا ہوں کہ میں نے ذاتی طور پر CBR کے حوالے سے جو recommendation بھیجی ہے اور اس ایوان سے اور Committee of Finance سے بھی میری درخواست ہے کہ وہ اس کو مدنظر رکھیں۔

جناب ڈپٹی چیئر مین، شکریہ۔ مولانا راحت حسین صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر عزیز اللہ ساتکزئی، جناب کچھ لوگوں کو 25 منٹ دیئے جا رہے ہیں، کیا یہ انصاف کا تقاضا ہے؟

جناب ڈپٹی چیئر مین، کوئی 25 منٹ نہیں دیئے جا رہے۔ دیکھیئے میرے سامنے گھڑی لگی ہے، میں time note کرتا ہوں اب یہ تین منٹ اوپر گئے ہیں اور آپ لوگوں کے ساتھ بھی میں نے ایسا ہی کیا ہے، تین تین چار چار منٹ میں نے زیادہ دیئے ہیں۔ I am very fair میں even handedly کر رہا ہوں .You bear me out آپ اپنی گھڑی سامنے رکھیں۔

سینیٹر ڈاکٹر عزیز اللہ ساتکزئی، ہمارے right, left گھڑیاں ہی گھڑیاں ہیں ذرا انصاف کیجیئے۔

جناب ڈپٹی چیئر مین، جی مولانا راحت حسین صاحب۔

سینیٹر مولانا راحت حسین، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ (عربی) شکریہ جناب چیئرمین! معروضی حالات میں یہ قومی دستاویز جس پر میں بات کرنا چاہتا ہوں وہ انتہائی اہمیت اختیار کر چکا ہے کیونکہ اپنی دانست میں حکومتی اہلکاروں نے ایک ایسی کوشش کی ہے جو کہ ہمارے جیسے ملک میں ایک کاوش لا حاصل ہے۔ میری مراد جنوری 2005ء کے منظرنامے سے ہے جب ہمارا ملک World Trade Organization کے شکنجے میں ہو گا اور ہماری معیشت انتہائی دباؤ میں ہو گی۔ جناب چیئرمین! میں سمجھتا ہوں کہ اس بجٹ میں اس دباؤ کو counter کرنے کے لئے کوئی مثبت قدم اٹھانے کی کوشش نہیں کی گئی بلکہ اس pressure کو advance میں قبول کیا گیاہے اور سو فیصد قبول کر کے مزدور کسان اور تنخواہ دار طبقے کو crush کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ بالفاظ دیگر سائیکل کا حصول تو مشکل بنا دیا گیا لیکن Land Cruiser culture کو فروغ ملا ہے۔ ایک غریب آدمی سے دستی پنکھا چھین کر airconditioner culture کو فروغ دیا گیا ہے۔

جناب چیئرمین! یہ ایک سرمایہ دارانہ بجٹ ہے اور اسے ایک خوبصورت جامہ پہنا دیا گیا ہے۔ اس بجٹ میں multinational companies سے واسطہ پیدا ہو گا اور یہ کثیرالقومی

کمپنیاں اس بجٹ کو بلکہ اس شرح نمو کو اپنے چنگل میں لے لیں گی۔ مجھے خدشہ ہے کہ ہمارے خون پسینے کی کمائی کا بیرون ملک منتقلی کا سلسلہ جڑ پکڑے گا۔ عالمی سامراج اور سامراجی agenda کے تحت بنا ہوا یہ بجٹ ایک خوش فہمی کا شاخسانہ ہے جس میں اس ملک کا اصل سرمایہ مزدور اور کسان کو، سرمایہ اور وڈیرے کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا ہے اور حکومتی سطح پر اس کے لئے کچھ نہیں کیا گیا۔ اس بجٹ میں بقول وزیر خزانہ صاحب پچھلی کارکردگی کو حوصلہ افزاء قرار دیا گیا ہے۔ سارے اعشاریئے مثبت پیش کئے جا رہے ہیں اور بقول وزیر خزانہ صاحب ہماری معیشت آکسیجن tent سے نکل چکی ہے ۔ جناب چیئرمین! معیشت آکسیجن tent سے نکلی ہے یا نہیں لیکن غریب عوام اس آکسیجن tent میں پہنچ چکی ہے اور اس بجٹ میں غریبوں کے لئے قوت لا یموت کی کیفیت پیدا کی جا چکی ہے ۔ جناب والا! زراعت کے لئے یہاں کچھ نہیں کیا گیا ۔ زراعت پر subsidy رفتہ رفتہ ختم کی جا رہی ہے اور جہاں تک ٹریکٹر پر درآمدی ڈیوٹی میں کمی کا تعلق ہے اس سے زراعت کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا بلکہ یہ آئندہ نسلوں کے لئے ایک منصوبہ بندی ہے، اس سے فی الحال ملک کو کوئی فائدہ نہیں۔ اس بجٹ میں چھوٹے صوبوں کو یکسر نظر انداز کیا گیا جو خشک سالی سے بھی بری طرح متاثر ہوئے ہیں۔ چھوٹے صوبوں کے ساتھ اس سے بڑی زیادتی اور کیا ہوگی کہ NFC Award میں ان کو نظر انداز کیا گیا اور ابھی تک وہ مسئلہ زیر التواء ہے ۔

جناب چیئرمین! دفاعی بجٹ میں اکیس فیصد اضافہ کیا گیا حالانکہ حکومتی دعوے تو یہ ہیں کہ ہندوستان کے ساتھ دوستیاں ہو رہی ہیں اور افغانستان میں ان کے اپنے ذاتی دوست بیٹھے ہیں تو پھر دفاعی بجٹ میں کمی کرنی چاہیئے تھی اور اس کمی کو غریبوں اور پسماندہ اضلاع میں تقسیم کرنا چاہیئے تھا ۔ میں ایک ایسے پسماندہ ضلعے سے تعلق رکھتا ہوں، ضلع شانگلہ جس کا شمار پاکستان کی حسین وادیوں میں ہوتا ہے لیکن ہمارا ضلع بنیادی ضروریات سے محروم ہے ۔ وہاں جا کر کوئی یہ محسوس نہیں کرے گا کہ یہ ضلع پاکستان کا حصہ ہے کہ نہیں ۔

جناب والا! صحت کو درپیش نئے چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے لئے کوئی منصوبہ بندی نہیں کی گئی جبکہ community کی سطح پر اس کو منظم کرنا چاہیئے تھا ۔

جناب والا! آخر میں میں یہ کہوں گا کہ قرآنی تعلیمات تو یہ ہیں اور اللہ رب العالمین کا

ارشاد بھی یہی ہے کہ ملک کی معیشت تب مضبوط ہوگی ، ملک میں امن تب ہوگا جب اس میں ایک صالح نظام ہو گا۔ اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے---(عربی)

ترجمہ ۔ صالح نظام نافذ کرکے آپ امن میں رہیں گے خوف امن میں تبدیل ہوگا اور بھوک اور افلاس فراوانی میں تبدیل ہوگی اور جب ملک میں اللہ رب العالمین کا نظام نہ ہوگا اور حکمران طبقہ بھی اس سے پہلو تہی کرے گا تو اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے ---(عربی)

ترجمہ ۔ اللہ رب العالمین امن کو ختم کرے گا اور اس معاشرے کو افلاس کا جامہ پہنائے گا یعنی امن اور افلاس کا خاتمہ ، امن اور فراوانی یہ اللہ رب العالمین کے نظام پر منحصر ہے اور اللہ رب العالمین نے قرآن کریم میں یہاں تک فرمایا کہ -----(عربی)

ترجمہ۔ اللہ رب العالمین نے معیشت کا ایک فلسفہ رکھا اور حضرت یوسف علیہ السلام کے دور حکومت کو آپ دیکھیں کہ انہوں نے اپنی قوم کے لئے معیشت کے حوالے سے ایک زبردست فلسفہ دیا۔ بجٹ تیار کرتے وقت ہمارے حکمرانوں کو یہ سوچنا چاہیئے تھا کہ ہم تین چیزوں کو مدنظر رکھتے ہوئے بجٹ بنائیں۔ نمبر ایک خدا پرستی، نمبر دو انسان دوستی، نمبر تین معاشی مساوات اور انصاف۔ یہ آفاقی پروگرام ہے اور اس آفاقی پروگرام کے ہوتے ہوئے جب ہم بجٹ تیار کریں گے تو اللہ رب العالمین بھی راضی ہوگا اور ہمارے ملک کے اندر ایک یکجہتی کی فضا قائم ہوگی ۔ اللہ رب العالمین ہمیں اور حکمرانوں کو بھی توفیق دے کہ ہم اس ملک کو صحیح سمت پر گامزن کرنے کے لئے اور اس کو اسلامی نظام کے انوارات سے منور کرنے کے لئے سرتوڑ کوشش کریں۔ و آخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین۔

جناب ڈپٹی چیئرمین ، شکریہ مولانا صاحب۔ مسز عابدہ سیف صاحبہ۔ نہیں ہیں۔ طاہرہ لطیف صاحبہ ہیں، پری گل صاحبہ وہ بھی چلی گئیں۔ محمد علی درانی صاحب آپ کل بولیں گے۔ نگہت مرزا صاحبہ، آپ بولیں گی آج؟ انور بیگ صاحب، سردار محمد لطیف خان کھوسہ صاحب۔ آپ بول دیں جی۔

Senator Sardar Muhammad Latif Khan Khosa: OK, sir, give me the latitude for speaking. Mr. Chairman, I have a dream like every

Pakistani who has roots in the motherland and loves his country has dreams. When I transcended as a child from the hills down to the settled areas of Dera Ghazi Khan, I had a dream. Again when I came to Government College Lahore and when I was a student and as a President of the University Law College, I had my dreams. And my dreams were shattered when Pakistan was dismembered. I saw my dreams going down the drain. I wept like a child, like a child who weeps in the womb of his mother or when he emerges in the world and for the first time cries. I also cried like a child because I thought my motherland has been dismembered. That was the first time when my dreams were shattered to such an extent that I was a shattered person like every Pakistani who was shattered and then like a *Masiha*, we had Zulfiqar Ali Bhutto, emerging from the blue and he was begged by the *Khakies* to come and take over the reins of a shattered Pakistan, of a dismembered Pakistan, of a Pakistan whose dreams had been shattered, of a Pakistani nation who had been demoralized, of a Pakistani force which was languishing in the Indian jails 90,000 humiliated persons. In the annals of history had never such a force been humiliated the way they surrendered before General Arora in the *PALTAN MAIDAN*.

Sir, my dreams started gathering again and again, there was a hope, again there was ray, again I saw sun shining, again I thought, I was gaining because I saw a personality, dynamic. I saw sure a person. I symbolized myself that this is the man who is going to change the destiny of the people of Pakistan. This is the man who is going to give us pride.

This is the one man who is going to give us respect in the comity of nations and it came true. Every word of my dream started, again, generating, again there was a hope, again everything that I could see, a bright, brilliant future for myself and for my motherland and for the people of Pakistan. And we saw that he gave the Constitution and what is the Constitution? Constitution is a dream of the people which come true, a dream which they wanted to manage the affairs of this country themselves. They wanted a system of governance where they should have freedom of speech, freedom of expression, freedom of movement, freedom of life, freedom of liberty and every envisioned dignity.

I think the Constitution of 1973 is the best Constitution unadulterated which can be envisioned anywhere in the globe. It gave you everything. Starting from Article 2-A, starting from Article 4 equality before law and everything. Starting with Article 9, right of life, starting with article 14 dignity. This being an inbuilt and in born right. Everything, if you see trade, associations, equality before law and then preservation of family life, protection of your....

Mr. Deputy Chairman: But we are discussing budget.

Senator Sardar Muhammad Latif Khan Khosa: I am sir, this is the part of the budget. Please allow me. You never interrupt the other side. Unfortunately, we are on the receiving end. So, Bhutto gave us this dream which the people of Pakistan wanted but how many times was this dream again shattered because every time we saw the

Constitution, the basic fundamental system of governance being trampled over and over again by the *"Khakies"* unfortunately. Again the dreams of the people of Pakistan were shattered. Again my dreams were shattered and then what we saw a long Martial Law coming in, where the same person who had given the atomic bomb which is today the greatest deterrance, who envisioned then the global Islamic system of justice, who also said that there should be an organization of Islamic states, who again saw that there should be Islamic Commerce, who also said that there should be Islamic banking, who saw the dream of our Islamic Secretariat. So, what we saw is a global Islamic unity emerging whereby Islam was to emerge again amongst comity of the nations as the leading nation and the leading country with Pakistan's brain, Saudi Arab's wealth and the combined force of Islamic Ummah. We were emerging as a proudful nation but unfortunately, the forces that have all along eroded the systems, they again shattered the dream.

Sir, let me come to the present budget also whether my dreams have come true in the present budget, what is budget again? Budget again is a hope, is my aspiration, is my commitment to the nation for the year as to how I am going to regulate the affairs of this country and what I am giving to the people of Pakistan and how Pakistan is going to come out within the next year? This is in a nutshell is the budget. I was looking an episode on the television just now when I was coming from my Parliamentary lodges. I saw there, it says, what do you mean by capital punishment? One person asked the other, it is cartoon type of thing, what

do you mean by capital punishment? And the other person said, h*aa*, *haa* , you don't know what it means, this means budget. He said, what? He said, budget. Well, he said, do you know? You so illiterate. You see, if there is any punishment meted out of capital, then this is a capital punishment. So, then I thought and this was just right, I am sure it must be repeated, the Treasury benches will go and see it and enjoy to the satisfaction of their hearts. This is the description being given on the television for the people of Pakistan that they are isolated in the system and this is the feeling of the people of Pakistan being reflected, projected and portrayed on the television.

Sir, then I asked the question, how is it killing the people of Pakistan and then when I went through the other things which we have been looking all the budget and everything as a lawyer, I have the habit of looking into things analytically and I said 'yes' this is the killer budget. It is the capital punishment for the people of Pakistan. It is guillotine of the poor people.

Sir, what happened in India, it is before you. They said, shining India. They went in for an election because they thought the figures were so staggeringly high that they can not lose the elections. BJP went for an earlier election but the people of India said, no, if it has done anything to the benefit of the rich and wealthy and famous, it has not trickled down into the poor masses of India. This is exactly what we are witnessing here. It is a figurative jugglery unfortunately, this budget and the GDP growth and all the figures which are given here, a rosy picture is being painted sir.

I go to my village. I go to the villages and I see the old man, unfortunately he reconciled because his dreams have completely evaporated but I see a young boy, I see his bright eyes often ask me because he thinks I have come from the capital, of course, with something very good for him. There is nothing for him. What can this budget offer for the poor of Pakistan, for the rural people of Pakistan, have we developed any agrarian society, here agriculture is with about 70% or above population. Now what have we given to the agriculturist? We have literally ruined and killed the agricultural sector. Sir, even according to their own figures what they envisioned we have seen that they have not come even half way what they had envisioned in the last budget and again the allocation that you will find on the agriculture sector is so meagre as Mr. Mohim has just now described out of 903 billion budget it is only 202 which is given to the development. 701 billion dollars have gone to non productive and that also for retrieval of debt and for the Armed Forces, 65% out of that, out of this 202 what had been given to the public sector. Look at wide yawning gap in between the two. It is never conducive, this budget can not be termed, as has been said on the other side of the fence that this is such a brilliant budget that every P.. istani is going to prosper and probably going to rise to the heights and what not! Sir, the thing here is that we have to develop our human resource:human resource is the biggest weapon that we have and human resource the most neglected aspect that we have unfortunately adhered to.

Look at China, China's human resource is sprawling into millions,

billions of people over there, how they have been generated into such a strong nation. What today we need? Sir, we need to develop our human resource. We need to invest the maximum on human resource. We need to improve our agriculture sector and the poor person. What we need to do is to create an atmosphere and allocate funds for developing the rural areas not the urban areas so that we give them pride and sense of dignity in the rural areas. Unfortunately, we do not give them even the basic necessity; they have to travel for miles together to get drinking water. Could you imagine in this part of the world sir, that for miles and miles they have to go, the women and the men carrying the water buckets on their shoulders from morning till the evening to bring water for their household. This is the pathetic state of affairs and we are talking of rosy budget living in this plateaus part of the world.

Sir, let me remind you 1973 Constitution, Mr. Zulfiqar Ali Bhuttoo gave this and visioned that in 20 years we give up the quota system but in 20 years we will create situation whereby we will bring them upto the level of the developed areas. In the 73 Constitution it was decided that the concurrent list would be abolished and therefore, provincial autonomy and satisfaction to the maximum extent would be given to the provinces. Here what we see unfortunately again is that even the relevant funds have not been even utilized despite.........

Mr. Deputy Chairman: Khosa Sahib, time is running out.

Senator Sardar Muhammad Latif Khan Khosa: Yes, I am

conscious of that sir, kindly allow me, before I wind up, to submit what we need here is not this figurative jugglery. We do not need to fight with each other because we are all Pakistanis , we all have dreams for the betterment and prosperity of Pakistan. We love this motherland so, let us have united efforts in order to end these bickering from that side or this side. Once and for all create a united harmony amongst the people of Pakistan. Let us get rid of these prejudices on that side and this side and think of people of Pakistan who are waiting for the *MASIHA* after Zulfiqar Ali Bhuttoo. They are again yearning and wanting a leader of national consensus so let us not create situation sir, whereby let all leaders come back to Pakistan. We should create conditions whereby we should bring them back. Let us abolish NAB sir, Generals give up those funds for the betterment and welfare of the people of Pakistan and therefore, lastly I would say sir that for God's sake and for on , let the dreams of the people of Pakistan come true, guiding a budget which is for the welfare of the people of Pakistan. Thank you sir.

Mr. Deputy Chairman: Thank you very much.
پری گل صاحبہ آپ بولیں گی ۔ آپ نہیں بولیں گی ۔تو سعدیہ عباسی صاحبہ۔ ابھی ایک دو اور چلائیں گے ۔ so that tomorrow the pressure is little less, we still have lot of people. Well may be day after tomorrow جی سعدیہ عباسی۔

سینیٹر سعدیہ عباسی : جناب چیئرمین ! مجھے تو بتایا گیا تھا کہ میری باری کل آئے گی۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: کس نے بتایا تھا آپ کو ؟ آج بہت سارے absent ہیں ۔

آپ آج بول ہی لیں -

Senator Saadia Abbasi: Just a few points I would like to make about the budget. People have spoken before me very eloquently about the political condition of the country, about economic condition of the country but except for Mangel Sahib's speech I do'nt think anybody gave any concrete suggestions about what can be done. Mr. Chairman

میں یہ کہوں گی کہ بجٹ میں بہت سارے figures دئیے گئے ہیں' بہت ساری باتیں بتائی گئی ہیں کہ کس طرح growth ہوئی ہے' کس طرح investment بڑھی ہے ' کس طرح foreign exchange کے reserves ہمارے بڑھے ہیں۔ سب باتیں ہیں ہو سکتا ہے کچھ ٹھیک بھی ہوں' کچھ غلط بھی ہوں' کچھ figures کی juggleries بھی ہو۔ بات یہ ہے کہ مہنگائی آسمان کو چھو رہی ہے۔ غریب آدمی کی purchasing power غریب آدمی کیا' middle class کی purchasing کم ہو گئی ہے۔ اسی ملک میں ہم نے رہنا ہے۔ اسی ملک کے حالات میں ہم نے survive کرنا ہے۔ جو measures شوکت عزیز صاحب نے announce کئے ہیں for the liberalisation of economy وہ بہت اچھے ہیں۔ اس سے بھی زیادہ economy کو liberalise کرنے کی ضرورت پڑے گی۔ آہستہ آہستہ یہ ان کو کرنا پڑے گا۔ جس ملک میں انڈسٹری لگے گی۔ جس ملک میں انڈسٹری لگانے کے لئے حکومت بہتر پالیسیوں کا اعلان کرے گی تو پاکستان کے عوام کو اس کا فائدہ پہنچے گا۔

So regardless of whether it is this government, whether it was another government, other government has gone to come. As long as there are policies which are conducive to investment, we will appreciate those policies. Infact Mian Nawaz Sharif is the pioneer of market reforms in the subcontinent.

اور یہ سب اس چیز کو acknowledge کرتے ہیں۔ جہاں تک liberalisation of

اور انڈسٹری کو جتنا بڑھایا جائے گا، جتنا فروغ دیا I am all for it کی بات ہے economy
جائے گا اتنا ہی پاکستان کے لوگوں کے لئے بہتری ہوگی۔ بے روزگاری جو ہمارے ملک کا بہت بڑا
مسئلہ ہے ، ہمارے لوگوں کا بنیادی مسئلہ اس کو اگر حل کرنے کے لئے اصلاحات کی جائیں گی تو
ہم اس کو welcome کرتے ہیں۔ جو انہوں نے measures announce کئے ہیں، وہ بہت
اچھے ہیں لیکن اس میں بھی improvement کی ضرورت ہے۔ سب سے بڑی بات جو
investment کے لئے ضروری ہوتی ہے وہ لاء اینڈ آرڈر ہوتا ہے۔ جب آپ investor کو
confidence دیں گے تبھی investor آئے گا۔ بات foreign investor کی کی جاتی ہے
میرا خیال ہے کہ foreign investor تو بعد میں آئے گا۔ اپنے ہی لوگ، ہمارے ہی پاکستانی،
اپنا ہی پیسہ ، اپنے ہی ملک میں جب لگائیں تب ہی مارکیٹ میں confidence آئے گا تب
foreign investor آئے گا۔

جہاں تک agriculture کا تعلق ہے بہت سارے لوگوں نے ، بہت ساری
suggestion دی ہیں۔ اس میں جو سب سے بڑی اہم چیز ہے وہ fertilizer کی pesticides
کی قیمتوں میں کمی کی ضرورت ہے۔ ٹریکٹر کی قیمت میں کمی کی ضرورت ہے۔ کئی لوگوں نے
suggestion دی کہ سیلز ٹیکس کو eliminate کیا جائے -seeds اور fertilizer پر کیونکہ
agriculture کو فروغ دینے کے لئے حکومت جتنا کچھ کرسکتی ہے اس کو اتنا کرنا چاہیے۔ بجلی
بہت مہنگی ہے اور ٹیوب ویل کی قیمت بہت زیادہ ہے اس کو کم کرنے کی ضرورت ہے۔ اس
کے لئے جہاں industralised ممالک اپنے agriculture کو subsidise کرتے ہیں، ہم کیوں
نہیں کرسکتے۔ بات یہ ہے کہ کیا ہمارے ملک کے اتنے وسائل ہیں، کیا اتنی allocation ہوسکتی
ہے تو اس میں یہ دیکھنا ہوگا کہ کہاں کمی کی جاسکتی ہے اور کہاں پر یہ پیسہ agriculture کی
طرف کیا جائے۔ کیسے یہ فنڈز generate کئے جائیں اور اس میں جو increase کیا گیا ہے
ڈیفنس بجٹ میں۔

Mr. Deputy Chairman : Please Mushahid sahib, can we have some order.

سینیٹر سعدیہ عباسی : اس کو rationalise کرنے کی ضرورت ہے۔ پاکستان کی agro-based economy ہے۔ اس میں جتنی اصلاحات کی جائیں اتنی ہی کم ہونگی۔ اس کے لئے بہت ضروری ہے کہ یہ جو فوج نیشنل اسمبلی اور سینیٹ میں legislators کی ہے ان سے مشورہ کر لیا جاتا۔ ان سے پوچھ لیا جاتا تو کوئی آسمان نہ گر جاتا۔ کم از کم ایک ڈائیلاگ سے ایک consensus تو نکل سکتا تھا اور ان سے پوچھ لیا جاتا کہ کیا ایسے meaningful inputs ہو سکتے ہیں کہ پاکستان کی economy آگے کی طرف بڑھے۔

جناب! القاعدہ کا نام بار بار لیا جاتا ہے۔ القاعدہ اصل میں exploitation کا نام ہے۔ القاعدہ بے روزگاری کا نام ہے۔ القاعدہ غربت کا نام ہے۔ القاعدہ مفلسی کا نام ہے۔ ان چیزوں میں ہی القاعدہ جنم لیتا ہے ۔ یہ القاعدہ phantom کہاں سے آیا ہے۔ یہ انہی چیزوں سے آیا ہے۔ یہ جہالت سے آیا ہے۔ یہ غربت سے آیا ہے۔ اس کو ختم کرنے کا کیا طریقہ ہے ۔ جناب والا! جب تک پاکستان کے لوگوں میں economic empowerment نہیں آئے گی' ان میں dignity کہاں سے آئے گی۔ جناب والا! کچھ بھی ہو' میں تو یہ کہتی ہوں کہ ہر مزدور' ہر محنت کش کے پاس opportunity تو ہونی چاہیے ۔ وہ سائیکل پر بیٹھ کر اپنے کام پر جاتا ہے ۔ چاہے اس کے کپڑے پھٹے ہوئے کیوں نہ ہو' صبح سے وہ گھر سے نکلے اور شام کو گھر آئے تو کم از کم ایک وقت کی روٹی تو وہ پیٹ بھر کر کھائے۔ یہ dignity کہاں سے آئے گی؟ یہ چیز بنگلہ دیش میں آگئی ہے' ہندوستان میں آ گئی ہے' سری لنکا میں آ گئی ہے لیکن جو ہمارے لوگ پس رہے ہیں۔

جناب والا! جب کبھی سنتے ہیں کہ کہیں بھی روزگار کھلے ہیں' چاہے وہ سپین میں ہوں یا کسی ملک میں بھی ہوں' یہ کام خواہ سڑکیں صاف کرنے کا ہو' غسل خانے صاف کرنے کا ہو۔ اگر ہمارے لوگوں کو یہ روزگار ملتا ہے تو ہمارے لوگ وہاں جانے کے لئے بھی تیار ہیں۔ ہمارے لوگوں میں کتنی dignity ہے ؟ یہ بہت محنتی ہیں لیکن opportunities کی کمی ہے۔

جناب والا! اس ملک کے لوگوں کی صحت کا حال یہ ہے کہ یہاں سب سے بڑی بیماریاں heart disease, high blood pressure, kidney failure, diabetes کی ہیں - یہ کیوں

ہیں؟ یہ سب بیماریاں tension اور anxiety کی وجہ سے ہیں۔ یہ مشکلات کی بیماریاں ہیں۔ ان بیماریوں کے اتنے مہنگے علاج ہیں کہ یہ غریب عوام کے بس سے باہر ہیں۔ غریب عوام تو کیا middle class کے بس سے بھی باہر ہیں۔ جب ہم ان بیماریوں سے متعلقہ ادویات کی قیمتیں دیکھتے ہیں تو تب انسان حیران ہو جاتا ہے۔ اگر کسی گھر میں ایک فرد بھی بیمار ہو جائے تو سب بیمار ہو سکتے ہیں کیونکہ یہ related بیماریاں ہوتی ہیں۔ ان کے علاج پر اٹھنے والے expenditures کہاں سے کہاں تک پہنچ جاتے ہیں۔ ایک پاکستانی کی average income چار ہزار روپے ماہانہ ہے۔ اس لئے اگر ہم میریٹ ہوٹل میں بیٹھ کر poverty reduction کی باتیں کریں اور وہاں سے 300 روپے per head کے حساب سے کھانا کھا کر چلے جائیں اور ہم اسی طرح کاغذی کارروائیاں کرتے رہے تو کچھ بھی نہیں ہوگا۔ پاکستان کا کوئی industrialist ہی ہوگا جو industry لگائے گا تو پھر لوگوں کو روزگار ملے گا۔ وہ ڈسپنسری بنائے گا، سکول بنائے گا۔ اس لئے ان کو جتنا encourage کیا جائے، اتنا ہی کم ہوگا لیکن اس کے لئے مثبت پالیسیوں کی ضرورت ہوتی ہے اور پھر ان کی implementation کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر ان چیزوں کا credit شوکت عزیز کو ہی جانا ہے تو یہ ضرور جائے لیکن economy کو liberalize کریں، اسے کھولیں۔ law and order کی situation کو improve کریں تاکہ اپنا ہی investor اپنے ہی ملک میں پیسہ لگائے۔ تب ہی ملک کے حالات سدھرنے شروع ہوں گے۔ میں کہتی ہوں کہ اگر ایک کمپنی کھلتی ہے تو وہ employment ہی generate کرتی ہے، پھر اس سے related اور businesses چلتے ہیں۔ ان چیزوں کا اندازہ کوئی نہیں لگا سکتا۔ اگر ہم خود ہی اپنے ملک میں stake holders بنیں گے تو تب ہی یہ ملک آگے چلے گا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ سعدیہ عباسی صاحبہ۔ عزیز اللہ سانگزئی صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر عزیز اللہ سانگزئی: بسم اللہ الرحمان الرحیم۔ نحمدہ نصلی علی رسولہ الکریم۔ جناب عزت مآب چیئرمین صاحب! آپ کا شکریہ کہ آپ نے مجھے بولنے کی اجازت دی۔ اجازت کے ساتھ آپ بار بار تاکید بھی فرما رہے ہیں کہ 12 منٹ سے زیادہ نہ بولا جائے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: وہ تو ہے۔

سینیٹر ڈاکٹر عزیز اللہ سانگرئی، بحیثیت ایک ڈاکٹر کے، میرا خیال ہے کہ بارہ منٹ کا وقت کچھ نہیں ہے۔ میں نے تو سوچا تھا کہ آپ کے سامنے کچھ ادویات کے figures پیش کروں گا۔ گولیوں اور شربت کی قیمتیں سامنے رکھوں گا لیکن آپ صحت کے ساتھ ہاتھ کر گئے ہیں۔ لہذا اب میں صحت پر نہیں بولوں گا۔ میں ایک چھوٹا سا کسان ہوں۔ جناب والا! میں آپ کا بالکل تھوڑا سا وقت لوں گا۔

جناب والا! عزت مآب عزیز صاحب کے بارے میں عرض کرتا ہوں۔

کبھی بھی عزیز نے یہ سوچا نہیں

کہ کس شہری کے گھر آٹا نہیں

بھکاری کے سوا دیکھا ہے میں نے

کسی کی جیب میں پیسہ نہیں

عزیز سے مراد شوکت عزیز صاحب ہیں۔

جناب عالی! ہمارے محترم عزت مآب وزیر صاحب نے جو بجٹ پیش کیا ہے، حزب اقتدار والوں نے کہا کہ اس جیسا بجٹ کبھی بھی پیش نہیں ہوا ہے اور نہ ہو سکے گا۔ یقیناً حزب اختلاف والوں نے کہا ہوگا کہ اس میں کچھ نقائص ہیں۔ قطع نظر اس کے کہ حقیقت ہے۔ جناب! آپ جانتے ہیں کہ اس وقت جتنے ممبر ہیں، 80% کا تعلق زمینداری سے ہے۔ ہمیں زراعت پر گورنمنٹ کی طرف سے فی ایکڑ دو سو روپے کی رعایت یا subsidy ملتی ہے اور سیلز ٹیکس لگا کر اس کا حلیہ نہیں بگاڑا بلکہ بیڑہ غرق کر دیا ہے۔ اس کی چھوٹی سی مثال میں آپ کو دوں۔ گندم یا کپاس کو لے لیتے ہیں۔ ایک ایکٹر پر کپاس اگر اچھی ہو جائے تو 30 من ہوتی ہے۔ میرے تجربے کے مطابق زیادہ بھی ہوگی عموماً اس سے کم ہوتی ہے۔ 30 من میں سے جب اس کپاس کو صاف کیا جاتا ہے تو 10 من روئی ہوتی ہے اور 20 من بنولہ ہوتا ہے اور بنولہ پانچ سو سے ساڑھے پانچ سو روپے من جاتا ہے، کبھی چھ بھی ہوا ہوگا تو اس پر آپ کا 15% سیلز ٹیکس ہے۔ اس حساب سے آپ نے ۱۵۰۰ روپے اس پر سیلز ٹیکس لگا دیا۔ اب آپ بتائیں کہ شوکت عزیز صاحب نے دو سو روپے ہمیں مدد دی اور ۱۵۰۰ روپے لے لیے، اسی کو استادی کہتے ہیں

اور ہم اس کی استادی کی داد دیتے ہیں۔ اس نے ۸۰ فیصد آبادی کابیڑہ غرق کر دیا ہے ۔ میں بغیر لگی لپٹی کے بات کروں گا ۔ شف شف کا میں قائل نہیں ہوں شاید لوگ سمجھیں کہ میں نے شفتالو کا ترجمہ اردو میں دیکھ لیا ہے ۔ آڑو کو کہتے ہیں ۔ جناب ! آڑو کھانے کی ایک بہت اچھی چیز ہوتی ہے، جب کوئی آدمی صحیح بات نہیں بولتا ہے تو آڑو کا نام براہو ی میں شف شف شفتالو وغیرہ شف، شف، شف، یعنی یہ چاہیئے ۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا ستیاناس نہ کیا جائے ۔

دوسری بات یہ ہے کہ کسان کنونشن ہوا ہے، بڑی صفت ہوئی ہے ۔ عزت مآب صدر صاحب کی عمر اللہ تعالیٰ دراز کرے ، وہ بادشاہ رہیں، ہم تو یہی کہتے ہیں لیکن بادشاہ کے کچھ فرائض ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہوتا ہے کہ وہ اصلی رعایا کو بھی پہچانے ، کسان کنونشن میں جو سب سے بڑا کسان بلایا گیا ہے وہ سیکریٹری Agriculture تھا۔

(قہقہے)

سینیٹر ڈاکٹر عزیز اللہ سانکزئی، کیسے مزے کی نمائندگی ہوگئی ۔ آپ دیکھ لیں ہم تو حیران ہیں ۔ حیران کے علاوہ ہم اس فلور پر کیا بول سکتے ہیں ۔رٹا لگایا جا رہا ہے کہ سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہے ، آپ بے فکر رہیئے اور پاکستان کے اندر دودھ اور شہد کی نہریں بہنے والی ہیں ۔ ہمیں بھی یقین ہے، جب وہ صحیح طور پر کہیں گے تو ہم انشاء اللہ عزیز ان کے ساتھ ہوں گے۔ جناب والا! میں یقین رکھتا ہوں اور میں آپ کے سامنے تصویر کا تھوڑا سا دوسرا رخ پیش کروں ۔ ائیرکنڈیشن ہال کے باہر جب میں پودوں اور پھولوں پر پانی پھینکتے ہوئے دیکھتا ہوں تو مجھے میرا علاقہ یاد آ جاتا ہے جس کو کہتے ہیں پاکستان اور اسی کو آگے کہتے ہیں بلوچستان ۔جناب والا! مجھے گاڑی نہیں چاہیئے ۔ جناب عزیز، عزت مآب مجھے گاڑی نہیں چاہیئے مجھے صرف اور صرف پانی چاہیئے ۔ آپ دیکھ لیں۔

(ڈیسک بجائے گئے)

سینیٹر ڈاکٹر عزیز اللہ سانکزئی، پٹ فیڈر کنال سے ۲۵ کلو میٹر فاصلے پر آگے نوتعلقہ آتا ہے، وہاں پانی پینے کے لئے نہیں ہے اور آپ یہاں mineral water استعمال کرتے ہیں۔ آپ دیکھ لیں عدالت کو اور بادشاہ سلامت کو بھی، اس کے بعد اگلا اسٹیشن آتا ہے

بل پٹ جس کو بختیار آباد بولتے ہیں۔ وہ ۴۰ کلو میٹر پر ہے۔ وہاں پر بھی پینے کا پانی نہیں ہے۔ آپ کی مرضی ہے ۵ روپے میں چائے پیو یا پانی۔ اس کے بعد اگلا سٹیشن باگ ناڑی ہے۔ بادشاہ کا تحصیل ہیڈ کوارٹر ہے۔ عزت مآب ۵۰، ۶۰ اور ۷۰ کلو میٹر سے لوگوں کو پانی پینے کے لئے ملتا ہے، غسل کا نہیں۔ جناب میں آپ کی توسط سے اس بادشاہ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ اللہ آپ کی عمر دراز کر دے۔ اللہ آپ کو خضر کی عمر دیں تھوڑی سی توجہ اس طرف بھی دیں۔ وہ بھی پاکستان ہے۔ آپ نعرہ لگاتے ہیں کہ سب سے پہلے پاکستان ہے۔ میں کیسے کہوں کہ سب سے پہلے پاکستان۔ میری زبان پر بھی یہ نہیں آتا جب آپ مجھے پینے کے لئے پانی نہیں دیتے۔ جناب چیئرمین! میں آپ کے سامنے حقیقت بیان کر رہا ہوں۔ لوگ ۱۵ دن کے بعد غسل کرکے اس غسل والے پانی کو اپنی گائیوں اور بھینسوں کو پلاتے ہیں۔ وہاں پر اتنی قلت ہے۔ آپ نے جناب یہاں mineral water کی لائنیں لگائی ہوئی ہیں اور کہتے ہیں کہ سب سے پہلے پاکستان۔ مجھے سمجھ نہیں آتا آپ مجھے سمجھا دیں۔ ہم موٹے ذہن کے لوگ ہیں اور دیہاتی ہیں۔ پہاڑی لوگ، سیدھے سادھے لوگ ہیں۔ ہم شپشپتو کرتے نہیں، بات وہی شپتالو کی۔ سیدھی بات ہے۔

عزت مآب! اب آتے ہیں گندم کی طرف۔ اگر آپ ہمارے ساتھ یوں کریں گے اور اگر ہمارے ساتھ یہ رویہ آئندہ بھی روا رکھا جائے گا تو پھر آپ ہم سے یہ امید نہ رکھیں کہ ہم کہیں گے کہ سب سے پہلے پاکستان۔

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریاد یوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یہ رسوائیاں یوں ہوتیں

عزت مآب! سب سے پہلے پاکستان۔ اب آئیے گندم پر۔ میں آپ کے توسط سے کہتا ہوں کہ مجھے گاڑی نہیں چاہیے مجھے روٹی چاہیے۔ مجھے پیٹ بھرنے کے لئے روٹی چاہیے لیکن روٹی کا حال یہ ہے۔ عزت مآب! میں آپ کے توسط سے ان نادیدہ قوتوں کو یہ بات پہنچانا چاہتا ہوں کہ ابھی ایک مہینہ نہیں ہوا ہے۔ سرد علاقوں میں ابھی تک گندم کی صفائی ابھی ہو رہی ہے۔ آپ نے دس لاکھ ٹن گندم خریدنے کا بیعانہ یا تیاری شروع کر لی ہے۔ جب آپ مجھے روٹی نہیں دیں گے تو سب سے پہلے پاکستان کیسے ہوگا؟ آپ کے پاس روٹی نہیں آپ کے پاس پراٹھے ہوتے ہیں، مجھے معلوم ہے۔ اس لئے آپ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے پاکستان۔ جب میری جگہ آپ کھڑے ہوتے

تو وہاں آپ اپنے کپڑے بھی اتار کر پھینک دیتے۔

جناب عالی! میں آپ کے توسط سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہ کب تک چلے گا؟ یہ کب تک ہوگا؟ اسلام آباد کے پھول ۷ اور ۱۵ دن کے بعد تبدیل کئے جاتے ہیں۔ میں دیکھتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ پتا نہیں ہم ان پھولوں سے بھی گئے۔ کاش ہم پھول ہوتے لیکن پھر سوچتا ہوں کہ ہمیں فخر ہے اپنی ثقافت پر اور اپنی سادگی پر اور اپنے علاقے کو نہ چھوڑنے پر۔ جناب! میری شناخت بلوچستان ہے۔ نہ میں اپنی شناخت گم کروں گا اور نہ گم کر سکتا ہوں۔ میں جس حیثیت میں بول رہا ہوں میں بولتا رہوں گا۔ خدارا! آپ ہماری شناخت کو گم نہ کیجیئے۔ اگر آپ کی یہی نیت ہے تو پھر میں آپ کو بصد احترام گزارش کروں گا کہ یہ کبھی بھی نہیں ہو سکتا۔ حقیقت کا مقابلہ سیکھئے۔ بادشاہ کے محل کے نیچے فقیر بیٹھتا تھا۔ بادشاہ گندم کی روٹی کھاتے تھے۔ فقیر صاحب کو بھی روزانہ دو روٹیاں ملتی تھیں۔ جب وزیروں کی فوج ظفر موج آتی تھی، فقیر بادشاہ کیا حال ہے، پھر پوچھتے تھے، کیا حال ہے، سب اچھا ہے۔ بلوچستان میں تین سال سے بارش نہیں ہوئی تھی۔ جناب! ہمیں آٹھواں سال ہے اور بارش نہیں ہوئی ہے۔ ایک آدمی نے سوچا کہ اس فقیر کا کچھ علاج کرنا چاہیے، اگلے دن انہوں نے کوشش کی جو راستے سے اس نے اڑا لی اور فقیر کے لئے جوار کا دلیہ بھیجا۔ عزت مآب! حزب اقتدا، حزب اختلاف میں جن لوگوں نے جوار کھائی ہے، ان سے پوچھیئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اسلام آباد کے لوگ پیدا ہی سونے کے چمچے لے کر ہوئے ہیں، ان کو خبر ہی نہیں ہو گی کہ جوار کیا ہے۔ عزت مآب! میں بغیر لگی لپٹی کہہ رہا ہوں کہ جوار ہم نے کھائی ہے، جوار پر ہم پلے ہیں اور جوار کا دلیہ پھر خدا کی پناہ۔ جناب! فقیر صاحب کے پاس روزانہ دلیہ جانے لگا، اس میں اتنی قوت ہے کہ آپ کھائیں اور آدھے گھنٹے کے بعد دوبارہ طلب ہوتی ہے، اس دلیہ میں کچھ قوت ہے ہی نہیں تو فقیر سے پوچھا گیا کہ ملک کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ تباہی ہے، تباہی آ گئی ہے، کیا ہو گیا ہے؟ کہتا ہے کہ دلیہ مل رہا ہے، سارا ملک خشک ہے، تباہ و برباد ہو گیا ہے تو یہ سرکاری بنچ کے لوگ فقیر ہیں اور یہ ہمیشہ سب ٹھیک کہتے رہیں گے۔ ہمیں اس پر بھی اعتراض نہیں ہے لیکن جو حقیقت ہے، اس کا مقابلہ کیجیئے ورنہ وقت سب سے بڑی بات ہے، وہ آپ کو سبق سکھائے گا۔ جب یہ عوام نکلیں گے، جب یہ لوگ سڑکوں پر ہوں گے تو آپ کو کوئی بچانے والا نہیں ہو گا۔ اسی پر میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں، پھر شکریہ

ادا کرتا ہوں کہ میں نے اپنے time کے اندر ختم کیا ہے۔مہربانی جی۔

جناب ڈپٹی چیئرمین : بڑی مہربانی Thank you. We just witnessed Othelo. عابدہ سیف صاحبہ آپ بولیں گی۔ دیکھیں ایک ' دو speakers لے لیتے ہیں پھر کل رات کو بیٹھنا پڑے گا۔ جی' تو دو بندے اور نہ لیں پھر کل وہی مصیبت پڑ جائے گی یعنی کل پھر مصیبت ٹال دیں۔

Alright the House stands adjourned to meet again on Thursday the 17th June, 2004 at 10.a.m.

[The House was then adjourned to meet again at 10 of the clock in the morning on Thursday the 17th of June, 2004.]